قیامت کے بعد کیا ہوگا؟

تالیف

حجۃ الاسلام علامہ محمد محمدی اشتہاردی

ترجمہ

سید علی شیر نقوی

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون:5425372

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	موت کے بعد کیا ہوگا!
مؤلف	:	محمد محمدی اشتہاردی
مترجم	:	سید علی شیر نقوی
ناشر	:	ادارہ منہاج الصالحین، لاہور
کمپوزنگ	:	سید قارب حسین زیدی
بار اوّل	:	مارچ 2005ء
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	150 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین، الحمد مارکیٹ، فرسٹ فلور، دُکان نمبر 20

غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7225252

اهداء

میں اپنی اس حقیری کاوش کو بھی اپنی پہلی کتابوں ''آفتاب ولایت''، ''آرزوے جبرئیل'' اور ''سیدۃ العرب'' کی طرح حضرت علی علیہ السلام کی عظیم بیٹی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی خدمتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں۔

اے سیدہؑ و طاہرہؑ، اے عظیم مجاہدہؑ، اگر میں ہزاروں کتابیں بھی لکھ لکھ کر آپ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کرتا رہوں تو بھی یہ آپ کا دربارِ یزید ملعون میں کھلے سر، بے مقنعہ و چادر ایک لمحے کی پیشی کا بدل نہیں ہوسکتا۔

''یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَکُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا''۔

احقر
سید علی شیر نقوی

رُباعی

یا علیؑ ہر منزلِ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ تم ہو
اِدراک کی رفعت سے بھی بالا تم ہو
تسبیح کہ جس میں پروئے ہیں محمدؐ بارہ
لاریب انہی موتیوں کی مالا تم ہو

(سید محبوب علی شاہ مرحوم
والدِ گرامی مترجم سید علی شیر نقوی

فہرست مضامین

	عنوان	صفحہ نمبر
✿	عرضِ ناشر	17
✿	عرضِ مترجم	20
✿	پیش لفظ	23
✿	یومِ حساب سے عبرت	24
✿	قیامت کو یاد کرنے والے کا مقام	30
✿	موت ۔ جہانِ باقی کا راستہ	31
✿	قیامت کی گزرگاہیں	32
پہلا باب	**قیامت کی نشانیاں**	37
(ا)	آخرِ دُنیا کے اہم حادثات	37
✿	قربِ قیامت کی دو نشانیاں، قرآن کی نظر میں	38
✿	شق القمر، قربِ قیامت کی نشانی	39
✿	آسمان پر گہرا دھواں	41
✿	قیامت کے قرب کی دس نشانیاں	42
(ب)	قیامت کے نزدیک وحشت ناک حادثات	43
✿	پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا	45
✿	دریاؤں کی طغیانی	46
✿	زمین میں زلزلے	47

✿	سورج ، چاند اور ستاروں کا بے نور ہونا	48
✿	افلاکِ آسمانی کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا	48
(ج)	آغازِ قیامت کے آثار	50
✿	مؤمنین کی خوشحالی	52
✿	دُعائے حضرت ابراہیمؑ اور ہمارا رویہ	54
✿	حضرت علی علیہ السلام اور یادِ قیامت	55
دوسرا باب	**صور کا پھونکنا**	57
✿	اسرافیل ،صور پھونکنے والا فرشتہ	58
✿	صور پھونکنا قرآن کی نظر میں	59
✿	صدائے عظیم ۔موت وحیات کا باعث کیونکر	61
✿	لوگوں کی غفلت اور صدائے صور	62
✿	امامِ سجادؑ اور یادِ صور	63
تیسرا باب	**قبروں سے اُٹھایا جانا**	67
✿	چند دلچسپ داستانیں اور احادیث	72
✿	مؤمن کو خوش کرنے کا صلہ	72
✿	قیامت میں برہنگی کا لباس	73
✿	نورِ آلِ علیؑ	74
✿	لوگ اپنے اپنے امام کے پیچھے	75
✿	قبر سے نکلتے ہوئے شانِ فاطمہ زہراؑ	77
✿	منافقین کا بے مقصد چیخنا	79

✿	شہداء کی عظمت	82
✿	دس گروہ حیوانات کی شکل میں	83
✿	سرداروں اور حاکموں کی حالت	85
✿	متقین کی شان	86
✿	چار اہم سوار شخصیات	87
✿	سات چمکتے ستارے	88
چوتھا باب	**مقامِ اعراف**	91
✿	اعراف کے معنی	92
✿	فلسفہ اعراف	95
✿	رجالِ اعراف (علامہ طباطبائی کا نظریہ)	95
✿	سن بلوغت سے پہلے مرنے والوں کا مقام	96
✿	مقامِ اعراف پر شفاعت	98
✿	قرآن وحدیث کی رُو سے شفاعت یقینی ہے	100
✿	پیغمبرؐ خدا اور اُنؑ کی آل کا اعراف میں اعلیٰ مقام	103
✿	بارہ امامؑ مقامِ اعراف پر	104
پانچواں باب	**پُلِ صراط اور مرصاد**	107
✿	صراط کیا ہے؟	107
✿	صراط کے بارے میں شیخ مفید کا نظریہ	107
✿	صراط کے معنی قرآن کی رُو سے	109
✿	چند سوالوں کے جواب	122

✿	پُلِ صراط سے عبور کس طرح	122
✿	پُلِ صراط کا لمبا ہونا	123
✿	دو امتیازاتِ علیؑ اور پُلِ صراط	129
✿	انتباہ	129
✿	ولایتِ علیؑ	132
✿	محبتِ خاندانِ پیغمبرؐ	135
✿	نماز	137
✿	زیارتِ امام رضا علیہ السلام کی جزاء	139
✿	روزہ	139
✿	اچھا اخلاق	140
✿	23 رمضان کی شب بیداری	141
✿	امانتداری اور صلہ رحم	141
✿	بلند آواز میں نماز پڑھنا	141
✿	پُلِ صراط سے شیعوں کا عبور	142
✿	خدا سے پُراُمید رہنا اور درود پڑھنا	142
✿	مریضوں کی تیمارداری	143
✿	پاؤں کا مسح اور مکمل وضو	144
✿	تلاوتِ کلامِ پاک	145
✿	تلاشِ روزگار	145
✿	اعمالِ نیک	146

✿	پُلِ صراط کے بارے میں چند مزید دلچسپ باتیں	146
✿	حضرت علیؑ کا اپنے حبداروں سے وعدہ	146
✿	پُلِ صراط پر مسلمانوں کا نعرہ	148
✿	مددِ علی علیہ السلام	148
✿	حقوق الناس ۔پُل پار کرنے میں رُکاوٹ	149
✿	شفاعتِ بی بی فاطمہؑ	151
✿	شفاعتِ حضرت حمزہؑ	152
چھٹا باب	**حوضِ کوثر**	155
✿	حوضِ کوثر پر یقین	155
✿	شبِ معراج حوضِ کوثر کی سیر	156
✿	حوضِ کوثر کیا ہے؟	158
✿	حوضِ کوثر کی لمبائی وچوڑائی	159
✿	ہزار غلام، ہزار جامِ کوثر کے ساتھ	161
✿	علیؑ ۔ساقیِ کوثر	162
✿	مقامِ علیؑ پر لوگوں کی حسرت	168
✿	کوثر پلانے والے کون ہیں؟	169
✿	چودہ معصومینؑ حوضِ کوثر پر	170
✿	قرآن میں حوضِ کوثر کا ذکر	172
(الف)	سورہ کوثر	173
(ب)	ساقیِ کوثر کون ہیں؟	177

(ج)	سفید چہروں والے آبِ کوثر پئیں گے	177
✿	حوضِ کوثر سے نہر	179
✿	آبِ کوثر اور شیعانِ علیؑ	179
✿	آبِ کوثر سے لطف اندوز ہونے کی شرائط	181
✿	کوثر کے بارے میں چند دیگر داستانیں	186
✿	حوضِ کوثر سے مجرموں کو ہٹانے والا کون ہے؟	187
✿	حسینؑ اور اکبرؑ کیلئے کوثر	188
✿	حسینؑ پر نہ رونے والا کوثر سے محروم رہے گا	190
✿	حضرت علیؑ حوضِ کوثر پر	198
✿	کوثر سے محرومیت اور پھر مہیا ہونا	200
✿	آبِ کوثر اور روزِ عاشور	201
✿	حضرت علیؑ کے گناہگار محبّ اور حوضِ کوثر	202
ساتواں باب	**عدلِ الٰہی**	205
✿	میزان یا ترازوئے اعمال	206
✿	عقیدہ میزان	206
✿	میزان کسے کہتے ہیں؟	206
✿	قیامت کے مختلف میزان	208
✿	شیخ مفیدؒ اور علامہ مجلسیؒ کا نظریہ	209
✿	علامہ طباطبائی کا نظریہ	211
✿	ملا صدر کا نظریہ	211

اعمال کے وزن سے کیا مراد ہے؟	213
میزان قرآن کی نظر میں کیا ہے؟	214
ترازو کے وزن کو سنگین کرنے والے اعمال	218
درود پڑھنا	218
شہادتین یعنی کلمہ طیبہ	219
حُسنِ خُلق	219
تسبیح وتقدیس خدا	219
اخلاصِ عمل اور رضائے خدا	220
کلمہ توحید وکلمہ تقویٰ	220
مؤمن کی قبر پر خاک ڈالنا	220
تہمتیں، جوتم پر لگ جائیں	221
محمدؐ وآلِ محمدؐ سے محبت	221
محبت وعشقِ علیؑ	222
زیارتِ روضۂ امام رضا علیہ السلام	223
فوت ہونے والے پسر ودُختر	224
ترازو کے وزن کو سبک کرنے والے اعمال	224
اعمالِ انسان مجسم صورت میں	226
اعمال کا مجسم ہونا، قرآن کی نظر میں	227
اعمال کا مجسم ہونا، روایات کی نظر میں	229
مختلف گواہیاں	233

ہر عمل کے گیارہ گواہ	233
مکان۔زمان	234
زبان۔اعضائے انسان۔فرشتے	235
نامہ اعمال	236
پیغمبر اور امام	236
خدائے رحمٰن	237
انسان کا ضمیر۔حیوانات	237
عمل بذاتِ خود	237
شکایت کرنے والے	239
پیغمبر اسلام	239
قرآن و مسجد	240
آئمہ معصومینؑ اور عترتِ پیغمبر	241
نادانوں میں گھرا ہوا عالم	241
اولاد کی شکایت باپ سے	241
انسان کا اعمال نامہ	243
نامہ اعمال، قرآن کی نظر میں	245
مکمل حساب کتاب قرآن کی نظر میں	249
حساب کا قائم ہونا، روایات کی نظر میں	251
چند دلچسپ داستانیں	253
عدالت الٰہی میں سوال و جواب	255

آٹھواں باب	**مقامات شفاعت**	261
✿	شفاعت کے معنی	261
✿	شفاعت قرآن کی نظر میں	262
✿	پیغمبر اسلام بطور شفیعِ اُمت	264
✿	پیغمبر کا مقامِ محمود پر فائز ہونا	266
✿	شفاعت، روایات کی نظر میں	268
✿	قیامت کے روز شفاعت کرنے والے	271
✿	قابل شفاعت کون ہوں گے؟	275
✿	دلچسپ داستان	278
✿	شفاعت ابو طالبؑ	281
✿	شفاعتِ پیغمبرؐ	282
✿	شفاعت جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا	284
✿	شفاعتِ حضرت عباسؑ	285
✿	شفاعتِ معصومہ قم	286
نواں باب	**بہشت کے دروازے**	289
✿	بہشت کے دروازے قرآن کی نظر میں	290
✿	جنتیوں کا استقبال	291
✿	بہشت کے آٹھ دروازے	293
✿	جنت کے دروازوں کے نام	296
✿	جنت میں داخل ہونے کی شرائط	298

✿	جنت کے دروازوں میں داخلہ کی شرائط	300
✿	جنت کے دروازوں پر کیا لکھا ہے	307
دسواں باب	**دوزخ کے دروازے**	313
✿	قرآن کی نظر میں	313
✿	جہنم کے دروازے کہاں کہاں ہیں	316
✿	دوزخ کے دروازے بند ہونے کے اسباب	318
✿	دوزخ کے دروازوں پر کیا لکھا ہے	322
گیارہواں باب	**کچھ مزید بہشت کے بارے میں**	325
✿	بہشت کیسی ہے؟ حضرت بلالؓ کی زبان سے	325
✿	بہشت کی تعریف، پیغمبرؐ خدا کی زبان سے	328
✿	جنت کی خوشبو	333
✿	دوزخ کیسی ہے؟ قرآن کی نظر میں	335
✿	دوزخ کا بیان، پیغمبرؐ اسلام کی زبان سے	336
✿	سقر کیا ہے؟	337
✿	شہر حصینہ	337
✿	زقوم کا درخت	337
✿	شہیق وزفیر	338
✿	وحشت ناک چہرے	338
✿	قیامت کے منکروں پر عذاب	339

✿✿✿

عرضِ ناشر

اس کون ومکان کے مالک نے کوئی چیز بھی عبث پیدا نہیں کی بلکہ ہر شے کی تخلیق کو بامقصد اور باقاعدہ بنایا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہمیں اس چیز کی غرض وغایت اور علت کے بارے میں علم نہ ہو۔ جب ہر شے ایک ہدف کے تحت خلق کی گئی ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے، ہر چیز سے افضل واعلیٰ ہے، اس کی تخلیق تو یقینی طور پر اپنے اندر ایک عظیم مقصدیت چھپائے ہوئے ہے۔اس غرض کو پروردگارِ عالم نے قرآن مجید میں واشگاف الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

''وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنَ''.

''میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کیلئے خلق کیا ہے''۔(ذاریات)

یعنی انسان کی وجہ تخلیق فقط عبادتِ الٰہی ہے۔اللہ رب العزت کے سامنے اپنی جبین کو جھکانا دراصل اس عظیم وجلیل قادرِ مطلق کے سامنے اپنی بے بسی، عاجزی، انکساری اور بے بضاعتی کا اظہار کرنا ہے۔ اس کی کبریائی کے سامنے سرنگوں ہونا ہے۔نعمت ہائے الٰہی کیلئے اظہارِ تشکر کرنا ہے۔

جب ہم انبیائے کرام اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی درخشندہ وتابندہ زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دُنیا کے کسی طاغوت، سرکش، ظالم وجابر (فرعون نمرود، شداد، ابوجہل اور یزید) کے سامنے نہیں جھکتے تھے لیکن وہ طاہر وطیب جب دربارِ توحید میں کھڑے ہوتے تو آخرت کے ڈر کی وجہ سے اُن کی ٹانگیں کانپ رہی ہوتی تھیں، قدم ڈگمگا رہے ہوتے تھے، دلوں میں ہر وقت خوفِ خدا طاری رہتا تھا، جسموں پر کپکپی طاری

رہتی تھی۔ چوتھے امام سید سجاد علیہ السلام کی مناجات کا مجموعہ صحیفۂ سجادیہ کاملہ اس کی زندہ مثال ہے۔

اس کے باوجود کہ ہماری تخلیق کی غرض ہم پر واضح وعیاں ہے، ہمیں اس جہانِ رنگ وبو میں آنے کی غرضِ اصلی اور پھر کچھ عرصہ حیات گزارنے کے بعد موت کی وادی میں جانے کا جزم بالزوم ہے کیونکہ موت ایک قہری اور اجباری امر ہے جس میں رضا ورغبت کا عمل دخل نہیں ہے، اس کیلئے تو ہر کسی کو لبیک کہنا ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ ہم ہر وقت اس کیلئے آمادہ ہوں کہ ہم نے کسی سلطانِ عظیم کے سامنے جوابدہی کیلئے حاضر ہونا ہے۔ روزِ قیامت اہل محشر کے سامنے شرمندہ ہونے سے بہتر ہے کہ اس دُنیا میں ہی تیاری کریں۔ اس کے احکام کو بجالائیں اور نواہی سے اجتناب کریں تاکہ حق عبدیت بھی پورا ہوجائے اور حکم مولا کی بھی اطاعت ہوجائے۔

لیکن آج جب ہم اپنے اِردگرد کے ماحول پر نگاہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ اقدار پامال ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لوگ اپنی غرضِ خلقت کو بھول چکے ہیں۔ انہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا اور ہمیں کن کن کٹھن مراحل سے گزرنا ہوگا۔ انسان کی موت کے وقت کیا کیفیت ہوتی ہے، تاریک قبر میں انسان پر کیا گزرتی ہے، ارواح کہاں جاتی ہیں، عالم برزخ میں انسان پر کیا گزرتی ہے، حشر ونشر میں کس قدر سخت حساب وکتاب ہوگا؟

لوگ عمومی طور پر لاابالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان عواقب سے آگاہی نہیں ہوتی۔ ہم زیرِ نظر کتاب کو اس غرض سے زیورِ اشاعت سے آراستہ کررہے ہیں کہ ہمارے قارئین کرام کو پتہ چلے کہ موت سے لے کر حشر تک ہمارا کیا انجام ہوگا اور ہمیں کن مراحل سے گزرنا ہوگا!

بندہ نے آج تک موت کے موضوع پر جتنا بھی مطالعہ کیا ہے، یہ واضح ہوا ہے کہ

ہمیں روزِ آخرت کیلئے ہردم آمادہ رہنا چاہئے اور اعمالِ صالح بجالانے چاہئیں۔ وہاں پر شفاعتِ محمدؐ وآلِ محمدؑ کا بھی متمنی ہونا چاہئے کیونکہ شفاعتِ اہل بیتؑ کے بغیر کٹھن اور دُشوار گزار راستوں سے گزرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ذواتِ مقدسہ، حضراتِ محمدؐ وآلِ محمدؑ کے صدقہ میں ہماری مدد فرمائے گا اور ہمارے راستوں کو آسان فرمائے گا۔

ہم خاندانِ سادات کے عظیم چشم و چراغ وسپوت انجینئر سید علی شیر نقوی صاحب دام مجدُہٗ کے شکرگزار ہیں جنہوں نے گوناگوں اور ہمہ جہتی مصروفیات کے باوجود اس کتاب ''دہ گردنہ قیامت'' کا اُردو زبان میں رواں دواں اور سلیس ترجمہ کیا۔ نقوی صاحب اس سے پہلے تین کتب کے تراجم کرچکے ہیں اور ابھی اُن کے حوصلے بلند ہیں۔ مزید کتابوں کے تراجم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پروردگارِ عالم ان کو اپنے اہدافِ عالیہ میں کامیاب و کامران فرمائے اور ہم سب کو روزِ قیامت شفاعتِ اہل بیتؑ نصیب فرمائے، آمین ثم آمین

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا

ریاض حسین جعفری، فاضل قم

سرپرست، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور۔

عرضِ مترجم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

تمام تعریف اُس خدائے وحدہٗ لاشریک کیلئے ہے جس نے پوری کائنات کو ایک مضبوط اور مربوط نظام میں جکڑ دیا ہے اور انسان اس کو کماحقہٗ نہیں سمجھ سکا۔

یہ نظام ہی ہمیں بتاتا ہے کہ اس کی بنیاد حساب پر ہے۔ جہاں نگاہ ڈالیں، ہر چیز حساب کے دائرے سے منسلک ہے۔ دین بھی حساب پر ہی اُستوار ہے۔ اگر حساب نہ ہوتا تو پروردگار قرآن مجید میں کبھی نہ فرماتا:

”وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَابِہَاوَکَفٰی بِنَاحٰسِبِیْنَ“.

”اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے (حساب لینے کیلئے) لے آئیں گے اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں“۔ (سورۂ انبیاء:47)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہارون الرشید کو ارشاد فرمایا کہ سنو!

اگر حساب نہ ہوتا تو خدا اِس دُنیا کو خلق نہ فرماتا۔

اگر حساب نہ ہوتا تو قانون اور آئین لغو ہو جاتے۔

اگر حساب نہ ہوتا تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا۔

اگر حساب نہ ہوتا تو دن ہوتے نہ راتیں، مہینے ہوتے نہ سال۔

اگر حساب نہ ہوتا تو خدا روزِ قیامت کا وعدہ نہ کرتا، جزاء وسزا کا وعدہ نہ کرتا۔

مرنے کے بعد انسان کو بھی حساب کتاب کے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ قبر سے

لے کر بہشت یا دوزخ کے دروازے تک مختلف مراحل ہیں جن کا مؤلفِ کتاب ہذٰا قبلہ محمد محمدی اشتہاردی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور آخر میں انہوں نے ہم سب کی اُمید حضرت محمدؐ اور اُن کی پاک آلؑ کی شفاعت کا ذکر کیا ہے لیکن شفاعت حاصل کرنے کیلئے ہمیں اُس کی کم از کم شرائط کو پورا کرنا ہوگا۔ اس باب پر بھی مؤلف موصوف نے کافی روشنی ڈالی ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب مجھے ہر مسلمان کیلئے فائدہ مند نظر آئی جس میں قیامت کی نشانیاں، صور کا پھونکنا، قبروں سے نکلنا، منزلِ اعراف، پُلِ صراط، حوضِ کوثر، میزان کا قائم ہونا، بہشت اور دوزخ کے دروازوں پر حکمت اور موعظہ کی باتیں، جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

لہٰذا اس کا اُردو میں ترجمہ کر کے چھپوانے کا ارادہ کیا۔ اس سلسلہ میں قبلہ ریاض حسین جعفری صاحب، ادارہ منہاج الصالحین کا مشکور ہوں جنہوں نے اس میں دلچسپی لے کر قارئین کیلئے اس مفید کتاب کو چھپوانے کا انتظام کیا۔ میں سید قارب حسین زیدی صاحب کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے خصوصی دلچسپی لے کر اس کتاب کو خوبصورت انداز میں ڈھالا۔

میں اُن سب احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کے تعاون اور حوصلہ افزائی سے میرے لئے ممکن ہوا کہ دُوسری مصروفیات کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی انجام دے سکوں۔ اس کے علاوہ میں اپنی زوجہ سیدہ نرگس نقوی کا شکر گزار ہوں جن کی مسلسل حوصلہ افزائی میرے لئے راحت اور مزید ہمت کا باعث بنی رہی۔

میں پروردگارِ عالم اور اُس رحیم و کریم خداوندِ جلیل سے اُمید رکھتا ہوں کہ میرا یہ کام بارگاہِ ایزدی میں عبادت شمار ہوگا اور سرورِ کونین سردارِ انبیاء، احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُنؑ کی آلِ اطہار کی خوشنودی کا باعث بنے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دست بستہ دُعا ہے کہ وہ اس حقیری کاوش کو بحق چہاردہ معصومینؑ

اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے اور اسے میرے لئے توشہ آخرت قرار دے، آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سید علی شیر نقوی

A-35، جعفریہ کالونی، بندروڈ، لاہور۔

6/ذی الحجہ، 1425 ہجری

بمطابق 17/جنوری 2005ء

پیش لفظ

تمام آسمانی مذاہب میں معرفتِ خدا حاصل کرنے کے بعد سب سے اہم اصولِ دین جو انسان کو گناہوں اور لغزشوں سے بچاتا ہے، وہ روزِ قیامت پر پختہ یقین ہے۔ اس کا کثرت سے ذکر انسان کی شخصیت سازی میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے اور اُسے صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

تمام انبیاء، آئمہ اور اولیاء اللہ ہمیشہ روزِ قیامت اور حسابِ محشر کی فکر میں رہتے تھے۔ اس کی یاد اُن کے دلوں میں تازہ رہتی تھی اور اُس دن کیلئے زادِ راہ اکٹھا کرتے تھے۔ قیامت کے مراحل اُن کو خدا اور اُس کی شریعت کی طرف متوجہ رکھتے تھے۔ اس طرح وہ خود اپنی بھی اور باقی معاشرہ کی بھی اصلاح کرتے تھے۔

قرآن مجید میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں جگہ پر اور بعض محققین کے مطابق تو ایک چوتھائی آیات میں قیامت کا ذکر ہوا ہے۔ شاید ہی قرآن کا کوئی ایسا صفحہ ہو جہاں اس کا واضح طور پر نہ سہی لیکن اشارتاً اور کنایۃً ذکر نہ ہوا ہو۔ قرآن قیامت کے انکار کو کفر اور گمراہی گردانتا ہے اور اس کے انکار کرنے والوں کو اذیت ناک عذاب کی خبر دیتا ہے، مثلاً سورۂ مرسلات میں کئی بار اس طرح ذکر ہوا ہے:

"وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ".

"اُس دن جھٹلانے والوں کی (بڑی) تباہی ہے"۔ (مرسلات:15)

نماز میں سورۂ حمد کا پڑھنا لازم ہے۔ اس سورہ میں خدا کی صفات بیان کرنے کے بعد "يَوْمِ الدِّيْنِ" کا ذکر آیا ہے۔ اس سورہ کو ہر مسلمان پانچ واجب نمازوں میں کم از کم

دس مرتبہ تو ضرور تلاوت کرتا ہے اور دس مرتبہ ''مٰالِکِ یَوْمِ الدِّیْن'' کے جملے کو پڑھتا ہے۔اس طرح نماز بھی ہمیں روزِ قیامت کی یاد دلاتی ہے۔

قرآن مجید میں قیامت کے دن کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے، مثلاً حشر، نشر، معاد، احیاء موتیٰ، قیامت، لقاء اللہ اور رجوع الی اللہ وغیرہ۔ اس طرح تقریباً ستر ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔

یومِ حساب سے عبرت

قیامت کا ذکر جب خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اماموں اور اولیاء اللہ کی زندگی میں ہوتا تھا تو اس کا اثر لوگوں پر بہت واضح نظر آتا تھا۔امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''طُوْبیٰ لِمَنْ ذَکَرَ الْمَعَادَ، فَاسْتَکْثَرَ مِنَ الزَّادِ''۔

''وہ کتنا خوش نصیب ہے جو قیامت کو یاد کرتا ہے اور زادِ راہ بڑھاتا ہے''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس وقت امام حسن مجتبیٰ موت، قبر، قیامت، پُل صراط اور خدائے بزرگ کے سامنے پیش ہونے کو یاد کرتے تھے تو آپ رونا شروع کر دیتے تھے، یہاں تک کہ اُن کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور بیہوش ہوکر گر جاتے تھے، بے چین ہوجاتے تھے، خدائے بزرگ سے بہشت کی درخواست کرتے تھے اور دوزخ سے پناہ مانگتے تھے۔

سب آئمہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جب آیاتِ غضب پر پہنچتے تو اُن کی حالت دگرگوں ہوجاتی تھی گویا کہ وہ اپنے آپ کو محشر میں دیکھ رہے ہوں۔

جب امام حسن علیہ السلام شہادت کے وقت رونے لگے تو ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اے فرزند رسولؐ! آپ کا اللہ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک ایک اعلیٰ مقام

ہے، جناب رسولِ خدا نے کئی بار آپ کی عظمت کا اعلان بھی فرمایا۔ آپ نے بیس دفعہ پاپیادہ حج کئے اور زندگی میں تین بار اپنے جوتوں سمیت تمام گھر کے اموال کو غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اب آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

"اِنَّمَا اَبْکِیْ لِخَصْلَتَیْنِ لِھَوْلِ الْمُطَّلَعِ وَ فِرَاقِ الْاَحِبَّۃِ".

"میں دو وجوہات کی وجہ سے روتا ہوں: ایک وحشتِ قیامت اور دوسرا اپنے عزیزوں سے جدائی"۔

امام سجاد علیہ السلام نے بیس یا بائیس بار اپنے ایک ہی اونٹ پر حج کی غرض سے مدینہ سے مکہ سفر کیا۔ اُن کے ہاتھ میں تازیانہ بھی ہوتا تھا لیکن ایک بار بھی اپنے اونٹ کو نہ مارا۔ جب بھی چاہتے کہ اونٹ تیز چلے تو اُس تازیانہ کو اونٹ کے سر کے اوپر ہوا میں لہراتے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اونٹ کو تازیانہ کیوں نہیں مارتے؟ تو آپ نے جواب دیا:

"لَوْلاَ خَوْفُ الْقِصَاصِ لَفَعَلْتُ".

اگر قیامت کے روز قصاص کا ڈر نہ ہوتا تو میں ایسا کرتا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ امامؑ کو ہمیشہ قیامت کی یاد پیشِ نظر رہتی تھی۔

روایت کی گئی ہے کہ جب امام سجاد علیہ السلام قرآن کی تلاوت کے دوران سورۂ حمد میں اس آیت "مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" پر پہنچتے تو اس کو بار بار پڑھتے، گویا کہ آپ ابھی موت کے آستانہ پر پہنچ جائیں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اس کو اتنی بار تکرار سے پڑھتے تھے کہ شمار سے باہر

ہوجاتا۔ ایک بار موسم گرما میں شام کے کھانے کیلئے دسترخوان بچھایا گیا۔ روٹی اور گرم گرم گوشت کا سالن رکھا گیا۔ جب آپؑ نے روٹی کا ٹکڑا اُس میں بھگویا تو اُسے بہت گرم پایا، فوراً روٹی کا ٹکڑا باہر نکال لیا اور قیامت کی گرمی کو یاد کرتے ہوئے فرمانے لگے:

"نَسْتَجِيْرُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّار".

"آتشِ جہنم سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، آتشِ جہنم سے خدا کی پناہ"۔

اس کلمہ کا اتنی بار تکرار کیا کہ کھانا ٹھنڈا ہوگیا۔ آپؑ نے کہا کہ ہم تو اس گرم کھانے کی گرمی کو برداشت نہیں کرسکتے، جہنم کی گرمی کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں!

حارثہ بن سراقہ اور یادِ قیامت

حارثہ بن سراقہ، پیغمبرؐ خدا کے ایک باوفا صحابی تھے۔ ایک روز صبح صبح پیغمبرؐ خدا سے ملاقات کی تو حضورؐ نے پوچھا: "اے حارثہ! تم نے کیسے صبح کی؟ تمہارا کیا حال ہے؟"

حارثہ نے جواب دیا "یا رسولؐ اللہ! میں نے حقیقی مؤمن ہوتے ہوئے صبح کی"۔

پیغمبرؐ خدا: اے حارثہ! ہر چیز کی کوئی نشانی ہوتی ہے، بتاؤ تمہارے ایمانِ حقیقی کی کیا نشانی ہے؟

حارثہ: شب بیداری، روزہ، نماز اور مناجاتِ خدا سے عشق رکھتا ہوں اور تصور کرتا ہوں کہ گویا حساب کا دِن آپہنچا ہے۔ حساب کتاب کے بعد بہشتی بہشت میں جارہے ہیں اور دوزخی دوزخ میں جارہے ہیں۔ میں دوزخیوں کی چیخ وپکار سن رہا ہوں۔ میرے کمزور اعضائے جسم میری عادت وریاضت کا ثبوت ہیں۔

پیغمبرؐ خدا: ذٰلِکَ رَجُلٌ اِمْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ بِالْاِيْمَان"۔

"حارثہ وہ مرد ہے، اللہ نے جس کے دل کا امتحان ایمان سے لیا ہے"۔

اس کے بعد فرمایا: "اے حارثہ! اب جبکہ تمہارا دل آگاہ ہوچکا ہے، تو اب اِس کی

حفاظت کرو"۔

حارثہ: یارسولؐ اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے مقامِ شہادت سے نوازے"۔

پیغمبرؐخدا: پروردگار! حارثہ کوشہادت کی سعادت عطافرما۔

ابھی زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ جنگِ اُحد واقع ہوئی۔حارثہ نے اُس میں شرکت کی اور شہید ہو گئے۔

پیغمبرؐخدا نے اُس کی شان میں فرمایا:

"اِنَّہُ فِیْ جِنَانٍ کَثِیْرَۃٍ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہُ لَفِی الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰی"۔

"حارثہ صرف ایک بہشت میں نہیں بلکہ کئی جنتوں میں ہے۔خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، وہ فردوسِ اعلیٰ میں ہے"۔

سلمانؓ اور یادِ قیامت

ہم جانتے ہیں کہ سلمانؓ درجہ ایمانی کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔اُن کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ قیامت اور اُس دن کے حساب کتاب کو بہت یاد کرتے تھے۔اس سلسلہ میں ہم آپ کی توجہ مختلف واقعات کی طرف دلاتے ہیں۔

ایک دن سلمانؓ کے گھر میں آگ لگ گئی۔اُنہوں نے قرآن اور اپنی تلوار کو پکڑا اور یہ کہتے ہوئے گھر سے باہر آ گئے:

"ھٰکَذَا یَنْجُو الْمُخَفَّفُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"۔

"کم سامان والے اس طرح قیامت کے دن نجات پائیں گے"۔

جب سلمانؓ مدائن میں داخل ہوئے تو استقبال کرنے والے لوگوں نے جناب سلمانؓ سے درخواست کی کہ وہ مدائن کے سرکاری محل میں اقامت اختیار کریں۔سلمانؓ نے

یہ تجویز قبول نہ کی اور اپنے لئے بازارِ مدائن میں ایک کمرہ کرایہ پر لینے کیلئے کہا تا کہ وہاں رہ کر عوامی مسائل حل کرسکیں۔

ایک سادہ سا کمرہ لیا گیا جہاں جنابِ سلمانؓ نے سکونت اختیار کی اور اُسی جگہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کیلئے عدالتِ عظمیٰ قائم کی۔

ایک دن سخت بارش ہوئی اور دریائے دجلہ میں طغیانی آ گئی۔ سیلاب کا پانی لوگوں کے گھروں اور دکانوں میں داخل ہوگیا اور بہت سے گھر اور باغات تباہ کر دیئے۔ جنابِ سلمانؓ کے کمرے میں بھی پانی بھر گیا۔ لوگ اپنے اثاثہ جات اور اپنے آپ کو بچانے کی فکر کر رہے تھے۔ جنابِ سلمانؓ نے بھی اپنا مختصر سا سامان جو صرف ایک سادہ دری، ایک عصاء، ایک مٹی کا لوٹا اور ایک پیالہ تھا، اُٹھایا اور ان کو لے کر کسی اونچی جگہ لے گئے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے:

"هٰكَذَا يَنْجُوا الْمُخَفَّفُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

"کم سامان والے اس طرح قیامت کے دن نجات پائیں گے"۔

اس موقع پر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

يَا سَاكِنَ الدُّنْيَا تَأَهَّبْ وَانتَظِرْيَوْمَ الْفِرَاقِ
وَ اَعِدَّ زَاداً لِلرَّحِيلِ فَسَوْفَ تُهْدِیِ بِالرِّفَاقِ
وَابْكِ الذُّنُوْبَ بِاَدْمُعٍ تَنْحَلُّ مِنْ سُحُبِ الاٰمَاقِ
يَا مَنْ اَضَاعَ زَمَانَهُ اَرَضِيْتَ مَا يُفْنِی بِبَاقِ

"اے دُنیا میں رہنے والے! جدائی کے دن کا انتظار کر۔ سفر پر نکلنے سے پہلے زادِ راہ اکٹھا کر۔ عنقریب کاروانِ موت تجھے دھکیل کر لے جائے گا۔ اپنے گناہوں کو یاد کر کے گریہ کر اور اپنی آنکھوں کی پلکوں سے آنسو گرا۔ تو نے اپنے فرصت کے لمحات ضائع کر

دیئے۔ جو وقت ضائع ہوگیا اور جو باقی بچا ہے، کیا تو اُس سے راضی ہے؟''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دن سلمانؓ شہر کوفہ کو عبور کر رہے تھے کہ آپ ایک لوہار کی دکان سے گزرے۔ وہاں ایک نوجوان کی چیخ کو سنا جو گر کر بیہوش ہوگیا۔ لوگ اُس کے اِردگرد جمع ہوگئے۔ جب لوگوں نے سلمانؓ کو دیکھا تو اُن کے پاس گئے اور کہا کہ یہ جوان غش کر گیا ہے، آپ اِدھر آئیں اور اُس کے کان میں دُعا پڑھیں کہ وہ ہوش میں آجائے۔

سلمانؓ اس نوجوان کے قریب آئے۔ جب اُس نوجوان نے جناب سلمانؓ کو دیکھا تو ہوش میں آگیا اور اُٹھ بیٹھا اور کہنے لگا:

''اے ابو عبداللہ! یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے غش کی بیماری ہے، حقیقت میں مجھے ایسی کوئی بیماری نہیں ہے۔ میری بیہوشی کی وجہ یہ تھی کہ میں اُس لوہار کی دکان کے قریب سے گزر رہا تھا، میں نے دیکھا کہ لوہار گرم لوہے کو ہتھوڑے سے کوٹ رہا تھا، اس منظر کو دیکھ کر مجھے سورۂ حج کی آیت 21 یاد آگئی، جس میں کافروں اور گناہگاروں کے عذاب کے بارے میں کہا گیا ہے:

''وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا''.

'مشرکین اور کافروں کیلئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب بھی وہ دوزخ سے باہر نکلنے کا اِرادہ کریں گے تو اُن کو اُس کے ذریعے واپس دھکیل دیا جائے گا''۔

خوفِ خدا اور عذابِ الٰہی کو یاد کر کے میں اپنے توازن کو برقرار نہ رکھ سکا، اس لئے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے بعد مجھے کچھ علم نہیں''۔

جنابِ سلمانؓ نے اُس جوان کو ایک باایمان فرد اور اپنا برادرِ دینی قرار دیا اور اُس

کے دوست بن گئے، یہاں تک کہ وہ جوان بیمار پڑ گیا۔ سلمانؓ اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ جب دیکھا کہ وہ قریب المرگ ہے تو عزرائیلؑ کو مخاطب کرکے کہنے لگے:

''اے ملک الموت! ہمارے اس بھائی سے نرم برتاؤ کرنا''۔

عزرائیلؑ نے جواب میں کہا: ''اے ابا عبداللہ!

''اِنِّیْ بِکُلِّ مُؤْمِنٍ رَفِیْقٌ''

''میں ہر مؤمن کا رفیق ہوں''۔

ایک دن سلمانؓ لوگوں سے گفتگو کررہے تھے اور دُنیا کے حادثات کے بارے میں بیان کررہے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھے تین چیزیں رُلاتی ہیں اور تین چیزیں ہنساتی ہیں۔

جو چیزیں مجھے رُلاتی ہیں، وہ یہ ہیں:

- جنابِ رسولِ خداؐ اور دوسرے دوستوں سے جدائی۔
- سکراتِ موت کی سختی۔
- بارگاہِ الٰہی میں پیشی جہاں سب چھپی ہوئی چیزیں بھی ظاہر ہوجائیں گی اور مجھے معلوم نہیں کہ میں بہشتی ہوں یا دوزخی۔

جو چیزیں مجھے ہنساتی ہیں، وہ یہ ہیں:

- غافل انسان جو غفلت نہ کرے۔
- انسان جو دُنیا میں مگن ہے اور موت اُس کی متلاشی ہے۔
- انسان کے قہقہے جسے یہ معلوم نہیں کہ خدا اُس سے راضی ہے یا ناراض!

قیامت کو یاد کرنے والے کا اعلیٰ مقام

مرحوم شیخ صدوق روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک روز سخت گرمی تھی۔ جنابِ رسولِ خداؐ ایک سایہ دار درخت کے نیچے چلے گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک شخص

بیابان سے آیا، اُس نے اپنی قمیص اُتار دی اور گرم ریت پر لوٹنے لگا۔ کبھی اپنے پیٹ کو گرم ریت سے مس کرتا اور کبھی اپنے پہلوؤں کو اور یہ کہتا تھا:

"یَانَفْسُ ذُوْقِیْ فَمَاعِنْدَاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَعْظَمُ مِمَّا صَنَعْتَ بِکَ".

"اے نفس! اس گرمی کا مزہ چکھ۔ عذاب الٰہی اس سے زیادہ سخت ہے"۔

جناب رسولِ خدا اس شخص کو دُور سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد اس شخص نے اپنے کپڑے پہنے۔ حضورؐ نے اُسے اشارے سے بلایا۔ جب وہ شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اُس سے پوچھا: "یہ بتاؤ کہ تم ایسا کیوں کر رہے تھے؟"

اُس نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! خدا کا خوف (قیامت میں عذاب الٰہی کا ڈر) باعث بنا کہ میں ایسا کروں"۔

جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "خدا سے ڈرنے کا یہی حق ہے اور اسی وجہ سے خدا کے ہاں تمہارا ایک مقام ہے۔ خدا اور اُس کے فرشتے تم پر فخر کر رہے ہیں"۔

پھر آپؐ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "آؤ! تاکہ یہ شخص تمہارے حق میں دعا کرے"۔

جب وہ آئے تو اُس شخص نے اس طرح دعا کی:

"پروردگار! ہم سب کو راہِ ہدایت پر قائم رکھ تقویٰ کو ہمارے لئے توشۂ آخرت اور بہشت کو ہماری منزل قرار دے"۔

موت۔ جہانِ باقی کا راستہ

یہ دُنیا، آخرت کی نسبت بہت چھوٹی ہے۔ موت فنا ہونے کا نام نہیں، بلکہ ایک تنگ جگہ سے کھلی فضا میں جانے کا نام ہے۔ قرآن مجید موت کے بارے میں فرماتا ہے:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ" (عنکبوت:57)

"ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

موت، انسان کو بند پنجرے سے رہائی دینے کا نام ہے۔ لہٰذا کوئی یہ فکر نہ کرے کہ موت آنے سے ہر چیز فنا ہو جائے گی، بلکہ یہ تو قیامت کے مراحل اور اُس کے بعد بہت وسیع و عریض جہان میں داخل ہونے کا نام ہے۔

قیامت کی گزرگاہیں

گزرگاہ، جس کو عربی میں عقبہ کہتے ہیں۔ یہ وہی عقبات ہیں جو مرنے کے بعد پیش آئیں گی۔ ان میں پُلِ صراط ایک گزرگاہ ہے جس کا عبور انتہائی دُشوار ہے۔ اس کیلئے کچھ وسائل چاہئیں جن کے نہ ہونے پر انسان سقوط کر جائے گا۔ اس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے (سورہ بلد: آیات 11 تا 18):

"فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ. وَمَا اَدْرَاكَ مَاالْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ. اَوْاِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ. يَتِيْماً ذَامَقْرَبَةٍ اَوْمِسْكِيْناً ذَامَتْرَبَةٍ. ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْاوَ تَوَاصَوْابِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْابِالْمَرْحَمَةِ. اُولٰئِكَ اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ".

"پس اُس نے نہیں عبور کیا مشکل راستے کو اور تجھے کیا خبر کہ مشکل راستہ کیا ہے! گردن آزاد کرنا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا قرابت دار یتیم کو یا مفلس مسکین کو۔ پھر (ان صفات کے علاوہ) ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی وصیت کریں۔ ایسے لوگ وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ہوگا"۔

حضرت علی علیہ السلام اس مرحلہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تَجَهَّزُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، فَقَدْ نُوْدِيَ فِيْكُمْ بِالرَّحِيْلِ وَ اَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا، وَانْقَلِبُوْا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، فَاِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُوْداً، وَمَنَازِلَ مَخُوْفَةً مَهُوْلَةً، لَابُدَّ مِنَ الْوُرُوْدِ عَلَيْهَا، وَالْوُقُوْفِ عِنْدَهَا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ وَكَاَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ.

''اپنے سامان کو باندھ لو کیونکہ آخرت کی طرف چلنے کیلئے گھنٹی بج چکی۔ دُنیا میں رہنے کی خواہش کو کم کرو، نیک اور صالح اعمال کے زادِ راہ کے ساتھ پلٹ جاؤ کیونکہ تمہارے آگے سخت اور خوفناک منزلیں ہیں جن میں جانا ناگزیر ہے۔ وہاں پر تمہارا توقف ہوگا۔ یہ جان لو کہ موت کی نگاہ تم پر ہے، گویا اس نے تمہیں جال میں لے لیا ہے۔ بدکرداری مشکلاتِ زندگی اور دیگر سختیوں نے موت کو تمہارے دل سے دُور کر دیا ہے۔ اس لئے دُنیا کے ساتھ دلچسپی کو خود کم کر دو اور اپنی کمر کو تقویٰ کے کمر بند سے باندھ لو''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دردناک مراحل قیامت کا ذکر اور روزِ محشر پر یقین انسان کی اصلاح اور شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے یعنی انسان گناہ کا راستہ چھوڑ کر سعادت وخوش بختی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ نجاستوں کو چھوڑ کر طہارت کے طریقوں کو اپناتا ہے اور یہی اس کتاب کے لکھنے کا مقصد ہے۔

اُمید ہے کہ ہم سب اس تھوڑی سی دُنیاوی زندگی کیلئے اپنی بہت لمبی آخرت کی زندگی کو قربان نہیں کریں گے بلکہ اسے آخرت کی ابتداء سمجھیں گے۔

امام سجاد علیہ السلام آخرت کے مراحل کو یاد کر کے خدا کی بارگاہ میں دُعائے ابوثمالی میں اس طرح عرض کرتے ہیں:

"فَمَالِیْ لَا اَبْکِیْ؟ اَبْکِیْ لِخُرُوْجِ نَفْسِیْ. اَبْکِیْ لِظُلْمَةِ قَبْرِیْ، اَبْکِیْ لِضِیْقِ لَحْدِیْ، اَبْکِیْ لِسُؤالِ مُنْکَرٍ وَ نَکِیْرٍ اِیَّایَ، اَبْکِیْ لَخُرُوْجِی مِنْ قَبْرِی عُرْیَانًا ذَلِیْلاً، حَامِلاً ثِقْلِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ، اَنْظُرُ مَرَّةً عَنْ یَمِیْنِیْ، وَاُخْریٰ عَنْ شِمَالِیْ، اِذِالْخَلَائِقُ فِیْ شَأنٍ غَیْرَ شَأنٍ، لِکُلِّ امْرِءٍ یَوْمَئِذٍ شَأنٌ یُّغْنِیْهِ".

"میں کیوں نہ روؤں؟ میں اُس وقت کو یاد کر کے روتا ہوں جب انسان کی روح جسم سے الگ ہوگی۔ میں قبر کی تنگی و تاریکی پر روتا ہوں۔ میں منکر ونکیر کے سوالوں کو یاد کر کے روتا ہوں۔ میں قبر سے عریاں نکلنے کے وقت کو یاد کر کے روتا ہوں۔ اپنے اوپر بھاری (گناہوں کے) وزن کو یاد کر کے روتا ہوں۔ جب انسان اپنے دائیں اور بائیں نگاہ کرے گا تو لوگوں کو مختلف شکلوں میں دیکھے گا اور جب لوگوں کو ایک دُوسرے سے کوئی سروکار نہ ہوگا، ہر ایک کو اپنی نجات کی فکر ہوگی"۔

اس کتاب میں

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب جان لیں کہ یہاں سب سفرِ آخرت کے مسافر ہیں اور ہمیں جن مراحل سے گزرنا ہے، ہمیں اُن کا علم ہونا چاہئے اور اُس کیلئے توشہ سفر اکٹھا کرنا چاہئے۔

اس کتاب میں ہم نے قیامت کے دس مراحل کا ذکر کیا ہے جو عالم برزخ کے بعد بہشت یا دوزخ کے دروازے تک پہنچنے سے پہلے آئیں گے، جو یہ ہیں:

1۔ قیامت کی نشانیاں۔

2۔ صور کا پھونکنا۔

3۔ قبروں سے نکلنا

4۔ اعراف ۔

5۔ پُلِ صراط

6۔ حوضِ کوثر

7۔ میزان کا قائم ہونا (شکایات اور گواہوں کا بلایا جانا)۔

8۔ شفاعت۔

9۔ بہشت کے دروازے۔

10۔ دوزخ کے دروازے۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب آخرت میں پیش آنے والے واقعات پر کچھ روشنی ڈالے گی، جو ہم سب کیلئے باعثِ عبرت ہوگی اور ہمارے اُوپر مثبت اثر چھوڑے گی۔

والسلام

محمد محمدی اشتہاردی

حوزہ علمیہ، قم۔

باب اوّل

قیامت کی نشانیاں

قرآنی آیات اور احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے کچھ واقعات وحادثات رونما ہوں گے جو اس کے جلد آنے کی خبر ہوں گے۔ انہی واقعات وحادثات میں سے کچھ تو واقع ہو چکے ہیں اور کچھ کا ابھی انتظار باقی ہے۔ ہم اس بنیاد پر ان تمام نشانیوں کو تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں جو اس طرح ہیں:

1۔ دُنیا کے آخر میں رونما ہونے والے واقعات۔

2۔ وحشت ناک حادثات جن کے بعد قیامت آجائے گی۔

3۔ واقعات جو قیامت شروع ہونے کے بعد ہوں گے (صور کا پھونکنا، مُردوں کا قبروں سے نکلنا، حشر ونشر وغیرہ)۔

وہ واقعات جو قیامت شروع ہونے کے بعد ہوں گے، مثلاً صور کا پھونکا جانا، لوگوں کا قبروں سے نکلنا اور حشر ونشر کا برپا ہونا، یہ ایسے موضوعات ہیں جن کو الگ الگ ابواب میں بیان کیا جائے گا۔ اس باب میں صرف پہلی دو نشانیوں پر ہی بحث کی جائے گی۔

(ا)۔ آخرِ دُنیا کے اہم حادثات

ہماری دُنیا کا جب اختتام ہوجائے گا اور قیامت نزدیک ہوگی تو ایسے واقعات رونما ہوں گے جنہیں "اَشرَاطُ السَّاعۃ" (قیامت سے قبل کی نشانیاں) کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

"فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ

جَاءَ اَشْرَاطُھَا". (سورہ محمدؐ:18)

"کیا وہ (منکرین قیامت) اس انتظار میں ہیں کہ قیامت اچانک آجائے (تو اُس وقت وہ ایمان لائیں گے) حالانکہ اُس کی نشانیاں تو آچکی ہیں"۔

اس آیت میں یہ تو بیان کیا گیا ہے کہ قیامت برپا ہونے کی شرائط پوری ہورہی ہیں لیکن اُن شرائط کو واضح طور پر بیان نہیں کیا گیا۔

کچھ مفسرین کے نزدیک یہ وہ نشانیاں ہیں جو انسان کو قیامت کے قریب ہونے کی خبر دیتی ہیں اور یہ نشانیاں ظاہر ہوچکی ہیں، مثلاً نبی آخر الزماں کی بعثت اور معجزہ شق القمر (چاند کے دوٹکڑے ہونے کا واقعہ) اِن دونوں نشانیوں پر مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔

اہل شیعہ اور اہل تسنن دونوں نے شرائطِ قیامت کو وہ نشانیاں قرار دیا ہے جو قیامت برپا ہونے سے پہلے ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے کچھ تو ظاہر ہوچکی ہیں اور کچھ ہونے والی ہیں۔

قربِ قیامت کی دونشانیاں قرآن کی نظر میں

قرآن میں قیامت کے نزدیک ہونے کی دونشانیاں بیان کی گئی ہیں کہ اُن میں سے ایک ظاہر ہوچکی ہے یعنی شق القمر اور دُوسری (آسمان کا گہرے دھوئیں سے بھر جانا) ابھی ظاہر ہونا ہے۔

1۔ قرآن مجید پہلی نشانی کے بارے میں کہتا ہے:

"اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ". (سورہ قمر:1)

"قیامت نزدیک ہوگئی اور چاند بھی (دو) ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا"۔

اس آیت کی رُو سے چاند کا دوٹکڑے ہونا جو پیغمبرؐ خدا کے زمانۂ حیات میں مکہ میں معجزہ رونما ہوا تھا، قیامت کے نزدیک ہونے کی ایک بڑی نشانی ہے۔

2۔ دُوسری نشانی کے بارے میں قرآن میں یوں ذکر ہوا ہے:

"فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ".

"(اے پیغمبرؐ)! اُس دن کا انتظار کرو جس دن آسمان پر چاروں طرف دھواں چھا جائے گا"۔(سورۂ دخان: 10)

اس آیت کے بارے میں مفسرین نے بہت سی باتیں لکھی ہیں لیکن وہ تفسیر جو روایات کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے، یہ ہے کہ چاروں طرف سے گہرا دھواں چھانے سے خدا کے رحم و کرم کا پتہ چلتا تھا۔ وہ اپنے عذاب کو گھٹا کر اہل ایمان کیلئے اسے اپنی نشانی تو قرار دیتا ہے لیکن حقیقت میں بڑے عذاب کو ٹال رہا ہے۔اس کے باوجود کفار ایمان نہیں لائیں گے۔

شق القمر۔قربِ قیامت کی نشانی

شق القمر یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور پھر آپس میں مل جانا پیغمبرؐ خدا کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ یہ عجیب و غریب واقعہ بعثت کے شروع میں پیش آیا۔لیکن بعض روایات کے مطابق یہ واقعہ ہجرت سے تھوڑی دیر پہلے رونما ہوا۔تفصیلات اس طرح ہیں:

مشرکین میں سے کچھ نے کہا کہ سحر اور جادو تو زمینی چیزوں پر اثر کرسکتا ہے۔ اگر ہم اطمینان چاہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے معجزات جادو نہیں تو پھر ہمیں اُن سے ایسے کام کیلئے کہنا چاہیئے جو زمین پر نہ ہو بلکہ آسمان پر ہو۔سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں پیغمبرؐ سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔پس وہ اکٹھے ہو کر آئے اور پیغمبرؐ خدا سے یہی مطالبہ کیا۔

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ سب مشرکین مل کر رسولِؐ خدا کے پاس آئے اور کہا: "اگر آپؐ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں"۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر میں یہ کام انجام دے دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟''

اُن سب نے جواب دیا: ''جی ہاں''۔

وہ چاند کی چودھویں کی رات تھی۔ چاند آسمان پر اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ پاک پیغمبرؐ نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی:

''پروردگار! مشرکین مجھ سے معجزہ طلب کر رہے ہیں''۔

بس آپ کا دُعا مانگنا تھا کہ آسمان پر چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ پیغمبرؐ خدا نے مشرکین میں سے افراد کو نام پکار پکار کر بلایا اور کہا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، جس کا تم مطالبہ کر رہے تھے۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھے قسم ہے پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، چاند اس طرح دو ٹکڑے ہوا کہ دو ٹکڑوں کے درمیان کوہِ حرا کو دیکھ سکتا تھا۔

مشرکین نے اس منظر کو دیکھا لیکن پھر منکر ہوگئے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ اگر محمدؐ نے تمہیں سحر کر دیا ہے تو باقی دُنیا کو تو سحر نہیں کیا۔ ابھی صبر کرو تا کہ ہمارے مسافر جو شام، یمن اور دُوسرے ممالک میں گئے ہوئے ہیں، وہ سفر سے واپس آجائیں۔ ہم اُن سے پوچھیں گے کہ کیا اُنہوں نے چاند کو دو ٹکڑے دیکھا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے کہ کام خدا کی طرف سے ہے یا صرف جادو ہے۔

اسی دوران یہ آیت اُتری:

''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ''. (سورہ قمر: 1)

''قیامت نزدیک ہوگئی اور چاند بھی (دو) ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا''۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ جب مسافر واپس لوٹے اور اُن سے مشرکین نے پوچھا تو

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ اس کے باوجود مشرکین ایمان نہ لائے اور یہی کہا کہ یہ جادو ہے، یہ سحر ہے۔

آسمان پر گہرا دھواں

جیسا کہ مختصراً پہلے بیان ہو چکا کہ قیامت کے نزدیک ہونے کی دُوسری نشانی جو خداوندِ بزرگ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے، وہ آسمان پر گہرے دھوئیں کا ظاہر ہونا ہے۔ یہ دھواں سارے آسمان پر چھا جائے گا۔ یہ احوالِ دُنیا کے بدلتے ہوئے انداز کی وجہ سے ہوگا۔ جب دُنیا میں جگہ جگہ مادۂ انفجار پھٹ پڑیں گے تو اُس وقت فضا میں گہرے دھوئیں چھا جائیں گے اور اسی کو پروردگار نے اپنے کلام میں فرمایا:

”فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِيْنٍ. يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ“.

گہرے دھوئیں کا چھا جانا قیامت کے قرب کی ایک نشانی ہے۔ گہرے دھوئیں سے مجرموں کے دل دہل جائیں گے اور وہ خوفزدہ ہو جائیں گے۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک ہونے کی چار علامتیں ہیں:

1۔ ظہورِ دجال۔

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول۔

3۔ سرزمین عدن سے آگ کا نکلنا۔

4۔ آسمان پر دھوئیں کا چھا جانا۔

حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا: ”یا رسولؐ اللہ! دھوئیں سے کیا مراد ہے؟“

آپؐ نے سورۂ دخان کی آیت 10 تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یہ دھواں مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا اور متواتر چالیس دن رات تک چھایا رہے گا۔ مؤمن کی حالت تو

زُکام میں گرفتار جیسے افراد کی طرح ہوگی لیکن کافر لوگ اس میں مست ہوجائیں گے۔دھواں اُن کے کان ناک سے نکلے گا۔

قیامت کے قرب کی دس نشانیاں

قرآن میں قیامت کے قرب کی دونشانیاں بیان کی گئی ہیں اور پیغمبرؐ خدا کے اس کلام کی تائید بھی کرتی ہیں جس میں پیغمبرؐ نے فرمایا:

"بُعِثْتُ اَنَاوَالسّٰاعَۃُ کَھٰا تَیْنِ وَضَمَّ السَّبابَۃَ وَ الْوُسْطٰی".

"میں اور قیامت اس طرح ہیں جیسے میری یہ دو اُنگلیاں"۔

اشارہ اپنی وسط والی اُنگلی کی طرف کیا۔

آپؐ نے مزید فرمایا:

"مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یَرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَظْھَرَ الْجَھْلُ وَیُشْرَبَ الْخَمْرُوَیَفْشُو الزِّنَا".

"قیامت آنے کی شرائط میں سے یہ بھی ہیں کہ قیامت کے نزدیک علم غائب ہو جائے گا، جہل چھا جائے گا، شراب پی جانے لگے گی اور زنا عام ہوجائے گا" (تفسیر نور الثقلین: ج5، ص 37)۔

حضرت علی علیہ السلام پیغمبرؐ خدا سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عَشْرٌ قَبْلَ السَّاعَۃِ لَاُ بُدَّ مِنْھَا؛ اَلسُّفْیَانِیُّ وَ الدَّجَّالُ وَالدُّخَانُ وَالدَّابَۃُ وَخُرُوْجُ الْقَائِمِ،وَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا وَ نُزُوْلُ عِیْسٰی وَ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ، وَ

نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ''. (بحار: ج52،ص209)

''دس حادثات ایسے ہیں جو یقیناً قیامت برپا ہونے سے پہلے رونما ہوں گے:

1۔ دجال کا آنا۔ 2۔ سفیانی کا آنا۔

3۔ حشرات کا نکلنا۔ 4۔ دھویں کا چھانا۔

5۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور۔

6۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

7۔ حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین پر اترنا۔

8۔ زوالِ جزیرۃ العرب۔ 9۔ زوالِ مشرق۔

10۔ عدن سے آگ کا بھڑکنا جو لوگوں کو میدانِ محشر تک لے جائے گی''۔

ب)۔ قیامت کے قریب وحشتناک حادثات

قیامت کے قریب بہت سے وحشت ناک حادثات و واقعات رونما ہوں گے۔ ان سے نظامِ شمسی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ زمین نیا رخ اختیار کرے گی۔ عادی نظام میں دن رات چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے، لیکن نئے حالات میں زمین ایسے کرہ میں قرار پائے گی کہ اس کا ایک دن ہزار سال یا پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

''فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ''. (سورہ سجدہ:5)

یہ اختلاف کہ قیامت کا دن ہزار سال یا پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، شاید اس لئے ہے کہ بعض روایات کے مطابق قیامت کے روز ایسے پچاس مقامات ہوں گے جہاں انسان کو رکنا پڑے گا۔ اگر ایک مقام پر ہزار سال کے برابر لگیں تو کل مدت پچاس ہزار سال ہوجائے گی۔ قرآن مجید میں یومِ قیامت کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ". (سورۂ ابراہیم:48)

"جس دن بدلی جائے گی یہ زمین دُوسری زمین سے اور آسمان بھی۔ اور پیش ہوں گے سب، اللہ کے حضور جو یکتا ہے اور زبردست قوت کا مالک ہے"۔

اُس دن تمام چیزیں ایک دفعہ ختم ہونے کے بعد نئی زندگی حاصل کریں گی اور انسان نئی شرائط کے ساتھ اُس دُنیا میں قدم رکھے گا۔ وہ ایسا زمانہ ہوگا جس کی تمام چیزیں ہماری موجودہ دُنیا سے مختلف ہوں گی۔ اس کی مثال ایسے ہی ہوگی جیسے ایک نوزائیدہ بچہ اس دُنیا میں قدم رکھتا ہے۔ اس دُنیا کی تمام شرائط اُس کی پچھلی زندگی سے اختلاف رکھتی ہیں۔

اِن سب خبروں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ اُس دن کے پہنچنے تک کتنے بڑے انقلاب پیش آئیں گے جن کا تصور کرکے انسان کانپ جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات میں غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ بڑے بڑے حادثات اس طرح رونما ہوں گے کہ ایک تو یہ دُنیا کے اختتام کی خبر دیں گے اور دوسرا قربِ قیامت کی نشانیاں ہوں گے، مثلاً:

1۔ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔

2۔ دریاؤں میں طغیانی۔

3۔ زلزلوں کا آنا۔

4۔ چاند، سورج اور ستاروں کا تاریک ہوجانا۔

5۔ کرہ ہائے آسمانی کا پھٹ جانا۔

ہم یہاں قارئین کی مزید توجہ کیلئے ہر ایک نشانی کے بارے میں، جن قرآنی آیات میں ان کا تذکرہ آیا ہے، بیان کریں گے۔

پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا

قرآنی آیات کے مطابق تمام پہاڑ مرحلہ وار ریزہ ریزہ ہوں گے۔ سب سے پہلے پہاڑوں میں زلزلہ آئے گا۔

"یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ". (مزمل:14)

"اُس دن زمین اور پہاڑوں میں سخت زلزلہ آئے گا"۔

دوسرے مرحلہ میں زمین اور پہاڑ اپنی اپنی جگہ چھوڑ دیں گے۔

"وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ". (الحاقہ:14)

"زمین اور پہاڑ اُٹھا لئے جائیں گے"۔

اس کے بعد کے مرحلہ میں پہاڑ متحرک ہو کر چلنا شروع کر دیں گے۔

"وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْراً". (طور:10)

"اور چل پڑیں گے پہاڑ ایک خاص انداز سے"۔

اس کے بعد ایسا مرحلہ آئے گا کہ پہاڑوں کو چکنا چور کر دیا جائے گا۔

"فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً". (الحاقہ:14)

"پھر یکا یک چکنا چور کر دیئے جائیں گے"۔

اس کے بعد یہ پہاڑ ریت کے تودوں کی مانند ہو جائیں گے۔

"وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْباً مَّهِيْلاً". (مزمل:14)

"اور پہاڑ ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے"۔

پھر ان کی حالت روئی کے گالوں کی مانند ہو جائے گی جو تیز ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اِدھر اُدھر حرکت کریں گے اور آسمان پر جگہ جگہ صرف پہاڑ ہی اُڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔

"وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ". (قارعہ:5)

"اور پہاڑ ایسے ہوجائیں گے جیسے دھنکی ہوئی اُون"۔

اِن مراحل کے بعد پہاڑ مانندِ سراب نظر آئیں گے۔

"وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا". (نباء:20)

"اور پہاڑ چلائے جائیں گے اور وہ چمکتی ہوئی ریت کی مانند ہوجائیں گے"۔

انجام کار یہ تمام پہاڑ صفحۂ ہستی سے غائب ہوجائیں گے۔

"فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا". (طٰہٰ:106)

"پھر اُن کی جگہ چٹیل میدان کردے گا"۔

دریاؤں میں طغیانی

دریاؤں میں طغیانی کے بارے میں بھی قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں جن کو دریاؤں کے پھٹنے یا اُبلنے یا طغیانی کے معنوں میں تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ قرآن پاک میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

"وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ". (تکویر:6)

"اور جب دریاؤں میں آگ لگ جائے گی"۔

"وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ". (انفطار:3)

"اور جبکہ دریا بہہ کر مل جائیں گے"۔

اِن آیات میں غور کرنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے دھماکے اور واقعات پیش آئیں گے جن کی وجہ سے دریاؤں اور سمندروں میں عجیب طغیانی آجائے گی اور ایک دریا یا سمندر کا پانی دوسرے دریاؤں اور سمندروں کے پانی کے ساتھ مل جائے گا۔ روئے زمین پر اتنی آگ اور تپش ہوگی کہ دریاؤں اور سمندروں میں

پانی جوش کھا جائیں گے۔ یہ حالات خود اس چیز کا ثبوت ہیں کہ قرب قیامت میں عجیب و غریب اور وحشت ناک واقعات رونما ہوں گے۔

زمین میں زلزلے

جب قیامت نزدیک ہوگی تو زمین بڑے بڑے زلزلوں کی زد میں آجائے گی۔ قرآن پاک میں ان کے بارے میں ذکر آیا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریکٹر سکیل پر اس کی قوت 20 یا اس سے بھی زیادہ ہوگی کیونکہ ان زلزلوں کی وجہ سے مردے قبروں سے باہر گر جائیں گے۔لیکن بعض زلزلوں کی قوت کم ہوگی۔ یہاں اس سلسلہ میں چند آیاتِ قرآنی بیان کی جاتی ہیں:

"یَا اَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ".

"اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے"۔(سورۃ حج:1)

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشادِ پروردگار ہے:

"وَاِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا. وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا"

"جبکہ زمین ایسے ہلائی جائے گی جیسے ہلائے جانے کا حق ہے اور پہاڑ ایسے اُکھاڑ دیئے جائیں گے جیسے پہاڑ اُکھاڑے جانے کا حق ہے"۔(واقعہ:4،5)

پس مختصر یہ کہ قیامت کے نزدیک آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ زلزلے آنے شروع ہوں گے اور اُن کی شدت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس کیفیت سے معلوم ہوجائے گا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے۔

سورج، چاند اور ستاروں کا بے نور ہونا

قیامت کے نزدیک ہونے کی ایک اور بڑی نشانی یہ ہے کہ نظامِ شمسی درہم برہم ہوجائے گا، جس سے سورج، چاند اور ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ اُن سے نور چھن جائے گا اور وہ تاریک ہوجائیں گے۔ قرآن کی بہت سی آیات اس کیفیت کو اس طرح بیان کرتی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"وَاِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَالنُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ".

"جبکہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی اور جبکہ تاروں کی روشنی جاتی رہے گی"۔ (تکویر: 1، 2)

اسی طرح ایک اور آیت میں اس طرح ارشاد ہے:

"فَاِذَاالنُّجُوْمُ طُمِسَتْ". (مرسلات: 8)

"جبکہ ستارے ماند پڑ جائیں گے"۔

قیامت کی منظر کشی کرتی ہوئی ایک اور آیت اس طرح ہے:

'فَاِذَابَرِقَ الْبَصَرُ. وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ'.

تو جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند کو گہن لگ جائے گا اور سورج اور چاند جمع کردیئے جائیں گے۔ انسان اُس دن کہے گا کہ اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے"(سورۃ قیامت: آیات 7 تا 10)۔

افلاکِ آسمانی کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا

قیامت کے نزدیک ہونے کی ایک اور نشانی قرآن نے بتائی ہے۔ اس کو بھی قرآن کی مختلف آیات واضح کرتی ہیں۔ قیامت آنے سے پہلے افلاکِ آسمانی ٹکڑے ٹکڑے

ہو جائے گا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

"اِذَاالسَّمَاءُ انْشَقَّتْ". (انشقاق:1)

"جب آسمان پھٹ جائے گا"۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

"وَاِذَاالسَّمَاءُ فُرِجَتْ". (مرسلات:9)

"اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا"۔

"یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَاءُ کَالْمُھْلِ". (معارج:8)

"جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا"۔

"وَاِذَاالْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ". (انفطار:2)

"اور جب ستارے گر کر تتر بتر ہو جائیں گے"۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"اِنَّھَا تَنْشَقُّ مِنَ الْمَجَرَّةِ".

"آسمان اُس دن کہکشاں سے جدا ہو جائیں گے"۔

آیاتِ قرآنی، فرمانِ معصومینؑ اور دیگر مفسرین کے مطابق قیامت کے قریب ہر شے اور ہر نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ زندگی کو جس زاویہ سے بھی دیکھیں گے، اُس میں انقلاب نظر آئے گا۔

یہ قیامت کے نزدیک آنے کی نشانیاں تھیں جو مختصراً بیان کی گئیں۔ اِن سے ہمیں دِلوں کو ہلا دینے والی یہ خبر ملتی ہے کہ یہ دُنیا، یہ کرہ ارض، یہ سورج، یہ چاند اور ستارے سب فانی ہیں۔ کسی بھی چیز کو بقا نہیں اور ہمیں یہ پتا چل جانا چاہئے کہ خدا کی ذات کے علاوہ سب کچھ فانی ہے۔ اپنے دِل کو اِن عارضی چیزوں میں نہیں لگانا چاہئے بلکہ اِن کو تو صرف

آخرت تک پہنچنے کیلئے وسیلہ سمجھنا چاہیے۔ دُنیاوی انقلابات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ۔خدا کی نافرمانی سے ڈرنا چاہیے اور یہ جان لینا چاہیے کہ دردناک عذاب مجرموں کے پیچھے پیچھے ہے۔خدا کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے پاک و پاکیزہ زندگی گزارنی چاہیے اور عاقبت بالخیر کی طرف قدم بڑھانے چاہئیں۔

(ج)۔ آغازِ قیامت کے آثار

ہم دُنیا کے ختم ہونے سے پہلے جو اہم حادثات رونما ہوں گے اور قیامت کے قریب جو وحشت ناک واقعات پیش آئیں گے، کے بارے میں بیان کر چکے ہیں۔اب ہم آغازِ قیامت کے بارے میں بحث کریں گے۔اس کی بھی کچھ نشانیاں ہیں جو یہاں درج کی جارہی ہیں:

1۔ یہ زمین اپنی ہیئت ہی بدل لے گی۔اس کے بارے میں قرآن میں سورۂ ابراہیمؑ کی آیت 48 میں ذکر کیا گیا ہے۔

2۔ شدید زلزلے آئیں گے جو زمین کو پھاڑ دیں گے اور زمین مردوں کو قبروں سے باہر پھینک دے گی۔اس کے بعد صور پھونکا جائے گا۔اس کا بیان سورۂ زلزال آیات 1 اور 2، سورۂ انشقاق آیت 4، سورۂ نازعات آیات 6 اور 7 اور سورۂ زمر آیت 68 میں ہوا ہے۔

3۔ زمین کا اُلٹنا پلٹنا اور لوگوں کا حشر نشر قیامت کے شروع ہونے کی نشانیوں میں سے ہیں۔اسی چیز کو پروردگار نے قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے:

”وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً وَ حَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا“. (کہف:47)

”جس دن پہاڑوں کو ہم چلائیں گے اور تم زمین کو کھلا ہوا دیکھو گے اور ہم ان کو

اس طرح جمع کرلیں گے کہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے“۔

سورہ طٰہٰ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا. فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا. لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا. يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا.

”اور یہ لوگ تم سے پہاڑوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔ تم یہ کہہ دو کہ میرا پروردگار اُن کو ذرہ ذرہ کردے گا اور پھر اُن کی جگہ چٹیل میدان کردے گا جس میں نہ تم موڑ دیکھو گے اور نہ کوئی ٹیلا ٹیکرا۔ جس دن وہ سب ایک بلانے والے کے پیچھے چلے جائیں گے جس سے کوئی عدول نہ کرے گا اور خوفِ خدا سے آوازیں پست ہوجائیں گی اور تم کو کچھ کھسر پھسر ہی سنائی دے گی“ (سورہ طٰہٰ: آیات 105 تا 108)۔

علامہ طبرسیؒ اس روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ثقیف خاندان کے ایک مرد نے مکہ میں جناب رسولِ خداؐ سے سوال کیا:

”یا رسولؐ اللہ! یہ پہاڑ جو وزن و حجم میں بہت بڑے بڑے ہیں اور جن کی چوٹیاں آسمان کو چھو رہی ہیں، قیامت کے روز کس طرح ہوں گے؟“

اس کے جواب میں سورہ مزمل کی آیت 14 نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اے میرے محبوبؐ! تم کہہ دو کہ میرا پروردگار اُن کو حرکت میں لے آئے گا اور وہ ریت کے ذرّوں کی مانند ہوا میں اُڑتے پھریں گے۔ اُس وقت ایک تیز ہوا چلے گی اور ان پہاڑوں کو اپنے ساتھ اُڑا کر لے جائے گی اور اس طرح زمین صاف ہوجائے گی۔

زمین پر کوئی ایسی چیز ہی نہ بچے گی جو زمین کی سطح سے اونچی ہو۔ زمین بالکل ہموار ہوجائے گی۔ اس میں کوئی نشیب وفراز نہ رہے گا۔

زمانہ قدیم سے ایک مثال دی جاتی ہے کہ زمین اتنی ہموار ہوجائے گی کہ اگر زمین کے ایک طرف مرغی کا انڈا رکھ دیا جائے تو وہ زمین کی دوسری طرف سے دکھائی دیگا۔

مؤمنین کی خوشحالی

قیامت کے روز بڑے بڑے حادثات رونما ہوں گے اور ہر انسان کو انہیں طے کرنا ہوگا تاکہ میدانِ حشر تک جا پہنچے۔ قیامت کے دن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا دورانیہ ایک ہزار سال یا پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ یہ ایک بہت ہی مشکل مرحلہ ہوگا۔ مؤمنین اور پرہیزگار انسان تو اس مشکل مرحلہ کو آسانی سے طے کرلیں گے لیکن مجرم اور گناہگار لوگوں پر یہ مرحلہ بہت سخت اور مشکل ہوگا اور اللہ کا عدل بھی یہی تقاضا کرتا ہے۔

اس چیز کو واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں یوں فرماتا ہے:

"یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ. وَ تَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنفُوْشِ. فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ. فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ. وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ. فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ. وَمَآ اَدْرٰکَ مَاهِیَهْ. نَارٌ حَامِیَةٌ".

"وہ دن ہے جس دن آدمی ایسے ہوجائیں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہوجائیں گے جیسے دھنکی ہوئی اون۔ پس جس کے اعمال کی تول بھاری اُترے گی، وہ تو خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جس کے اعمالِ نیک کی تول کم اُترے گی، اُس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور تم کیا سمجھتے ہو کہ وہ کیا ہے؟ دہکتی ہوئی آگ ہے"۔ (سورۂ قارعہ: آیات 4 تا 11)

ایک روز ایک مغرور شخص نے سلمانؓ فارسی کو ذلیل سمجھتے ہوئے کہا: "اے

سلمانؓ! تم کون ہو؟ تمہارا حسب ونسب کیا ہے؟ تمہاری حیثیت کیا ہے؟''

سلمانؓ نے اُس کے جواب میں فرمایا:

"اَمَّا اَوَّلِیْ وَاَوَّلُکَ فَنُطْفَةٌ قَذِرَةٌ وَاَمَّا آخِرِیْ وَآخِرُکَ فَجِیْفَةٌ مُنْتِنَةٌ فَاِذَاکَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ وَنُصِبَتِ الْمَوَازِیْنُ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ فَهُوَ الْکَرِیْمُ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ فَهُوَ اللَّئِیْمُ".

''ہاں! میری اور تیری ابتداء تو ایک نطفہ آلودہ تھی اور تیرا اور میرا انجام مردار ہے اور جب قیامت کا دن آئے گا اور میزانِ الٰہی قائم ہوگا اور جس کا (نیکیوں والا) پلڑا بھاری ہوگا تو وہ شریف اور کریم ہوگا اور جس کا (نیکیوں والا) پلڑا ہلکا ہوگا، وہی لعنتی اور ذلیل ہوگا''۔

سورہ قیامت میں ارشاد ہوتا ہے:

"وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. اِلٰی رَبِّهَانَاظِرَةٌ. وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ. تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَافَاقِرَةٌ".

''کچھ چہرے تو اُس دن چمکتے ہوں گے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے اور کچھ چہرے اُس دن اُداس ہوں گے اور یہ گمان کرتے ہوں گے کہ کمر توڑنے والی مصیبت ہم پر پڑے گی'' (سورہ قیامت: آیات 22 تا 25)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اِن آیات کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اُس روز کچھ چہرے انتہائی خوش وخرم ہوں گے۔ وہ اپنے پروردگار سے انعامات وکرامات وصول کرنے کے انتظار میں ہوں گے۔

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا مرحلہ کچھ افراد کیلئے انتہائی آسان اور

باعثِ خوش بختی ہوگا لیکن کچھ افراد کیلئے پریشانی اور باعثِ درد ورنج ہوگا۔ ہم سب کو دُعا کرنی چاہئے کہ خدائے قدوس ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب قیامت کے روز سرخرو اُٹھیں، نہ کہ سیاہ رُو۔

دُعائے حضرت ابراھیمؑ اور ماریا

حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کا زمانہ تھا۔ ایک بوڑھا عبادت گزار جس کا نام ماریا تھا، ایک پہاڑ اور دریا کے کنارے عبادتِ خدا میں مصروف تھا۔ اس عابد نے ایک طولانی عمر پائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سیر کرتے ہوئے اُدھر نکل گئے اور آپؑ نے اُس بوڑھے عابد کو دیکھا، حضرت ابراہیمؑ اُس کے پاس گئے۔ اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے، اُس سے گفتگو کرنے لگے۔ باتوں میں فنائے دُنیا اور موت کے موضوعات بھی زیرِ بحث آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ماریا سے پوچھا:

''اے ماریا! تمہاری نظر میں کونسا دن سخت ترین دن ہے؟''

ماریا نے جواب دیا: ''روزِ قیامت، کہ یہ جزا و سزا کا دن ہے''۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: ''اے ماریا! آؤ ہم مل کر اپنے پروردگار کے حضور اُس دن کی سختی سے نجات کیلئے خود اپنے لئے اور دوسرے مؤمنین کیلئے دُعا کریں''۔

ماریا نے جواب دیا: ''میں دُعا نہیں مانگوں گا کیونکہ میں عرصہ تین سال سے (ماریا پچھلے تین برس سے مسلسل حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کیلئے دُعا مانگ رہے تھے) دُعا مانگ رہا ہوں اور ابھی تک پوری نہیں ہوئی''۔

حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: ''اے ماریا! بتاؤ تمہاری دُعا کیا تھی؟''

ماریا نے کہا: ''دیدارِ حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ''۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا۔ ماریا نے جب دیکھا کہ

اُس کی دُعا قبول ہوگئی ہے تو بہت خوش ہوا اور سجدہ میں گر گیا۔ خدا کی بہت حمد وثناء کی۔ اُس وقت حضرت ابراہیمؑ نے یہ دُعا کی:

''پروردگار! تجھے تیری عزت وجلالت کا واسطہ! تمام صاحبِ ایمان مردوں اور عورتوں کو قیامت کے دن کی سختیوں اور مشکلات سے نجات عطا فرما''۔

ماریا نے فوراً کہا: ''آمین''۔

ہاں! ہمیں ہمیشہ موت اور قیامت کو یاد رکھنا چاہئے اور اُس سخت دن کیلئے زادِ راہ اکٹھا کرنا چاہئے۔ وہ کام انجام دینے چاہئیں جو اُس دن نجات کا باعث بنیں اور اُن تمام کاموں سے بچنا چاہئے جو اُس دن سخت عذاب کا باعث بنیں گے۔

علی علیہ السلام اور یادِ قیامت

امام المتقین، امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام روزِ قیامت کو بہت یاد کیا کرتے تھے اور آپؑ دُعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

''.....فَكَيْفَ احتِمَالِيْ لِبَلاءِ الآخِرَةِ وَجَلِيْلِ وُقُوْعِ الْمَكَارِهِ فِيهَاوَهُوَبَلاءٌ تَطُوْلُ مُدَّتُهُ وَيَدُوْمُ مَقَامُهُ،وَلاَيُخَفَّفُ عَنْ اَهْلِهِ''.

''تو پھر کیونکر میں آخرت کی مشکلوں کو جھیل سکوں گا جو بڑی سخت ہیں اور وہ ایسی تکلیفیں ہیں جن کی مدت طولانی، اقامت دائمی اور ان میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

اسی دُعا میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''وَلِمَامِنْهَااَضِجُّ وَاَبْكِيْ؟لِاَلِيْمِ الْعَذَابِ وَشِدَّتِهِ اَمْ لِطُوْلِ الْبَلاءِ وَمُدَّتِهِ.....''.

''اور کس کس کیلئے نالہ وفریاد کروں؟ دردناک عذاب کی سختی کیلئے یا مصیبت کی

طولانی مدت کیلئے۔پس اگر تو نے مجھے عذاب وعقاب میں اپنے دشمنوں کے ساتھ رکھا اور مجھے اُن عذاب شدہ لوگوں کے ساتھ اکٹھا کردیا اور مجھ میں اور اپنے دوستوں اور محبوں میں دُوری ڈال دی تو میرے معبود! بتا کہ تجھ سے دُوری پر کیسے صبر کروں؟''

✿✿✿

باب دوم

صور کا پھونکنا

قیامت کے آغاز میں دُوسرا اہم قدم صور کا پھونکا جانا ہے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کا ایک مقرب فرشتہ جس کا نام اسرافیل ہے، انجام دے گا۔ پروردگارِ عالم کی جانب سے یہ خصوصی کام اسرافیل کے سپرد ہے۔ جب اسرافیل صور پھونکیں گے تو روئے ارض پر تمام مخلوق موت کی وادی میں چلی جائے گی۔ اس صور کو صورِ اوّل بھی کہتے ہیں۔

امامِ سجاد علیہ السلام اس صور پھونکنے کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

”اِنَّ الصُّورَ قَرْنٌ عَظِيْمٌ لَهُ رَاسٌ وَاحِدٌ وَطَرَفَانِ، وَبَيْنَ الطَّرَفِ الْاَسْفَلِ الَّذِیْ یَلِی الْاَرْضَ اِلَی الطَّرَفِ الْاَعْلَی الَّذِیْ یَلِی السَّمَاءَ مِثْلُ مَابَيْنَ تُخُوْمِ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ اِلٰی فَوْقِ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فِيْهِ اَثْقَابٌ بِعَدَدِ اَرْوَاحِ الْخَلَائِقِ، وَسِعَ فَمُهُ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ“۔

”بے شک یہ صور (ایک سینگ یا) ایک بہت لمبی رسی کی مانند ہے جس کا ایک سرا ایک طرف ہے اور دُوسری طرف دو شاخیں ہیں۔ اس رسی کے دونوں مخالف سروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس کا اندازاً فاصلہ اتنا ہے جتنا ساتویں آسمان اور ساتویں زمین کے درمیان ہے۔ اس صور میں اتنے سوراخ ہیں جتنے سب مخلوقات کی ارواح کی تعداد ہے۔ اس صور کے منہ کی چوڑائی اتنی ہے جتنی زمین

اورآسمان کے درمیان کی چوڑائی"۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"صور ایک نورانی شاخ ہے جس میں اتنے سوراخ ہیں جتنے اللہ کے بندوں کی ارواح کی تعداد"۔

اسرافیل۔صور پھونکنے والا فرشتہ

روایات کے مطابق جو فرشتہ صور پھونکے گا، اُس فرشتے کا نام اسرافیل ہے۔ سریانی زبان میں اس کا مطلب "بندہ خدا" ہے۔ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ترین فرشتہ ہے۔ یہ وہ فرشتہ ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے سجدہ کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ جب تمام مخلوق کو موت آجائے گی تو اُس وقت اللہ کے چند مقرب فرشتے بچ جائیں گے۔ایک طویل مدت کے بعد میکائیل فرشتے کو موت آئے گی۔اس کے بعد ایک طویل مدت کے بعد جبرئیلؑ کو موت آئے گی۔پھر ایک طویل مدت گزرے گی اور اسرافیل فرشتے کو موت آئے گی۔پھر ایک طویل مدت کے بعد عزرائیل کو بھی موت آجائے گی۔اُس وقت پروردگارِ عالم کی جانب سے آواز آئے گی:

"لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم"۔

"آج کس کی بادشاہی ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے ہی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار"۔

"اُس اللہ کی جو احد ہے اور قہار ہے"۔

صور پھونکنا قرآن کی نظر میں

قرآن پاک میں دس مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر آیا ہے جو سورۂ انعام آیت 73، سورۂ کہف آیت 99، سورۂ طٰہٰ آیت 101، سورۂ مؤمنون آیت 102، سورۂ نمل آیت 87، سورۂ یٰسین آیت 51، سورۂ زمر آیت 68، سورۂ ق آیت 20، سورۂ حاقہ آیت 13 اور سورۂ سبأ آیت 18 میں دیکھا جاسکتا ہے۔

یہی واقعہ دُوسرے انداز میں قرآن میں بیان کیا گیا ہے، مثال کے طور پر صیحہ، صائحہ، نقر فی الناقور، و قارعہ، و زجرہ، و رادفہ۔ اس طرح قرآن میں اٹھارہ جگہوں پر صور پھونکنے کے بارے میں اطلاع ملتی ہے جن کی تعبیر چھ طریقوں سے کی گئی ہے اور انہی آیات کی روشنی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہمیں خبر ملتی ہے کہ صور صرف دو دفعہ پھونکا جائے گا: پہلی مرتبہ صور پھونکنے پر سب موت کا مزہ چکھیں گے اور دُوسری مرتبہ صور پھونکنے پر سب کو زندہ کیا جائے گا قرآن میں اس کا ذکر یوں ہوا ہے:

"وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِفَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّامَنْ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ". (سورۂ زمر: 68)

"اور صور پھونکا جائے گا تو سب جو زمینوں اور آسمانوں میں ہیں، بیہوش ہوکر گر پڑیں گے، سوائے اُن کے جنہیں اللہ چاہے۔ پھر دُوسری بار صور پھونکا جائے گا تو یکا یک سب اُٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے"۔

بعض روایات کے مطابق "نفخ صور" تین مرتبہ ہوگا اور اس کے ماننے والے قرآن سے ہی دلیل لاتے ہیں۔ ارشادِ دیلمی میں حدیث نقل کی گئی ہے کہ اسرافیل تین دفعہ نفخ صور کریں گے جو اس طرح ہے:

1۔ نفخۂ فزع 2۔ نفخۂ مرگ 3۔ نفخۂ زندگی

کچھ مفسرین چار بار صور کے قائل ہیں یعنی چوتھی بار صور پھونکا جائے گا تاکہ تمام ایک جگہ جمع ہوجائیں اور قیامت کے میدان میں حاضر ہوجائیں۔

نفخۂ فزع کے قائل سورہ نمل آیت 87 سے پیوستہ ہیں:

"وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّامَنْ شَاءَ اللّٰهُ".

"جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں، سوائے اُن کے جن کو اللہ چاہے، سب ہی دہل جائیں گے"۔

اس بنیاد پر یہ نتیجہ نکلا کہ پہلی بار صور پھونکنے پر تمام مخلوق وحشت زدہ ہوجائے گی۔ دوسری دفعہ صور پھونکنے پر تمام مخلوق مرجائے گی۔ تیسری بار صور پھونکنے پر تمام مخلوق زندہ ہوجائے گی اور قیامت برپا ہوجائے گی اور تمام مخلوق اُس میں حاضر ہوگی۔

لیکن چوتھی بار صور کے قائل سورہ یٰسین آیت 53 سے دلیل لاتے ہیں جو اس طرح سے ہے:

"اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ مُحْضَرُوْنَ".

"نہیں ہوگی یہ مگر ایک چنگاڑ کہ یک لخت وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کردیئے جائیں گے"۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ چار دفعہ صور کا پھونکا جانا جو اُوپر بیان کیا گیا ہے، وہی دو مرتبہ صور ہے کیونکہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے سے وحشت ہوگی اور سب کو موت آجائے گی اور دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے سے تمام مخلوق زندہ ہوجائے گی اور میدانِ محشر میں جمع ہو

جائے گی۔

بعض روایات کے مطابق دو دفعہ صور پھونکے جانے میں 40 سال کا فرق ہوگا۔ پہلی بار صور حضرت اسرافیل کے توسط سے ہوگا اور دُوسری بار کا صور خود پروردگار عالم کے حکم سے ہوگا۔

صدائے عظیم موت وحیات کا باعث کیونکر

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح پہلی مرتبہ صور کا پھونکا جانا (بلند فریاد) لوگوں میں وحشت کا باعث بنے گا اور لوگ ہلاک ہوجائیں گے اور دُوسری مرتبہ یہی صور (بلند فریاد) زندہ کردے گا۔

اس کا جواب ماہرین حیات اس طرح دیتے ہیں کہ آواز دراصل لہروں کا اثر ہے اور یہ لہریں ہوا، پانی یا دُوسرے جامد مادوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے کان جن موجوں کی آواز کو سن سکتے ہیں وہ موجیں 20 Cycles/Sec. سے لے کر 20,000 Cycle فی سیکنڈ کے درمیان ہونی چاہئیں۔لیکن کچھ حیوان ایسے ہیں جو ایسی آوازوں کو بھی سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں جن کی موجیں 145,000 Cycles/Sec. تک ہوں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آواز کی تیز موجیں تباہی کا باعث بنتی ہیں اور مخلوقِ خدا کی ہلاکت بھی انہی سے واقع ہوتی ہے۔ایٹم بم میں بھی یہ چیزیں اپنا اثر دکھاتی ہیں۔

پس یہ بات کوئی عجیب نہیں کہ انتہائی تھوڑے سے وقت میں صور کی آواز سے تمام انسان وحیوانات موت کی نیند سوجائیں گے اور تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب صور پھونکا جائے گا، اُس وقت تمام دِل اپنا کام کرنا بند کردیں گے، تمام زبانیں گنگ ہوجائیں گی، تمام پہاڑ اور چٹانیں اِدھر اُدھر بکھر جائیں گی اور نرم ہوجائیں گی۔اُن کے مقام ایسے صاف ہوجائیں

گے جیسے وہاں پر پہلے کوئی شے نہ تھی۔

یہ صور موت کا باعث ہوگا۔ ایک صور باعثِ حیات ہوگا۔ اگر چہ دُوسرے صور کے بارے میں موجود اطلاعات بہت کم ہیں لیکن موجودہ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں امکانات تلاش کیے جا سکتے ہیں کہ کس طرح انسان آواز کی لہروں سے متاثر ہوتا ہے۔ ایک بیہوش انسان کو تھوڑی سی ٹھوکر لگانے یا اونچی آواز میں بلانے سے ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مریض کو برقی جھٹکے بھی لگائے جاتے ہیں۔ اس طرح دیکھا گیا ہے کہ بعض افراد جو ظاہراً مردہ نظر آتے ہیں اور اُن کے دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے، اِن طریقوں سے دوبارہ زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو صور کے ذریعے بلند آواز پیدا کر کے اُن کی امواج سے ارواح کو اُن کے بدنوں تک لوٹا دے، جس طرح حضرتِ عزیزؑ پیغمبر خدا، کو سو سال کے بعد اور اصحاب کہف کو تین سو نو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا تھا۔

لوگوں کی غفلت اور صدائے صور

سورہ یٰسین کی آیت 49 پر اگر توجہ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مصروف ہوں گے کہ اچانک صور کی آواز کو سنیں گے۔ مفسرین نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ پیغمبرِ خدا نے فرمایا:

''دو نفر، ایک بزاز اور دوسرا خریدار، نے کپڑے کو کھولا ہوگا۔ اُس وقت صور پھونکا جائے گا اور اس سے پہلے کہ وہ کپڑے کو اکٹھا کر کے تہہ کر لیں، یہ جہان، یہ دُنیا اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی اور ختم ہو جائے گی یا کچھ لوگ حوض یا تالاب کے کنارے اپنے چوپایوں کو پانی پلا رہے ہوں گے، اس سے قبل کہ وہ چوپایوں کو سیراب کر سکیں، قیامت برپا ہو چکی ہوگی''۔

امام سجادؑ اور یادِ صور

علی بن ابراہیم اپنی ہی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام سجاد علیہ السلام سے پوچھا: ''یابن رسولؐ اللہ! ہمیں بتائیں کہ دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان کتنا فاصلہ ہوگا؟''

امامؑ نے فرمایا: ''جتنا خدا چاہے گا''۔

اُس شخص نے پھر سوال کیا: ''صور کس طرح پھونکا جائے گا؟''

آپؑ نے فرمایا: ''پروردگار اپنے فرشتے اسرافیل کو حکم دے گا کہ وہ زمین کی جانب اُترے۔ صور اسرافیل کے پاس ہوگا۔ اس صور کے ایک طرف ایک سرا اور دُوسری طرف دو شاخیں ہوں گی اور ان دو شاخوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہوگا جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ جب فرشتے حضرت اسرافیل کو صور کے ہمراہ آسمان سے زمین کی طرف اُترتے ہوئے دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ پروردگار نے اسرافیل کو اہل زمین اور اہل آسمان کی موت کیلئے اجازت دے دی ہے۔ اسرافیل زمین پر بیت المقدس کے قریب پہنچیں گے اور وہاں رُو بہ قبلہ ہوں گے۔ جب اہل زمین اُسے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ نے زمین والوں کی موت کی اجازت انہیں دے دی ہے۔ اُس وقت اسرافیل ایک مرتبہ صور زمین کی جانب پھینکیں گے۔ ایک آواز بلند ہوگی جس کے اثر کی وجہ سے تمام انسان اور جاندار زمین پر بیہوش ہوکر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے۔

دُوسری آواز صور کی دوسری طرف سے آسمان کی طرف ہوگی جس کی وجہ سے تمام اہل آسمان اور فرشتے مر جائیں گے۔ پھر حکم پروردگار ہوگا اور اسرافیل بھی موت کی نیند سو جائیں گے۔ خدا کی منشاء کے مطابق ایک طولانی مدت گزرے گی۔ پھر خدا آسمانوں کو حکم دے گا کہ وہ تیزی سے حرکت کریں، پہاڑوں کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی اپنی جگہوں کو چھوڑیں اور

حرکت کریں۔ زمین پھیل جائے گی، ایک نئی زمین موجودہ زمین کی جگہ لے گی جس پر کوئی گناہ نہ ہوا ہوگا اور اُس پر کوئی پہاڑ، درخت یا سبزہ نہ ہوگا اور عرشِ الٰہی پانی پر ہوگا۔ اس دوران پروردگار کی جانب سے ایک بلند ندا آئے گی جس کو تمام آسمان و زمین سنیں گے۔ وہ ندا یہ ہوگی:

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ". (سورۂ مومن)

"آج کس کی بادشاہی ہے"۔

کوئی بھی اس سوال کا جواب نہیں دے گا۔ اُس وقت پروردگار خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا:

"لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ". (سورۂ مومن:16)

"اُس کی جو احد ہے اور قہار ہے"۔

خدا کا منشاء یہ ہوگا کہ تمام کی تمام مخلوق میری مغلوب ہے۔ سب کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔ میں سب کا خالق ہوں، احد ہوں جس کا کوئی وزیر نہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں نے تمام خلائق کو اپنی مشیت سے پیدا کیا ہے اور میں ہی اُن کو ماروں گا اور اپنی قدرت سے اُن کو دوبارہ زندہ کروں گا"۔

امام سجاد علیہ السلام نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ "پھر اللہ تعالیٰ صور پھونکے گا۔ اس کی ایک طرف سے آواز اہل آسمان والے سنیں گے جس سے وہ زندہ ہو جائیں گے اور دُوسری جانب اس کی آواز کو اہل زمین سنیں گے جس سے وہ بھی زندہ ہو جائیں گے۔ اس دوران حاملانِ عرش حاضر ہو جائیں گے، اہل بہشت و دوزخ حاضر ہو جائیں گے اور مخلوق اپنا حساب و کتاب دینے کیلئے حاضر ہو جائے گی"۔

راوی کہتا ہے کہ جب امامؑ یہاں تک پہنچے تو امامؑ کی حالت یہ تھی:

”فَرَأَيْتُ عَلِيَّ ابْنَ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عليهما يَبْكِيْ عِنْدَ ذَالِكَ بُكَاءً شَدِيْداً“.

”امامؑ شدید گریہ کر رہے تھے“۔

اس حدیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صور پھونکے جانے کا فلسفہ یہ ہے کہ ہم آخرت کے مراحل پر غور کریں اور اپنے آپ کو خدائے بزرگ و برتر کے مقابلہ میں ناچیز اور مجبور سمجھیں اور ایسی روایات کو پڑھنے یا سننے کے بعد اپنی تربیت کریں۔ اپنے اعمال پر نظر ڈالیں کہ کہاں کہاں اس پروردگارِ عالم کے حکم کے خلاف ہم اعمال کر رہے ہیں۔ اُن کی اصلاح کریں اور آخرت کے سفر کیلئے تیاری کریں۔

باب سوم

قبروں سے اُٹھایا جانا

دُوسری مرتبہ صور پھونکنے کے نتیجہ میں تمام مردے زندہ ہوجائیں گے، قبریں پھٹ جائیں گی اور مردے جو زندہ ہوئے، اِن قبروں سے باہر نکلیں گے اور محشر کے میدان کی طرف روانہ ہوں گے۔ اس بات کا ذکر کئی مقامات پر قرآن مجید میں ہوا ہے۔ کچھ مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

"اِذَازُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا.وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا. وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا. يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا". (سورۂ زلزال:1 تا 4)

''جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا۔ اُس روز اپنی سب (اچھی بُری) خبریں بیان کرنے لگے گی''۔

"يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا.ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَايَسِيْرٌ". (سورۂ ق:44)

''جس روز زمین ان (مردوں) پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ دوڑتے ہوں گے۔ یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کرلینا ہے''۔

"وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ". (سورۂ یٰسین:51)

''اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جائے گا، سو وہ سب یکایک قبروں سے (نکل نکل کر) اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے''۔

''وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَتَخَلَّتْ''. (سورۂ انشقاق:4)

''اور وہ (زمین) اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مردوں کو) باہر اُگل دے گی اور خالی ہوجائے گی''۔

مختصر تشریح

درج بالا آیات اور دیگر آیات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم اس مرحلۂ قیامت پر نظر دوڑائیں گے یعنی جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو ایک عظیم حادثہ رونما ہوگا۔تمام مردے زندہ ہوجائیں گے قبریں پھٹ جائیں گی۔

اس ضمن میں پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ جب دُوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ستارے ماند پڑجائیں گے۔اُن کی روشنی ختم ہوجائے گی۔ دریا خشک ہوجائیں گے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔آنکھیں تاریک ہوجائیں گی۔جنین سقط ہوجائیں گے۔ وحشت کی زیادتی کی وجہ سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ قیامت کا یہ مرحلہ بھی بڑا سخت اور وحشت ناک ہے۔لوگ گھبرائے ہوئے قبروں سے نکلیں گے اور عدالتِ الٰہی کی طرف دھکیلے جائیں گے۔کسی کی کیا مجال کہ سرتابی کرے! اس سے بھی عجیب تر منظر یہ ہوگا کہ ایک ہی قبر جو بہت عرصہ تک مؤمن اور کافر، صالح اور غیر صالح لوگوں کا مسکن رہی تھی، میں سے مختلف افراد نکلیں گے۔

تمام افراد سخت مضطرب اور پریشان ہوں گے لیکن عدلِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ یہ پریشانی صرف کافروں اور مجرموں کیلئے ہوگی، مؤمنین اور صالحین اُس روز امان میں ہوں

گے۔ البتہ مؤمنین وصالحین اگر پریشان بھی ہوں گے تو وہ بہت تھوڑی مدت کیلئے ہوں گے اور جلد اُن کی پریشانی رفع ہوجائے گی۔ بہت سی قرآنی آیات اوراحادیث اس مطلب کو واضح کرتی ہیں، مثلاً سورۂ نازعات میں ملاحظہ فرمائیں:

”فَاِذَا جَآءَ تِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى. يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى. وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى. فَاَمَّا مَنْ طَغٰى. وَاٰثَرَالْحَيٰوةَ الدُّنْيَا.فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى.وَاَمَّامَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى.فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا“.(سورۂ نازعات:34 تا42)

”سو جب وہ بڑا ہنگامہ آئے گا یعنی جس دن انسان اپنے کیے کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی تو اس روز یہ حالت ہوگی کہ جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہوکر) دُنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ (اس کا) ٹھکانہ ہوگا۔ اور جو شخص (دُنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا، سو جنت اُس کا ٹھکانہ ہوگا۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟“

ان آیات کے مطابق قیامت کے روز مؤمنین خوش وخرم اور ہنستے مسکراتے ہوں گے اور یہاں پر بھائیوں سے، ماں باپ سے، ہمسر سے اور اپنے بیٹوں سے فرار کا ذکر آیا ہے، یہ بھی بُرے افراد کیلئے ہے، نہ کہ اچھے افراد کیلئے۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام مسجدِ کوفہ میں خطبہ دے رہے

تھے کہ شام کا رہنے والا ایک شخص کھڑا ہوا اور سوال کرنے لگا۔ اُس نے یہ بھی سوال کیا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے:

"یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ. وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ".

سے کیا مراد ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "قابیل اپنے بھائی ہابیل سے فرار کرے گا۔ لوطؑ اپنی ہمسر سے اور نوحؑ اپنے بیٹے کنعان سے فرار کریں گے"۔

بہرحال قبروں سے باہر نکلنے کا مرحلہ بہت مشکل اور وحشت ناک ہے اور ہمیں نیک اعمال بجالا کر ایسا توشۂ آخرت اکٹھا کرنا چاہئے کہ یہ مرحلہ ہم سختی کی بجائے راحت سے عبور کرجائیں۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دُعائے ابوحمزہ ثمالی بھی اس چیز کو بخوبی بیان کرتی ہے، امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

"اَشَدُّ سَاعَاتِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ؛ اَلسَّاعَةُ الَّتِیْ یُعَایِنُ فِیْهَا مَلَکَ الْمَوْتِ، وَالسَّاعَةُ الَّتِیْ یَقُوْمُ فِیْهَا مِنْ قَبْرِهٖ، وَالسَّاعَةُ الَّتِیْ یَقِفُ فِیْهَا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی، فَاِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ، وَاِمَّا اِلَی النَّارِ".

"انسان کیلئے تین گھڑیاں بہت سخت ہیں: پہلی گھڑی وہ جب انسان عزرائیل سے ملاقات کرتا ہے اور مرجاتا ہے۔ دُوسری گھڑی جب وہ قبر سے اُٹھایا جائے گا اور تیسری گھڑی وہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوگا اور اُس کے سامنے دو راستے ہوں

گے کہ شاید وہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں"۔

ایک بار جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک دلچسپ بات کہی۔ آپ نے فرمایا:

"یا علیؑ! میں نے پروردگار سے تمہارے لئے پانچ خصوصی امتیازات کی درخواست کی ہے اور پروردگار نے عنایت فرمادی ہیں۔ اُن میں سے پہلی یہ تھی کہ جب قبروں سے انسانوں کو نکالا جائے گا تو اے میرے رب! میں پہلا انسان قرار پاؤں کہ قبر سے اُٹھایا جاؤں اور جب میں قبر سے نکل کر اپنے چہرے سے قبر کی خاک کو صاف کر رہا ہوں تو تم میرے ساتھ ہو"۔

لہٰذا قیامت کے روز سب سے پہلے پہل جو قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں آئیں گے، وہ پیغمبرؐ خدا اور امیر المومنینؑ ہوں گے۔ اسی سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب قبریں پھٹ جائیں گی تو ہر انسان کیلئے دو فرشتے موجود ہوں گے۔ وہ اُس انسان کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر قبر سے باہر نکالیں گے اور اُسے کہیں گے:

"اَجِبْ رَبَّ الْعِزَّةِ".

"اپنے پروردگار کے حکم کو قبول کر"۔

علامہ مجلسیؒ روایات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز بعید نہیں کہ بہت سے کافر ہزار سال تک میدانِ محشر میں حساب دیتے ہوئے کھڑے رہیں اور اُن میں سے کچھ گروہ پچاس سال تک کھڑے رہیں۔ لیکن میدانِ محشر میں مومنوں کا کچھ دیر تک کھڑے رہنے کا دارومدار اُن کے اعمال اور حالات کے مطابق ہوگا۔ بعض مومن تو ایک لحظہ سے بھی زیادہ میدانِ محشر میں نہیں رُکیں گے اور وہ بہت جلد اس مرحلہ کو عبور کرلیں گے۔

چند دلچسپ داستانیں اور احادیث

قارئین کیلئے موضوع کو واضح تر کرنے کیلئے کہ کس طرح قبروں سے خروج ہوگا اورمیدانِ محشر کی طرف روانگی ہوگی، ہم ذیل میں چند واقعات قلمبند کررہے ہیں۔

ا۔مؤمن کوخوش کرنے کا صلہ

قیامت کا دن تاریک اوراندھیر ہوگا اور اُس دن روشنی اورنور کا تعلق خود انسان کے نورانی ہونے پر منحصر ہوگا۔بعض لوگ اپنے نیک اعمال کی بدولت اپنے چہرے کی پیشانیوں سے نور افشانی کررہے ہوں گے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ تحریم آیت 8 میں اورسورۂ حدید آیت 12 میں کیا ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب مؤمن قبر سے نکلے گا تو خداوندِعالم اُس کے ساتھ ایک انسانی شکل یا تصویر بھی نکالے گا۔وہ اُس کے آگے آگے حرکت کرے گی۔راستے میں جب مؤمن قیامت کی سختیوں کو دیکھ کرگھبرا جائے گا تو یہ شکل یا تصویر اُسے کہے گی کہ غم نہ کھا اور نہ ہی ڈر۔پروردگار کی طرف سے تجھے اُس کی رحمت و کرامات کی مبارک ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس مؤمن کا آسانی سے حساب کتاب مکمل کرلے گا اوراُسے بہشت میں جانے کا حکم دے گا۔یہ مؤمن بہشت کی طرف جاتے ہوئے پھر اس شکل کو اپنے ساتھ پائے گا۔یہ مؤمن حیران ہوکر اُس سے پوچھے گا:

''جب سے میں قبر سے نکلا ہوں، تو میرے ساتھ ساتھ ہے۔جہاں میں ڈرا، تو نے مجھے تسلی دی۔تو نے مجھے پروردگار کی طرف سے رحمت وکرامت کی خوشخبری دی اوراب مجھے بہشت تک بھی لے جارہا ہے''۔

اُس وقت وہ شکل جواب دے گی:

''اَنَا السُّرُوْرُ الَّذِیْ کُنْتَ اَدْخَلْتَ عَلٰی اَخِیْکَ

الْمُؤْمِنِ فِی الدُّنیَا......".

"میں وہ سرور ہوں جو تم نے اپنے مؤمن بھائی کو پہنچایا۔ اللہ نے مجھے اُس سرور اور خوشی سے ہی پیدا فرمایا ہے تا کہ تمہیں خوشخبری دوں"۔

۲۔ قیامت میں برہنگی کا لباس

جب جناب علی علیہ السلام کی مادرِ گرامی جناب فاطمہ بنتِ اسد مدینہ میں اس دُنیا سے رُخصت ہوئیں تو پیغمبرِ خدا اپنی برستی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جنازے پر تشریف لائے اور یہ دُعا مانگی:

"پروردگارا! ان کو بخش دے، یہ صرف علیؑ کی ماں نہیں تھیں، میری بھی ماں تھیں"۔

یہ دُعا مانگنے کے بعد اپنا عمامہ اور اپنی قمیص عورتوں کو دی تا کہ اس کو لے جائیں اور اس سے کفن درست کریں۔ آپؐ نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چالیس بار تکبیر پڑھی۔ قبر میں داخل ہوئے اور وہاں لیٹ گئے۔ پھر باہر آئے اور جناب علیؑ اور جناب حسنؑ کو متوجہ کر کے فرمایا کہ آپ بھی قبر میں داخل ہوں اور اس میں لیٹیں اور پھر باہر آئیں۔

اس کے بعد جنازہ کو قبر میں لٹایا۔ پیغمبرِ اسلام جناب فاطمہ بنتِ اسد کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور بی بی کو تلقین کی اور اُن کیلئے دُعا فرمائی۔

عمارِ یاسرؓ نے جناب رسولِ خدا سے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے کسی اور کیلئے کبھی ایسا نہیں کیا جس طرح آپؐ نے بی بی فاطمہ بنتِ اسد کیلئے کیا؟ آخر ایسا کیوں؟"

پیغمبرِ خدا نے فرمایا: "یہ بی بی اس لائق تھیں کہ ایسا کیا جاتا۔ بچپن میں یہ بی بی مجھے سیر کر کے کھانا کھلایا کرتی تھیں جبکہ اپنے بچوں کو سیر نہیں کیا ہوتا تھا۔ یہ بی بی مجھے لباس پہناتی تھیں جبکہ اپنے بچوں کیلئے لباس نہیں ہوتا تھا۔ یہ بی بی اپنے بچوں سے بڑھ کر میری خدمت کرتی تھیں"۔

عمارؓ نے پوچھا: ''آپؐ نے نماز میں چالیس مرتبہ تکبیر کیوں پڑھی؟''

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''فرشتوں کی چالیس صفوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ میں نے ہر صف کیلئے ایک تکبیر پڑھی۔

البتہ اپنا عمامہ اور قمیص سے اس بی بی کا کفن بنانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک روز اس بی بی نے جب قبروں سے لوگوں کو برہنہ اُٹھنے کا سنا تو گھبرا گئیں اور پریشان ہوگئیں اور خدا سے دُعا کی کہ پروردگار! میں لباس کے ساتھ قبر سے نکلوں۔ اس لئے اپنے لباس سے اُس کو کفن دیا تاکہ قیامت کے روز باپردہ رہیں اور ان کا کفن بوسیدہ نہ ہو۔

اور جب بی بی نے قبر میں منکر ونکیر کے سوالوں کے بارے میں سنا تو پریشان ہوئیں، اس لئے میں قبر میں لیٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی اور ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دی۔

مجھے خدا کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں اُن کی قبر سے اُس وقت تک باہر نہیں نکلا جب تک میں نے دو چراغ سرہانے کی طرف اور دو چراغ پاؤں کی طرف روشن نہیں دیکھے اور دو فرشتے اُن کی قبر پر دیکھے جو دن رات قیامت تک اُس بی بی کے بلندیٔ درجات کیلئے خدا کی بارگاہ میں دُعا کرتے رہیں گے''۔

۳۔ نورِ آلِ علیؑ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب قیامت برپا ہوگی اور تمام انسان اوّل سے آخر تک خدا کی بارگاہ میں محشور ہوں گے تو اُس وقت میدانِ محشر میں ہر طرف اندھیرا چھا جائے گا۔ لوگ اُس اندھیرے سے پریشان ہوجائیں گے اور بالآخر اُن کی آہ و بکا بلند ہوگی۔ وہ گڑگڑا کر خدا کی بارگاہ میں التجا کریں گے کہ پروردگار! اس اندھیرے کو برطرف فرما۔ اسی دوران لوگ ایک گروہ کو دیکھیں گے جو میدانِ محشر میں حرکت کر رہا ہوگا۔

اُن کی پیشانیوں سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہوں گی اور وہ میدانِ محشر کو روشن کر دیں گی۔ لوگ تصور کریں گے کہ یہ گروہ پیغمبرانِ خدا ہیں تو ایک ندا آئے گی کہ نہیں! یہ خدا کے پیغمبران نہیں ہیں۔

پھر لوگ تصور کریں گے کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں تو ندا آئے گی کہ ایسا نہیں ہے۔ پھر لوگ تصور کریں گے کہ یہ شہداء کا گروہ ہے تو پھر ندا آئے گی کہ ایسا بھی نہیں ہے۔ تو پھر لوگ پوچھیں گے کہ پروردگار! یہ گروہ کن لوگوں کا ہے؟ تو غیب سے ندا آئے گی کہ خود اس گروہ سے پوچھو۔ میدانِ محشر میں لوگ اُن سے پوچھیں گے کہ آپ سب کون ہیں جن کی پیشانیوں سے نور نکل رہا ہے۔ وہ گروہ جواب دے گا:

''ہم علیؑ کی اولاد ہیں۔ حضرت محمدؐ کی ذریت ہیں۔ (علیؑ کی اولاد میں گیارہ فرزند امامؑ ہیں) ہم پر اللہ کی خاص عنایت و کرامت ہوئی ہے اور ہم آج اللہ کی رحمت کے سایہ میں اطمینانِ قلب سے ہیں''۔

پروردگار کی جانب سے اُس گروہ کو صدا آئے گی کہ اپنے دوستوں اور شیعوں کی شفاعت کریں۔ وہ شفاعت کریں گے اور اُن کی شفاعت پروردگار کے حضور قبول ہوگی۔

۴۔ لوگ اپنے اپنے امام کے پیچھے

قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں:

''یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ''۔ (سورۂ اسراء:70)

''قیامت کے روز لوگوں کو اُن کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے''۔

یعنی دُنیا میں انسان جس کسی کو اپنا رہبر یا امام تسلیم کرتا ہے، قیامت کے روز اُسے اُسی کے ساتھ بلایا جائے گا۔ جو لوگ دُنیا میں اپنا رہبر پاک نبیؐ کو مانتے ہیں اور اپنا امام، امام المتقین امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام اور اُن کے گیارہ معصوم بیٹوںؑ کو مانتے

ہیں، تو قیامت کے روز یہ انسان اُنہی کے ہمراہ چلیں گے اور اگر انسان نے دُنیا میں اپنا رہبر کسی برے شخص کو بنالیا اور اپنا امام اپنی پسند کے مطابق منتخب کرلیا تو قیامت کے روز وہ شخص انہی کے ہمراہ بلایا جائے گا۔

ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے محبوں میں بیٹھے تھے کہ اُن کی طرف چہرہ کر کے فرمایا:

''کیا آپ پروردگارِ عالم کا شکر بجا نہیں لاتے کیونکہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہر گروہ کو اُس کے چنے ہوئے امام کے ساتھ بلائے گا یعنی جس شخص کی امامت وولایت کو دُنیا میں تسلیم کیا تھا، قیامت کے روز وہی شخص اُس کا رہبر ہوگا۔ روزِ محشر ہم جناب رسولِ خدا کے ہمراہ ہوں گے اور آپ سب ہمارے ہمراہ ہوں گے۔ کیا سوچتے ہو کہ اُس وقت تم کو کہاں لے جایا جائے گا؟''

اس موقع پر آپؑ نے تین بار فرمایا: ''مجھے ربِ کعبہ کی قسم! تمہیں بہشت کی طرف لے جایا جائے گا''۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''خصال'' میں روایت کرتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ نہروان (یا صفین) کے موقع پر ہم سے فرمایا کہ کوفہ سے مدائن کی طرف حرکت کرو۔ ہم ایک جمعیت کی صورت میں حرکت کرنے لگے۔ راستے میں سات افراد ہم سے جدا ہوگئے اور وہ خورنق کی طرف چلے گئے۔ عمرو بن حریث (ایک مشہور منافق) بھی اُن کے ساتھ ہوگیا۔ یہ سب حضرت علیؑ سے مخالفت کی بناء پر جدا ہوئے۔

ایک روز عمرو بن حریث انہی سات افراد کے ساتھ صبح کا ناشتہ کررہا تھا کہ اچانک اُن کے پاس سے ایک سوسمار نکلا۔ عمرو بن حریث نے اُس کا پیچھا کیا اور اُس کو ماردیا۔ پھر

اُس کو اٹھا لایا اور اپنے باقی ساتھیوں کے سامنے لا کر علی علیہ السلام کی اہانت کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں علی ابن ابی طالبؑ۔ آؤ ان کی بیعت کریں۔

عمرو بن حریث اور باقی سات افراد نے اُس سوسمار کی بیعت کی۔

جمعہ کے روز یہ سارے افراد علی علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کی طرف رُخ کیا اور فرمایا:

''اے لوگو! جنابِ رسولِ خداؐ نے مجھے ہزار احادیث کی تعلیم دی۔ ہر حدیث کے ہزار ہزار باب تھے اور ہر باب کی ہزار ہزار شاخیں تھیں۔

پروردگارِ عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ". (سورۂ اسراء:70)

میں خدائے پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ روزِ قیامت خدا یقیناً اِن آٹھ افراد کو اِن کے امام سوسمار کے ساتھ بلائے گا۔ میں اگر چاہوں تو اِن آٹھ افراد کے نام بھی بتا سکتا ہوں''۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے اُس وقت عمرو بن حریث کے چہرے کی طرف نگاہ کی جو شرمندگی، ذلت اور رُسوائی سے اپنے سر کو اپنے گریبان میں جھکائے ہوئے تھا۔

۵۔ قبر سے نکلتے ہوئے شانِ فاطمہؑ

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک روز پیغمبرِ خداؐ اپنی بیٹی جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے اور اُن کو پریشان دیکھا۔ پریشانی کی وجہ پوچھی۔ جنابِ فاطمہؑ نے عرض کی:

''بابا جانؐ! میں قیامت کے روز قبروں سے نکلنے کے وقت کو یاد کر رہی تھی کہ کس طرح لوگ عریاں میدانِ محشر میں بلائے جائیں گے۔ میں اُس روز کی سختی کو سوچ کر

پریشان ہوگئی''۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''ہاں بیٹیؑ! وہ دن واقعی بڑا سخت دن ہوگا۔ لیکن جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس روز اسرافیل فرشتے کو تین عدد حُلّہ (قیمتی نورانی جنتی لباس) دے کر تمہارے پاس بھیجے گا۔ وہ آ کر کہے گا کہ اُٹھئے اور اس لباس کو پہن لیجئے۔ ستر ہزار حوریں تمہارے پاس آئیں گی۔ وہ تم سے ملاقات کر کے خوش ہوں گی۔

اے بیٹیؑ! تم اُن حوروں اور بے شمار فرشتوں کے ہمراہ قبر سے باہر آؤ گی اور بہشت کی جانب روانہ ہوگی۔ راستے میں حضرت مریمؑ بھی ستر ہزار حوروں کے ہمراہ تم سے ملیں گی۔ تم کو سلام کریں گی اور تمہارے ساتھ ہو جائیں گی۔

ثُمَّ تَسْتَقْبِلُکِ اُمُّکِ خَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ، اَوَّلُ الْمُؤْمِنَاتِ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ ، وَمَعَھَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ بِاَیْدِیْھِمْ اَلْوِیَۃُ التَّکْبِیْرِ.

پھر تمہاری والدہ خدیجہ بنتِ خویلد ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ، جن کے ہاتھوں میں پرچم ہوں گے جن پر اللہ اکبر لکھا ہوا ہوگا، تمہارے استقبال کیلئے آگے بڑھیں گی۔

پھر جناب حوا علیہا السلام اور جناب آسیہ علیہا السلام ستر ہزار جنتی حوروں کے ساتھ تمہارے ہمراہ حرکت کریں گی۔ یہاں تک کہ سب اکٹھے میدانِ محشر تک پہنچیں گے۔ اُس وقت عرشِ الٰہی سے ندائے حق آئے گی:

'اے اہلِ محشر! اپنی آنکھوں کو بند کر لو کیونکہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ آ رہی ہیں، اُنہیں گزرنے دو'۔

اُس روز سوائے حضرت ابراہیم اور علی علیہما السلام کے کوئی دوسرا تمہیں نہیں دیکھ سکے گا۔ جناب حوا اور تمہاری والدہ خدیجہؑ تمہارے آگے آگے ہوں گی۔ پھر ایک نوری منبر

لگایا جائے گا اور تمہیں اُس پر بٹھایا جائے گا۔ جبرئیلؑ تمہارے پاس آئیں گے اور کہیں گے: کوئی حاجت ہے؟'

اُس وقت تم ظالموں سے اہل بیتؑ نبوتؐ پر ظلم کا اپنا حق طلب کروگی۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو دوزخ میں پھینک دے گا۔

جبرئیلؑ دوبارہ کہیں گے کہ اگر کوئی حاجت ہے تو بتایئے۔ اُس وقت تم کہو گی کہ میرے پروردگار! میرے شیعوں کو، میرے بیٹے کے شیعوں کو اور میرے شیعوں کے شیعوں کی مدد فرما۔

پروردگار کی جانب سے ندا آئے گی کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے۔ جس کسی نے تمہارے ساتھ توسل رکھا اور بارگاہ میں عرض وفریاد کی، وہ تمہارے ساتھ بڑی شان وشوکت کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔

۲۔ منافقین کا بے مقصد چیخنا

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۂ حدید کی آیات 12 سے 15 میں یوں فرماتا ہے:

"يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا. فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ. بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ. يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ. قَالُوْا بَلٰى

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَ
غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُاللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ
الْغَرُوْرُ. فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا. مَاْوٰكُمُ النَّارُ. هِيَ مَوْلٰكُمْ. وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ.

''جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔ آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔ (اور یہ وہ دن ہوگا) جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔ پھر ان (فریقین) کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا۔ اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا۔ یہ (منافق) ان کو پکاریں گے کہ کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ (مسلمان) کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے (یعنی شیطان) نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ (واقعی) برا ٹھکانہ ہے''۔

اِن حالات میں ان دو گروہوں (مؤمنین اور منافقین) کے درمیان ایک دیوار چن دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا اور اس درو دیوار کے دونوں اطراف بالکل مختلف

ہوں گے۔ دیوار کے ایک طرف جدھر مؤمنین ہوں گے، بہشت کی بے پناہ نعمتوں سے سرشار ہوں گے اور دُوسری طرف جدھر منافقین و مجرمین ہوں گے، بے انتہا اذیت ناک منظر دیکھنے میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو شاید اس لئے رکھا ہوگا کہ منافقین اس دروازے کے ذریعہ سے جنتیوں کو ملنے والی نعمتیں دیکھ سکیں اور اس پر کفِ افسوس ملیں۔

اس موقع پر مؤمنین دُوسری طرف کے منافقین کو اُن کے پانچ گناہ یاد کروائیں گے جو یہ ہیں:

1۔ تم راہِ کفر پر گامزن تھے اور اُسی پر تمہاری ہلاکت ہوئی۔

2۔ تم دُوسروں کے ساتھ مل کر ہمیشہ پیغمبرؐ خدا اور دیگر مسلمانوں کی موت کے انتظار میں بیٹھے رہے۔

3۔ تم دُوسروں کے ہمراہ ہمیشہ قیامت اور پیغمبرؐ خدا کے برحق ہونے پر شک ہی کرتے رہے۔

4۔ تم ہمیشہ لمبی لمبی اُمیدیں باندھتے رہے اور اُنہی کے چکر میں پھنس کر موت کی وادی میں چلے گئے۔

5۔ شیطان لعین نے تمہیں دھوکہ دیا اور متکبر و مغرور بنادیا۔

آخری بات جو مؤمنین دُوسری طرف کے منافقین سے کہیں گے:

"آج تم سے اور نہ ہی کافروں سے کوئی چیز اس عذاب کے بدلے قبول کی جائے گی۔ تمہارا مقام آتشِ جہنم ہے اور یہ کتنی بُری جگہ ہے"۔

اس مقام پر منافقین جتنی بھی داد و فریاد کریں گے، بے سود ہوگی۔ کوئی بھی اُن کی مدد کو نہ پہنچے گا۔

۷۔ شہداء کی عظمت

اہل محشر دیکھیں گے کہ ایک گروہ پُروقار، نورانی چہروں والا قبروں سے اُٹھے گا اور میدانِ محشر کی طرف حرکت کرنے لگے گا۔ اُن کے خوبصورت چہروں کو دیکھ کر اہل محشر خوش ہوجائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ خوبصورت چہروں والے، نورانی پیشانیوں والے کون ہیں جن کے نور سے آنکھیں بھی چندھیا رہی ہیں؟

ابھی اہل محشر کی نظریں اِن خوبصورت چہروں والوں سے ہٹی نہ ہوں گی کہ دُوسری طرف سے ایک گروہ گھوڑوں پر سوار آتا ہو نظر آئے گا۔ یہ گروہ بھی عجیب عظمت کا مالک ہوگا۔ اُن کے رعب وجلال سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ جب یہ دُوسرا گروہ پہلے گروہ کے قریب پہنچے گا تو احترام کی نظر سے اپنے اپنے گھوڑوں سے اُتر آئے گا۔ اہل محشر بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے کہ پروردگار! یہ گھوڑے سوار کون ہیں؟

ندا آئے گی کہ یہ گروہ پیغمبروں کا ہے۔

پھر اہل محشر عرض کریں گے کہ پرورگار! پہلا گروہ کن کا تھا جن کے احترام میں پیغمبر بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہوگئے تھے؟

اُن کو جواب دیا جائے گا کہ وہ گروہ شہداء کا تھا جو راہِ خدا میں بے جرم وخطا شہید کردیئے گئے تھے۔

اہل محشر اُن کے نورانی چہروں کو دیکھتے رہ جائیں گے اور یہ بہشت کی جانب روانہ ہوجائیں گے۔ یہ لوگ بہشت میں جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جناب ابراہیم خلیل اللہ کے قریب رہیں گے اور بہشت کی بے پناہ نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ اعلیٰ مقام پر رہیں گے۔ اُن کا مقام اتنا بلند ہوگا کہ اُن کے دُنیا میں ہمسائے آپس میں بحث کریں گے کہ میرا گھر دُنیا میں اُن کے قریب تھا، دُوسرا کہے گا کہ نہیں! میرا گھر تو ان کے زیادہ

قریب تھا۔

یہ شہداء کا گروہ ہر صبح و شام اللہ کی عظمت کا نظارہ کرے گا اور اللہ بھی اُن پر اپنی عنایات میں مزید اضافہ فرماتا رہے گا۔

۸۔دس گروہ حیوانات کی شکل میں

قرآن پاک میں پروردگار سورۂ نباء کی آیت 18 میں ارشاد فرماتا ہے:

"یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا".

"جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ وارد محشر ہو گے"۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولِ خدا سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دن پیغمبرِ خدا ابو ایوب انصاری کے گھر پر تھے۔معاذ بن جبل آپ کے پاس بیٹھے تھے۔اُس نے جناب رسولِ خدا سے اس آیت:

"یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا".

"جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ وارد محشر ہو گے"۔

کے معنی پوچھے تو پیغمبر نے فرمایا کہ معاذ! تم نے بہت بڑے معنی پوچھے ہیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کے گناہگار قیامت کے روز دس صفوں میں بٹ جائیں گے۔اللہ تعالیٰ اُن کو باقی اُمتِ مسلمہ سے جدا کر دے گا اور اُن کی شکلوں کو بدل دے گا۔

کچھ لوگوں کو بندر کی شکل میں اور کچھ کو سؤر کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا۔کچھ کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اور کچھ کو اندھا کر کے محشر میں پیش کیا جائے گا۔کچھ افراد کو گونگا بہرہ بنا کر میدانِ محشر میں لایا جائے گا۔کچھ افراد اس حالت میں آئیں گے کہ وہ اپنی زبانوں کو چبا رہے ہوں گے اور اُن کے منہ سے گندگی نکل رہی ہو گی۔اُس گندگی کی بدبو سے اہلِ محشر

تکلیف اُٹھائیں گے۔ کچھ افراد پریشان اور سر جھکائے ہوئے آئیں گے اور کچھ اس صورت میں آئیں گے کہ اُن کے اوپر آگ کا شعلہ ہوگا۔ کچھ سے ایسی بدبو آرہی ہوگی جو مردار سے بھی زیادہ ہوگی۔

پیغمبرؐ اسلام سے پوچھا گیا کہ وہ لوگ کون ہوں گے تو آپؐ نے فرمایا:

جو بندروں کی شکل میں میدانِ محشر میں آئیں گے، وہ چغل خور ہوں گے یعنی اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر کہہ کر لوگوں میں نفرت اور فتنہ پیدا کریں گے۔

جو سؤروں کی شکل میں میدانِ محشر میں آئیں گے، وہ حرام کھانے والے ہوں گے، مثلاً کم تولنے والے، ملاوٹ کرنے والے، جوا کھیلنے والے اور دیگر حرام ذرائع سے پیسہ اکٹھا کرنے والے وغیرہ۔ اسی طرح حرام چیزیں کھانے والے مثلاً شراب خور اور حرام گوشت کھانے والے وغیرہ۔

جو سر جھکائے کھڑے میدانِ محشر میں آئیں گے، وہ سود کھانے والے ہوں گے مثلاً کسی کو قرض کے طور پر رقم دے کر واپس لیتے وقت زیادہ رقم وصول کرنے والے سود خور ہوں گے۔

جو اپنی زبانوں کو چباتے ہوئے آئیں گے اور اُن کے منہ سے گندگی نکل رہی ہوگی، وہ بے عمل عالم ہوں گے جن کے کردار اور گفتار میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

جن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر میدانِ محشر میں لایا جائے گا، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے ہمسایوں کو اذیت دیتے تھے۔

جو اندھے ہو کر آئیں گے، وہ ظالم حکمران ہوں گے۔

جن کو گونگا بہرہ کر کے میدانِ محشر میں لایا جائے گا، وہ افراد ہوں گے جو خود پسند ہوں گے یعنی وہ سوائے اپنے کسی اور کو قبول نہیں کرتے تھے اور کسی دوسرے سے راضی نہیں

ہوتے تھے۔

جن کے اوپر آگ کا شعلہ ہوگا، وہ افراد ہوں گے جو بادشاہوں کو خوش کرنے کیلئے لوگوں کو مصیبتوں میں گرفتار کر دیتے تھے۔

جن لوگوں سے ایسی بدبو آئے گی جو مردار سے بھی زیادہ ہوگی، ایسے افراد ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے غیر مشروع راستے اختیار کرتے تھے۔ان کے علاوہ وہ افراد بھی ان میں شامل ہوں گے جو اپنے اموال سے حقوقِ الٰہی ادا نہ کرتے تھے یعنی خمس اور زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ کرتے تھے۔

آگ کا لباس پہنے ہوئے وہ لوگ ہوں گے جو فخر و تکبر کیا کرتے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق (خدا اور قیامت کا) انکار کرنے والے قیامت کے روز قبروں سے بندروں اور سؤروں کی صورت میں اُٹھیں گے۔

جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص دو مسلمانوں کے درمیان چغلی کرتا ہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُسے قبر سے اس حالت میں اُٹھائے گا کہ ایک سیاہ سانپ اُس پر سوار ہوگا جو اُس کے بدن کے گوشت کو کھا رہا ہوگا اور اسی حالت میں اُسے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

جو شخص کسی غریب اور مسکین پر ظلم کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے چیونٹی کی مانند انسانی شکل میں اُٹھائے گا اور اُسی حالت میں جہنم میں داخل کر دے گا۔

۹۔ سرداروں اور حاکموں کی حالت

وہ لوگ جو مختلف اداروں میں اپنے شعبہ جات میں رہبر (Managers) کے طور پر کام کر رہے ہیں، اُن کی ذمہ داری بھی زیادہ ہے اور اسی لحاظ سے اُن کی سزا و جزا بھی زیادہ ہے۔

پیغمبرِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص دس یا اس سے زیادہ افراد پر حاکم ہے، قیامت کے روز اُس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے۔ اگر وہ نیک ہے تو اُس کے ہاتھ کھول دیئے جائیں گے اور اُسے آزاد کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ بُرا اور ظالم ہوگا تو اُس کے ہاتھوں کو مزید باندھ دیا جائے گا۔

۱۰۔ متقین کی شان

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے جناب رسولِ خدا سے درج ذیل آیت کی توضیح کیلئے پوچھا:

"يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا".

"(اور) جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے"۔ (سورہ مریم:85)

جناب رسولِ خدا نے جواب میں فرمایا:

"یا علیؑ! یہ گروہ بہترین سواریوں پر سوار ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو متقی تھے۔ پروردگار اُن سے محبت کرتا ہوگا اور اُن کے اعمال سے راضی ہوگا۔ مجھے قسم ہے اُس خدا کی جس نے دانہ (بیج) کو پھاڑا اور جس نے انسان کو خلق کیا! جب یہ لوگ قبروں سے باہر آئیں گے تو فرشتے خوبصورت بہشتی اونٹوں پر سوار اُن کا استقبال کریں گے۔ وہ اونٹ بھی جنتی لباسوں اور زیوروں سے آراستہ ہوں گے۔ اس گروہ کے ہر فرد کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہزار ہزار فرشتے اُس کی عزت افزائی کیلئے ہوں گے اور اُسے اس طرح بہشت کی طرف لے کر چلیں گے جیسے دُلہن کو روزِ زفاف اُس کے شوہر کے گھر کی طرف لے کر جاتے ہیں۔

بہشت کے کنارے ایک درخت کے ساتھ توقف کریں گے۔ اس درخت کے پتے اتنے بڑے ہوں گے کہ ہر پتے کے سائے میں ہزار ہزار افراد آرام کر سکیں گے۔ اس

درخت کے دائیں طرف ایک بہشتی چشمہ بہہ رہا ہوگا جس کا پانی ٹھنڈا اور شیریں ہوگا۔ یہ سب لوگ اُس کے پانی کو پئیں گے۔ اس پانی کو پینے سے اُن کے دل ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو جائیں گے اور اس درخت کے بائیں طرف ایک اور چشمہ ہوگا جس کو ''عَینُ الْحَیاۃ'' کہتے ہیں، جس کے پانی سے یہ لوگ اپنے جسموں کو دھوئیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پائیں گے، موت کبھی اُن کے پاس نہ آئے گی''۔

۱۱۔ چار اہم سوار شخصیات

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز چار سوار ایسے ہوں گے جو بہت شان و شوکت کے مالک ہوں گے (یعنی جب قبروں سے نکلیں گے تو بڑی شان سے سوئے بہشت حرکت کریں گے)۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا:

''یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! وہ چار سوار کون ہوں گے؟''

اس کے جواب میں پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

پہلا: میں ہوں کہ براق پر سوار ہوں گا۔

دوسرا: میرے بھائی صالح پیغمبر ہیں جو اُسی اونٹنی پر سوار ہوں گے جسے اللہ نے معجزہ کے طور پر پیدا کیا اور حضرتِ صالح نے اُسے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا۔ اُن کی قوم نے اُس اونٹنی کا پیچھا کیا اور قتل کر دیا۔

تیسرا: میرے چچا حضرتِ حمزہ علیہ السلام ہیں جو ناقہ عضباء پر سوار ہوں گے۔

چوتھا: میرے بھائی علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو بہشت کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اور اُن کے ہاتھ میں لوائے حمد (حمد کا پرچم) ہوگا۔ وہ عرشِ الٰہی کے سامنے کھڑے ہوں گے اور خدا کی بارگاہ میں یہ صدا بلند کریں گے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه''۔

لوگ جب علی علیہ السلام کو اس شان وشوکت اور عظمت کے ساتھ دیکھیں گے تو کہیں گے: یہ تو ہمیں اللہ کا کوئی بہت مقرب فرشتہ لگتا ہے یا پھر کوئی اولی العزم پیغمبر یا پھر عرشِ خدا کو اُٹھانے والا فرشتہ۔

عرشِ الٰہی سے ایک فرشتہ ندا دے گا کہ اے انسانو! یہ شخص نہ تو اللہ کا مقرب فرشتہ ہے نہ پیغمبر و رسول ہے، نہ ہی عرشِ الٰہی کو سنبھالنے والا بلکہ یہ تو صدیق اکبر حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

۱۲۔ سات چمکتے چہرے

جنگِ جمل میں کامیابی کے بعد حضرت علی علیہ السلام جب سواریٔ رسولؐ پر بیٹھے تھے تو آپؑ نے لوگوں سے فرمایا:

''کیا میں تمہیں اطلاع نہ دوں کہ قیامت کے روز قبروں سے نکلنے والے اور میدانِ محشر کی طرف جانے والے اللہ کے بہترین بندے کون ہوں گے؟''

اس پر ابو ایوب انصاری کھڑے ہوگئے اور فریاد کرنے لگے: ''یا علیؑ! آپؑ ہمیں اُن افراد کی خبر دیجئے''۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''اعلیٰ ترین انسان جو قبروں سے نکلیں گے، وہ اولادِ عبدالمطلب سے ہوں گے، جو سات ہیں اور اُن کی تفصیل یہ ہے:

1۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو تمام مخلوق سے اعلیٰ ہیں۔

2۔ ہر اُمت میں اُس کے پیغمبر کے بعد بہترین انسان اُس کا وصی ہوتا ہے اور میں وصیِ پیغمبرِ اسلام ہوں اور تمام اوصیاء سے برتر ہوں۔

3,4۔ اوصیاء کے بعد بہترین انسان اُس اُمت کے شہداء ہوتے ہیں۔ اُمتِ محمدیؐ میں افضل ترین شہداء میں سے میرے چچا حضرت حمزہؓ اور میرے بھائی جعفر طیارؓ ہیں

جن کے دو پر ہیں۔اُن کے ذریعہ سے وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔

5,6۔ اُن کے بعد میرا بیٹا حسنؑ اور اُس کے بعد میرا بیٹا حسینؑ ہیں جو پیغمبرؐ اسلام کے نواسے بھی ہیں۔

7۔ ان کے بعد میرا بیٹا مہدیؑ (عج) جو قیامت کے روز اعلیٰ ترین مقام ومنزل پر فائز ہوگا۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے سورہ نساء کی آیات 69 اور 70 تلاوت فرمائیں جو درج ذیل ہیں:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِيْقًا. ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ.وَکَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا".

"اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل خاص ہے اور بس اللہ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے"۔

باب چہارم

مقامِ اعراف

قیامت کے روز مشکل ترین مرحلوں میں سے ایک مرحلہ اعراف ہے۔ اعراف کے بارے میں قرآن مجید میں چھ جگہ ذکر ہوا ہے، ہم ان سب کا ایک ایک کرکے ذکر کرتے ہیں:

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمَاهُمْ وَنَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ. (اعراف:46)

''اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے، مقامِ اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہرگروہ کو اُن کے قیافے سے پہچانتے ہوں گے۔ وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے: تم پر سلام ہو۔ یہ لوگ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ اس کے آرزومند ہوں گے''۔

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ اَصْحَابِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ". (اعراف:47)

''اور جب اُن کی نگاہیں اہل جہنم کی طرف پھریں گی تو کہیں گے: پروردگار! ہمیں ظالموں کے ساتھ شامل نہ کرنا''۔

وَنَادٰى اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمَاهُمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ. (اعراف:48)

''یہ اہلِ اعراف کچھ لوگوں کو، جن کو پہچانتے ہوں گے، پکاریں گے کہ تم نے جو جمع کیا تھا، تمہارے کچھ کام نہ آیا اور تم تکبر کیا کرتے تھے''۔

''اَهٰؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ.

''کیا یہی ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے نہیں نوازے گا۔ داخل ہو جنت میں، تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے''۔

(اعراف:49)

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ''. (حدید:13)

''پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندر کی طرف ہوگی رحمت اور باہر کی طرف ہوگا عذاب''۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ''. (حدید:14)

''وہ مؤمنوں سے پکار پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ مؤمن کہیں گے کہ ہاں! مگر تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا''۔

اعراف کے معنی

اعراف جمع ہے عرف کی اور اس کے معنی ہیں بلند مقام۔ بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اعراف کا لفظ معرفت سے ہے جس کا مطلب ہے پہچاننا یا جاننا وغیرہ۔ ایک اونچی زمین یقیناً ایک پست زمین سے زیادہ معروف ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ انسان جو اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں، وہ لوگوں میں زیادہ مشہور و معروف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہشتی اور

دوزخی اپنے چہروں سے پہچانے جاتے ہیں۔

درج بالا آیات میں اعراف سے کیا مراد ہے، اس بارے میں علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں چھ مختلف زاویوں سے بیان فرماتے ہیں:

1۔ ایک ایسا مقام ہے جو بہشت اور دوزخ سے ملا ہوا ہے۔

2۔ ایسی دیوار ہے جو اپنا مقام جدا رکھتی ہے جیسے مرغ کے سر پر کلغی۔

3۔ بہشت اور دوزخ کے درمیان۔

4۔ یہ وہی دیوار ہے جس کا ذکر قرآن میں سورہ حدید کی آیت 13 میں پہلے آیا ہے۔

5۔ پل صراط ہے جو دوزخ پر بنا ہوا ہے۔

6۔ اس کا مطلب لوگوں کے حال سے واقفیت ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعراف کے معنی بلند مقام ہے جو بہشت اور دوزخ پر شرف رکھتا ہے اور تمام انسان جو اعلیٰ مقام کے حامل ہوں گے، وہاں قرار پائیں گے۔

کچھ ضعیف الایمان افراد بھی وہاں پہنچیں گے اور آ کر رُک جائیں گے جبکہ خالص مؤمنین وہاں سے نکل کر بہشت میں پہنچ جائیں گے۔ گناہگار اور بے ایمان جہنم میں گر جائیں گے اور وہاں رُکے ہوئے افراد اس انتظار میں ہوں گے کہ انبیاء، آئمہ اور اولیاء اُن کی شفاعت کریں۔

اس ضمن میں آپ کی توجہ تین روایات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں:

1۔ اعراف کے معنی کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"سُوْرٌ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ".

''اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان دیوار ہے''۔

2۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

''وَالرِّجَالُ هُمُ الْأَئِمَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ''.

''رجال (سورۂ اعراف، آیت 26) سے مراد آئمہ ہیں جو آلِ محمدؐ سے ہیں''۔

روایت کرنے والے نے پوچھا کہ مولاؑ! اعراف کیا ہے تو امام محمد باقرؑ نے فرمایا:

''صِرَاطٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَمَنْ شَفَعَ لَهُ الْإِمَامُ مِنَّا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الْمُذْنِبِينَ نَجَا وَمَنْ لَمْ يَشْفَعْ لَهُ هَوٰى''.

''اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان راستہ ہے، جس گنا ہگار مؤمن کی ہم میں سے کوئی امام شفاعت کردے گا، وہاں سے رہائی پالے گا اور جس کی شفاعت نہ ہوگی، وہ اُس مقام سے (دوزخ میں) گر جائے گا''۔

3۔ ایک اور روایت جو رسولِ خداؐ سے نقل کی گئی ہے، اُس میں آپؐ نے فرمایا:

''اعراف میں رُکے ہوئے انسان وہ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہوں گے۔ دُنیا میں انہوں نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی ہوگی۔ اُن کی راہِ خدا میں شہادت اُن کو دوزخ میں جانے سے روک رہی ہوگی اور اُن کی ماں باپ کی نافرمانی اُن کو جنت میں داخل ہونے سے روک رہی ہوگی۔ جب پروردگار تمام مخلوق سے حساب کتاب لے چکا ہوگا، جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جاچکے ہوں گے، اُس وقت مقامِ اعراف پر اِن شہداء کے علاوہ کوئی نہ ہوگا۔ اس موقع پر پروردگار اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا اور اُن کو بہشت میں داخل کرے گا۔

فلسفۂ اعراف

اعراف پر اعتقاد کا فلسفہ یہ ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ اعراف ایک سخت مقام کا نام ہے۔ آج ہم تقویٰ کو اپنائیں اور اعمالِ صالح انجام دیں تا کہ کل اعراف کے مقام پر ہم شفاعت کے قابل ہوں۔ اگر آج ہم نے اپنی جانچ پڑتال نہ کی کہ کہاں پر ہیں تو کل ہمارے آئمہ اور نبی اور اولیاء اللہ ہماری شفاعت نہ کریں گے۔

ایک کوہ پیما (پہاڑ سر کرنے والا) پہاڑ پر چڑھنے سے پہلے اُس کی تیاری کرتا ہے کہ کس طرح راستے کی تکالیف اور سختیوں کو برداشت کرے گا۔ ان چیزوں سے آشنا ہونے کے بعد پہاڑ پر چڑھنے کی مہم کا آغاز کرتا ہے۔ ہمیں بھی ان مراحل سے کامیاب گزرنے کیلئے آج اپنے آپ کو تیار کرنا ہوگا۔

رجالِ اعراف (علامہ طباطبائی کا نظریہ)

جیسے سورۂ اعراف میں آیت 46 اور 47 میں ذکر ہو چکا ہے اور رجالِ اعراف (اعراف کے لوگ) پر بھی مختصراً بات ہو چکی ہے، علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں بارہ مختلف اقوال کا ذکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اصل میں اقوال تین ہیں، جو درج کیے جا رہے ہیں:

1۔ وہ لوگ انبیاء، آئمہ، شہداء، فقہاء اور علماء ربانی ہوں گے جو شفاعت کرنے کے مقام پر پہنچے ہوں گے۔

2۔ وہ لوگ جن کی نیکیاں اُن کے گناہوں کے برابر ہوں گی اور وہ مقامِ اعراف پر رُکے ہوئے ہوں گے۔

3۔ وہ اللہ کے مقرب فرشتے ہوں گے جو شفاعت کریں گے۔

یہ رجالِ اعراف (اعراف کے لوگ) معرفتِ الٰہی رکھتے ہوں گے اور اُن کا

مقام اعلیٰ ہوگا۔ وہ دوسرے لوگوں کی پیشانیاں دیکھ کر پہچان جائیں گے کہ یہ جنتی ہے یا دوزخی۔ وہ اُن افراد کو بھی پہچان لیں گے جو ضعیف الایمان ہوں گے اور اعراف کے مقام پر پڑے ہوں گے۔ اللہ نے اُن کو علم الرجال سے نوازا ہوگا۔ وہ پہچان لیں گے کہ یہ شخص شفاعت کے لائق ہے اور یہ شخص شفاعت کے لائق بھی نہیں۔

اعراف کی مزید معلومات ہمیں میسر نہیں، لہٰذا ہم اس بحث کو یہیں تک محدود کرتے ہیں۔

سن بلوغت سے پہلے مرنے والوں کا مقام

قیامت، میدانِ محشر اور سزا وجزا کی بحث کے دوران ایک سوال عموماً کیا جاتا ہے کہ وہ انسان جو بلوغت کی شرعی حد تک پہنچنے سے پہلے اس دُنیا سے انتقال کر گئے، اُن کا انجام کیا ہوگا؟ وہ بہشت میں جائیں گے یا دوزخ میں؟

اس سوال پر مختلف افراد نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ روایات کی روشنی میں اور سورہ طور کی آیت 21 کو مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مؤمنین کے غیر بالغ بچے اپنے والدین کی خدمت میں بہشت میں ہوں گے۔ وہ اپنے صالح والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گے لیکن کفار کے غیر بالغ بچوں کا پروردگارِ عالم امتحان لے گا۔ اگر وہ بچے خدا کی وحدانیت کو قبول کرتے ہوئے اطاعتِ الٰہی کا اقرار کریں گے تو اُن کو بہشت میں بھیج دیا جائے گا ورنہ دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔

متعدد روایات ملتی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرتِ سارہؑ اور جنابِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اُن کم عمر بچوں کی قیامت میں تربیت کریں گے۔ اس طرح حجتِ خدا پوری ہوجائے گی اور پھر اطاعتِ الٰہی کا اقرار کرنے پر بہشت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ علمائے کرام میں اس پر اختلاف نہیں کہ مؤمنین کے کم عمر بچے جنت میں اپنے والدین کے پاس ہوں گے اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ کافروں کے کم عمر بچے دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ وہ یا تو جنت میں جائیں گے یا پھر اعراف کے مقام پر ہی رہیں گے۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ اعراف کا مقام نہ تو جنت میں داخل ہے اور نہ ہی دوزخ میں اور ایسے افراد جیسے کفار کے بچے، وہاں رہیں گے۔

علامہ مجلسیؒ مزید کہتے ہیں کہ ہمارے بیشتر علماء کا خیال ہے کہ کفار کے کم عمر بچے قیامت کے روز مکلف ہوں گے اور اُن کا امتحان ہوگا۔

کس طرح امتحان ہوگا؟ اس کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ہم آپ کی توجہ صرف ایک روایت کی طرف مبذول کرواتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ تعالیٰ تمام نابالغ بچوں کو اکٹھا کرے گا اور ایک آگ روشن کی جائے گی۔ اللہ اُن کو حکم دے گا کہ اپنے آپ کو آگ میں گرا دو۔ جو جو خدا کے اس فرمان کو مانتے ہوئے تعمیل کرے گا، اُس کیلئے آگ سرد کر دی جائے گی اور وہ صحیح و سالم رہے گا اور سعادت مند ہوگا۔ جو خدا کے حکم کو تسلیم نہیں کرے گا، وہ خدا کی رحمت سے محروم ہو جائے گا اور انہیں دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے: کیا ہمیں دوزخ میں بھیجا جا رہا ہے جبکہ ہم ابھی مکلف ہونے کی حد (سن بلوغت) تک نہیں پہنچے؟

اُس وقت پروردگارِ عالم فرمائے گا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا اور تم نے میری اطاعت نہ کی۔ پس اگر اپنے رسولوں کو تمہارے پاس بھیجا ہوتا تو پھر تم میری کیسے اطاعت کرتے کیونکہ اُس صورت میں مَیں غیب میں رہ کر اور غیر مستقیم طریقہ سے بات کرتا ہوں۔

مقامِ اعراف پر شفاعت

روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْاَعْرَافُ كُثْبَانٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ،فَيَقِفُ عَلَيْهَا كُلُّ نَبِيٍّ وَكُلُّ خَلِيْفَةِ نَبِيٍّ مَعَ الْمُذْنِبِيْنَ مِنْ اَهْلِ الزَّمَانِ كَمَايَقِفُ صَاحِبُ الْجَيْشِ مِنْ جُنْدِهِ".

''اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک اونچا مقام ہے جہاں پر پیغمبر، اُس کا جانشین اور اُن کے زمانہ کے گناہگار رُکیں گے جیسے ایک فوج کا سردار (کسی مشکل مقام کو عبور کرتے ہوئے اپنے کمزور سپاہیوں کی مدد کی غرض سے) اپنی فوج کیلئے توقف کرتا ہے''۔

آپؑ نے مزید فرمایا کہ اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام ہے جہاں آئمہؑ (ہمارے بارہ امامؑ) اپنے شیعوں (گناہگار) کے ہمراہ رُکے ہوئے ہوں گے جبکہ مؤمنین (خالص) بغیر حساب کتاب کے بہشت میں پہنچ چکے ہوں گے۔

اس موقع پر امامؑ اپنے گناہگار شیعوں سے فرمائیں گے کہ دیکھو! تمہارے مؤمن بھائی کس طرح بغیر حساب کتاب کے تیزی سے جنت میں پہنچ گئے ہیں۔

اسی کے بارے میں پروردگار فرماتا ہے:

"وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ قف لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ".

''اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے، السلام علیکم، ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے اُمیدوار ہوں گے''۔ (سورۂ اعراف: 46)

پھر اُن (اعراف میں رُکے ہوئے شیعوں) سے کہیں گے کہ دشمنانِ حق کی طرف دیکھو کہ کس طرح آتش جہنم میں جل رہے ہیں۔ اسی چیز کے بارے میں پروردگار فرماتا ہے:

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"۔

"اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جاپڑیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ فرما"۔ (سورۂ اعراف: 47)

پھر امامؑ دوزخیوں کو متوجہ کر کے فرمائیں گے کہ یہ (گناہگار شیعہ) وہی ہیں جن کے بارے میں تم کہا کرتے تھے کہ ان پر کبھی خدا کی رحمت نہ ہوگی۔ اُس وقت امامؑ اپنے شیعوں سے کہیں گے کہ جنت کی طرف چلو، اب تمہیں کوئی ڈر ہے نہ خوف۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابن کوا (انتہائی کینہ پرور منافق) نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ سورۂ اعراف کی آیت 46 میں اعراف کا ذکر ہوا ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟

آپؑ نے اُس کو یہ جواب دیا:

"وَيْحَكَ يَابْنَ الْكَوَّا! نَحْنُ نَقِفُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا عَرَفْنَاهُ بِسِيْمَاهُ فَاَدْخَلْنَاهُ الْجَنَّةَ، وَ مَنْ اَبْغَضَنَا عَرَفْنَاهُ بِسِيْمَاهُ فَاَدْخَلْنَاهُ النَّارَ"۔

"حیف ہے تجھ پر اے ابن کوا! ہم قیامت کے روز مقامِ اعراف پر کھڑے ہوں گے۔ جس نے بھی دُنیا میں ہماری حمایت کی ہوگی، ہم اُس کو اُس کے چہرے سے پہچانیں گے اور اُسے جنت میں داخل کریں گے اور جس نے دُنیا میں ہمارے ساتھ دُشمنی کی ہوگی، اُس کو بھی اُس کے چہرے سے پہچانیں گے اور دوزخ میں دھکیل دیں گے"۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرتِ حجت علیہ السلام کی زیارت میں یہ پڑھا

جاتا ہے:

"وَنَعۡتَرِفُ بِاَنَّهُمۡ شُفَعَاءُ الۡخَلَائِقِ اِذَا نُصِبَتِ الۡمَوَازِيۡنَ فِيۡ يَوۡمِ الۡاَعۡرَافِ".

"ہم اعتراف کرتے ہیں کہ روزِ اعراف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنؑ کی آلؑ اُس وقت جب میزان قائم ہورہا ہوگا، ہماری شفاعت فرمائیں گے"۔

اس عبارت سے بخوبی واضح ہے کہ مقامِ اعراف پر جب اعمال کو پرکھنے کیلئے میزان نصب ہورہے ہوں گے تو اُس وقت پیغمبرؐ خدا اور اُنؑ کی آلؑ اعراف میں رُکے ہوئے شیعوں کی شفاعت کریں گے۔

اس طرح کی بہت سی روایات ملتی ہیں جن کا ایک نمونہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ ضعیف الایمان مؤمنین (گناہگار شیعہ) جو اعراف کے بلند مقام پر رُکے ہوں گے اور مشکل میں گرفتار ہوں گے، کچھ مدت تک وہیں رہیں گے، بالآخر اُن کی شفاعت کی جائے گی اور وہ بہشت کی طرف روانہ ہوں گے۔

مقامِ اعراف پر شفاعت حقیقت میں شفاعت کے مختلف مراحل میں سے ایک ہے۔ دوسرے مقامات پر بھی شیعوں کی شفاعت کی جائے گی۔ اس پر مفصل بحث تو بعد میں ہوگی لیکن یہاں مختصراً نگاہ ڈالتے ہوئے آگے جائیں گے۔

قرآن وحدیث کی رُو سے شفاعت یقینی ہے

شفاعت کا مسئلہ اسلام کی نظر میں قطعی ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ مؤمنین اور رُکے ہوئے افراد جنہوں نے آدھے یا اس سے زیادہ مراحل تو طے کرلئے لیکن گناہوں کے اثر کی وجہ سے آگے کے مراحل طے نہ کرسکے، اُس وقت اُن کی اُمید صرف اور صرف پیغمبرؐ خدا، امامؑ اور اولیائے خدا کی شفاعت پر ہوگی۔

شفاعت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ گناہگار لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے تمام پل تباہ نہ کریں اور یہ جان لیں کہ جس حالت میں بھی ہیں، اُن کی اصلاح ممکن ہے۔ اپنے اعمال کو صحیح سمت میں لاکر اور اپنے گناہوں پر نادم ہوکر وہ اپنے آپ کو شفاعت کے لائق بنا سکتے ہیں۔شفاعت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ انسان کو گناہوں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ یہ تو گناہگاروں کیلئے اُمید کی کرن ہے جو اُن کو نا اُمیدی کی گہری وادی سے نکال کر توبہ و استغفار کی طرف راغب کرتی ہے اور اُن کو شفاعت کے لائق بناتی ہے۔

قرآن مجید میں مختلف آیات کی رُو سے شفاعت باذن اللہ (اللہ کی اجازت کے ساتھ)ہوگی اور یہ امر قطعی ہے۔ یہ آیات پانچ گروہوں میں بٹ جاتی ہیں۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ شفاعت مختلف جگہوں اور مختلف مواقع پر ہوگی، حتیٰ کہ اس دُنیا میں بھی اس کی ضرورت ہوگی، مثلاً موت کے وقت اور موت کے بعد اس کا وجود ہوتا ہے۔لیکن زیادہ تر یہ قیامت میں اور قیامت کے مختلف مراحل میں کی جائے گی، مثلاً حشر کے وقت، مقامِ اعراف پر، پل صراط کو عبور کرتے وقت، حوضِ کوثر کے پاس اور بہشت اور دوزخ کے در کے پاس۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ شفاعت اُمت کے مخصوص گناہگاروں کیلئے ہے، کافروں اور مشرکوں کیلئے نہیں۔ اس کے علاوہ خالص مؤمنین بھی بغیر حساب کتاب کے واردِ بہشت ہوں گے اور اُن کو شفاعت کی ضرورت نہ ہوگی۔

اعراف کا ذکر کرتے ہوئے ہم پہلے کچھ روایات بیان کر چکے ہیں جن کی رُو سے پیغمبرؐ، آئمہ اہل بیتؑ، اولیاء اللہ اور فقہاءرؒ کے ہوئے گناہگاروں کی شفاعت کریں گے۔

اپنے علم و عمل میں حدودِ الٰہی کا لحاظ رکھتے ہوئے دُنیا میں ہم ایسے رہیں کہ ہمیں آخرت میں شفاعت کی اُمید ہو۔ اعراف کے عظیم مرحلہ سے گزرتے ہوئے ہم پیغمبرؐ خدا اور

آئمہ برحق کی شفاعت کے لائق ہوں اور انہی کی رہبری میں اور انہی کے نور کی روشنی میں بہشت کی جانب رواں دواں ہوں، (آمین ثم آمین)۔

حضرت علی علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نَحْنُ الْاَعْرَافُ، نَحْنُ صَاحِبُ الْاَعْرَافِ".

"اعراف اور صاحبِ اعراف ہم ہیں"۔

ایک اور مقام پر حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَ نَحْنُ اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ، اَنَا وَعَمِّیْ وَ اَخِیْ وَابْنُ عَمِّیْ".

"اعراف کے فرمانروا ہم ہیں، میں، میرے چچا، میرا بھائی اور میرے چچا زاد بھائی"۔

آپ نے مزید فرمایا:

"اَنَا قَسِیْمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاَنَا صَاحِبُ الْاَعْرَافِ".

"میں جنت اور دوزخ کو تقسیم کرنے والا ہوں۔ سرپرست اور صاحبِ اعراف میں ہوں"۔

سوال اور اُس کا جواب

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں ایسی آیات ہیں جن کا مفہوم انکارِ شفاعت ہے، مثلاً:

"یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ. اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ". (سورہ شعراء:88،89)

"اُس دن کہ (نجات کیلئے) نہ مال کام آئے اور نہ اولاد، مگر ہاں! (اُس کی

نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس (کفر و شرک سے) پاک دل لے کر آئے گا"۔

"فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَ لُوْنَ". (سورہ مومنون:101)

"پھر جب قیامت میں صور پھونکا جائے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناطے (تھے) اُس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا"۔

"یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ. وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ. وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ". (سورہ عبس:34،35،36)

"جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگیں گے (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا)"۔

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس دن دولت، فرزند اور دُوسرے رشتہ دار انسان کو نجات نہیں دِلاسکیں گے بلکہ یہ تمام نسبی رشتے ایک دُوسرے سے کٹ جائیں گے اور جو چیز نجات کا باعث بنے گی، وہ انسان کا قلبِ سلیم ہے۔ اِس بناء پر خالص مومنین جن کے دل سو فیصد پاک ہیں، بغیر شفاعت کے نجات پا جائیں گے۔

البتہ وہ مومنین جو گناہگار ہیں، اگر قلبِ سلیم رکھتے ہیں تو وہ شفاعت کی اہلیت بھی رکھتے ہیں اور اُن کو شفاعت ملے گی مگر جو قلبِ سلیم کی کوئی خوبی نہیں رکھتے، وہ شفاعت سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ مومنین جو شفاعت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور وہ خالص مومنین جو بغیر کسی شفاعت کے جنت میں جائیں گے، ان دونوں کے درجات میں فرق ہوگا اور عدالتِ الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے۔

پیغمبرِ خداؐ اور اُنؐ کی آلؑ کا اعراف میں اعلیٰ مقام

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ حجاب جو جنتیوں اور

دوزخیوں کے درمیان بمطابق سورۂ اعراف، آیت 46 ہوگا، سے کیا مراد ہے؟

آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ وہ حجاب ایک طرح کی گزرگاہ ہے یا ایک قلعہ نما عمارت ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔

پھر مزید فرمایا:

"قَائِمٌ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَ فَاطِمَةَ وَخَدِيْجَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَيُنَادُوْنَ اَيْنَ مُحِبُّوْنَا؟ فَيُقْبِلُوْنَ اِلَيْهِمْ،فَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَ اَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ....."۔

"اُس مقامِ اعراف پر (بلند مقام) جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی المرتضٰی، حسنِ مجتبٰی، حسینِ شہیدِ کربلا، جناب فاطمہ اور جناب خدیجہ علیہم السلام ہوں گے۔ وہ وہاں سے پکاریں گے کہ ہمارے چاہنے والے کہاں ہیں؟ ہمارے شیعہ کہاں ہیں؟ چاہنے والے اور شیعہ اُنؑ کی طرف جائیں گے، وہ اُن کے نام اور اُن کے والد کے نام کو جانتے ہوں گے اور یہ معنی آیت:

"يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمَاهُمْ" (سورۂ اعراف:46)

کے ہیں۔ اُس وقت وہ اُن شیعوں اور دوستوں کے ہاتھوں کو پکڑیں گے اور اُن کو اعراف کے مرحلہ اور پلِ صراط سے گزار کر جنت میں داخل کردیں گے"۔

بارہ امامؑ مقامِ اعراف پر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد، جس کا نام سفیان بن مصعب تھا، نے امامؑ سے پوچھا: یا بن رسولؐ اللہ! اصحاب اعراف کون ہیں؟

امام جعفر صادقؑ نے جواب دیا: آلِ محمدؐ سے بارہ امامؑ اصحاب اعراف ہیں۔

پھر اُس نے پوچھا: اعراف کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: اعراف ایک بلند مقام ہے۔ جنابِ رسولِ خدا اور اُن کے بارہ وصی وہاں ہوں گے اور شفاعت کے لائق ہر شخص کو اُس کے چہرے سے پہچان لیں گے اور اُن کو نجات دلوائیں گے۔

اُس وقت سفیان عجیب خوشی کے عالم میں تھا۔ اُس نے آئمہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

وَاَنْتُمْ وُلَاۃُ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ وَالْجَزَاء
وَاَنْتُمْ لِیَوْمِ الْمُفْزِعِ الْهَوْلِ مَفْزَعُ
وَاَنْتُمْ عَلَی الْاَعْرَافِ وَ هِیَ کَتَائِبٌ
مِنَ الْمُسْکِ رَیَّاهَابِکُمْ یَتَضَوَّعُ

''آپ آئمہ روزِ حشر و نشر، روزِ جزا کے فرمانروا ہیں اور آپ اُس وحشت ناک دن میں لوگوں کی پناہ ہیں''۔

''آپ سب اعراف پر، جو مشک کی خوشبو سے پُر ہوگی، مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی وجہ سے بادِ نسیم مشک کی خوشبو کو چاروں طرف پھیلا دے گی''۔

❀❀❀

باب پنجم

پُل صراط اور مرصاد

صراط کیا ہے؟

قیامت کے سخت مراحل میں سے ایک پُل صراط سے عبور ہے۔ صراط یعنی پُل جو دوزخ کے اوپر بنایا گیا ہے اور ہر کسی کو وہاں سے گزرنا ہے۔ بعض روایات میں اس سے مراد مرصاد بھی لیا گیا ہے کیونکہ مرصاد، صراط پر ایک مخصوص گزرگاہ ہے۔

صراط کا لغت میں معنی راستہ ہے اور ہماری اصطلاح میں یہ وہ راستہ ہے جو دوزخ کے اُوپر ہے اور سیدھا بہشت کو جاتا ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ عَلٰی جَهَنَّمَ جِسْراً اَدَقَّ مِنَ الشَّعْرِ وَاَحَدَّ مِنَ السَّيْفِ".

"جہنم کے اُوپر ایک پُل ہے جو بال سے زیادہ باریک ہے اور تلوار سے زیادہ تیز ہے"۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اَلصِّرَاطُ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ".

"صراط بال سے باریک تر ہے اور تلوار سے تیز تر ہے"۔

صراط کے بارے میں شیخ مفید کا نظریہ

بزرگ عالم شیخ مفیدؒ (متوفی 413ھ ق) صراط کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''صراط جس کے لغوی معنی راستہ یا راہ کے ہیں۔ اس لحاظ سے دین کا ایک نام صراط ہے کیونکہ یہ وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے انعام واکرام حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام اور باقی گیارہ اماموںؑ (جو اُنؑ کی اولاد سے ہیں) کی ولایت کو صراط کہتے ہیں''۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

''اَنَاصِرَاطُ اللّٰهِ الْمُسْتَقِيْمِ وَعُرْوَتُهُ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا''.

''اللہ تعالیٰ کا صراطِ مستقیم میں ہوں اور اللہ کی مضبوط رسی جو نہ ٹوٹنے والی ہے، وہ میں ہوں''۔

یعنی علی علیہ السلام کی معرفت اور اُنؑ سے تمسک (تعلق) وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ روایات میں ہے کہ قیامت کے روز بہشت میں جانے کا راستہ ایک پُل کی مانند ہے جس کو لوگ عبور کریں گے۔ وہ پُل ہی صراط ہے جس کے دائیں جانب جناب رسولِ خداؐ کھڑے ہوں گے اور بائیں جانب جناب علیؑ مرتضیٰ کھڑے ہوں گے۔ اللہ کی جانب سے صدا آئے گی:

''اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ''. (سورۂ ق:24)

''ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہو اور (حق سے) ضد رکھتا ہو''۔

روایات کے مطابق کوئی پُلِ صراط عبور نہ کرسکے گا مگر صرف وہ جس کے پاس علی علیہ السلام کی طرف سے گزرنے کا پروانہ ہوگا۔ اس کے علاوہ پُلِ صراط کفار کیلئے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کافر کے پاؤں پُلِ صراط پر ٹھہر نہ سکیں گے کیونکہ قیامت کی وحشت اور خدا کے عذاب کا خوف اس قدر سخت ہوگا کہ اُس

کیلئے راہ چلنا مشکل ہو جائے گا، جیسے ایسے پُل پر جو بال سے زیادہ باریک ہو اور تلوار سے زیادہ تیز ہو، اُس پر چلنا دُشوار ہوتا ہے۔ صراط حقیقت میں اُس راستے کو کہتے ہیں جو انسان کو جنت تک لے جائے گا۔ (شیخ مفید کا نظریہ تمام ہوا)۔

ہمیں اس بات پر توجہ دینا ہوگی کہ ''صراط'' دین اسلام کے معنی رکھتا ہے اور اسلامی اعتقادات میں بڑا اہم ہے۔ یہ بالآخر قیامت کے بڑے مراحل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ ہمیشہ پیغمبرؐ خدا اور آئمہ معصومینؑ کے سامنے پیش ہوتا رہا ہے۔ جب میت کیلئے تلقین پڑھی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے:

''وَالصِّرَاطُ حَقٌّ''.

''صراط حق ہے''۔

اس سے پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضورؐ پاک کی نبوت کی گواہی دینا پڑتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی انسان صراط کو، میدان کو، قیامت کے روز حشر نشر کو اور حساب کتاب کو قبول کرتا ہے تو وہ مؤمن برحق ہے اور وہ ہمارے اہلیانِ شیعہ میں سے ہوگا''۔

آپؑ نے مزید فرمایا:

''اِذَا کَانَ الْمَمَرُّ عَلَی الصِّرَاطِ حَقٌّ فَالْعُجْبُ لِمَاذَا''.

''جب پُل صراط پر سے گزرنا حق ہے تو پھر غرور کیسا''۔

صراط کے معنی قرآن کی رُو سے

صراط کا لفظ قرآن میں چالیس مرتبہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے اور زیادہ تر مستقیم کے لفظ کے ساتھ آیا ہے، مثلاً:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ".

"(خدایا) ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما"۔

صراطِ مستقیم کا مفہوم قرآن میں مکمل دین اسلام جو ولایت علی علیہ السلام اور اُنؑ کے گیارہ بیٹوں کے امام ہونے کے ساتھ منسلک ہے، کے طور پر آیا ہے اور اکیلا لفظ صراط بعض جگہوں پر صراط شیطان یا "گمراہی والا راستہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔لہذا صراط دو طرح کا ہے: صراطِ مستقیم اور صراط غیر مستقیم۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ صراط کی دو اقسام ہیں: ایک صراطِ دُنیا اور دوسرا صراطِ آخرت۔ البتہ دُنیا کے صراط سے مراد امامت ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔ دُنیا میں جو کوئی سچے امام کی معرفت حاصل کرلے گا، وہ روزِ قیامت پُلِ صراط سے آسانی سے گزر جائے گا اور جو کوئی دُنیا میں سچے امام کی شناخت نہ کرسکا اور اُن کی معرفت میں نیک اعمال انجام نہ دیئے تو پُلِ صراط پر اُس کے پاؤں میں لغزش پیدا ہوگی اور وہ نیچے جہنم میں گر جائے گا۔

یہی وہ پُلِ صراط ہے جس پر سے نیک اور صالح افراد گزر کر سیدھے بہشت میں جائیں گے جبکہ ظالم اور بُرے لوگ اس پُلِ صراط سے گر کر واصلِ جہنم ہوں گے۔قرآن میں اس پُلِ صراط کا ذکر اکثر مقامات پر ہوا ہے۔ہم ذیل میں پانچ آیات کی طرف قارئین کرام کی توجہ دلاتے ہیں:

1۔ "وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا. ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا". (سورہ مریم: 71،72)

"اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو۔ یہ تمہارے رب کا حتمی

طے کیا ہوا ہے جو (ضرور) پورا ہوکر رہے گا۔ پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے"۔

مختصر تشریح

اس آیت کے ترجمہ کے مطابق سب کا عمومی طور پر جہنم میں وارد ہونا یقینی ہے، اسکے معنی میں مفسرین نے اپنی اپنی مختلف رائے کا اظہار کیا ہے۔ لیکن روایات کی روشنی میں یہاں وارد ہونا، داخل ہونے کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ یہ جہنم سے نزدیک ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور چونکہ ہر انسان کو پُل صراط سے گزرنا ہوگا اور یہ پُل جہنم کے اوپر بنایا گیا ہے، لہٰذا اس سے مراد اسی پُل صراط سے گزرنا مناسب ترین نظر آتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اَلْوُرُوْدُ الْمَمَرُّ عَلَی الصِّرَاطِ".

یہاں ورود سے مراد عبور ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ورود سے مراد سب کا عمومی طور پر جہنم میں داخل ہونا ہی ہے، حتیٰ کہ بہشتی بھی داخل ہوں گے لیکن یہ دوزخ کی آتش مومنین کیلئے سرد اور گل وگلزار بن جائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کیلئے آتش نمرود سرد ہوگئی تھی۔

2۔ "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ". (سورہ فجر: 14)

"بے شک تمہارا رب (نافرمانوں کے) گھات میں ہے"۔

اسی معنی سے متشابہ پروردگار سورہ نباء، آیت 21 اور 22 میں ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا. لِلطَّاغِيْنَ مَآبًا".

"بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے، سرکشوں کا ٹھکانا (ہے)"۔

مختصر تشریح

مرصاد اصل میں رصد سے ہے جس کے معنی ہیں کمین گاہ (شکاری جہاں سے چھپ کر شکار پر حملہ کرتا ہے)۔ دوزخ کا مقام تو ایک انتہائی منزل ہے اور اس کا مرصاد یا کمین گاہ سے بظاہر کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ کمین گاہ (شکاری کے چھپنے کی جگہ) تو راستے پر ہوتی ہے جہاں سے لوگ مجبوراً گزرتے ہیں۔ اسی لحاظ سے مرصاد سے مراد جہنم نہیں بلکہ وہ جگہ ہے جہاں سے مجرم پکڑا جائے گا اور اُسے واصل جہنم کیا جائے گا۔ یہ وہی پُلِ صراط کا مقام ہے۔ درج ذیل احادیث بھی اسی مطلب کو واضح کرتی ہیں:

(ا)۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جب خدائے وحدہٗ لاشریک سب انسانوں، اوّلین و آخرین، کو روزِ قیامت میدانِ محشر میں جمع کرلے گا تو جہنم دہکائی جائے گی۔ اُس کے اوپر پُلِ صراط بنے گا۔ اس پُلِ صراط کے تین حصے ہوں گے: پہلے حصہ میں امانتداری، اپنے عزیز و اقارب سے رابطہ، پیار محبت اور اعمالِ صالح کام آئیں گے۔ جس جس نے اِن میں کوتاہی برتی ہوگی، وہ وہیں سے جہنم میں گر جائے گا۔ اس پُل کا دوسرا مرحلہ طے کرنے کیلئے نماز معاون ثابت ہوگی۔ نماز میں کوتاہی کرنے والے اس حصہ میں اٹک جائیں گے اور تیسرے مرحلہ میں عدلِ پروردگار ہوگا۔

اس آیت ''اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ'' کا یہی مطلب ہے۔

(ب)۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت کی گئی ہے:

''وَلَئِنْ اَمْهَلَ اللّٰهُ الظَّالِمَ فَلَنْ يَفُوْتَ اَخْذُهٗ وَهُوَ لَهٗ بِالْمِرْصَادِ عَلٰى مَجَازِ طَرِيْقِهٖ''۔

''اگر پروردگار ظالم کو مہلت دیتا ہے تو وہ ہرگز اُس کی عدالت اور قدرت سے

بھاگ نہ سکے گا اور جہاں اور جس راستے سے بھاگے گا، وہیں اُس کی شکارگاہ ہوگی“۔

اس سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ مرصاد ایک راستہ ہے جس پر کئی شکارگاہیں ہیں جو انتہائی سخت اور مشکل ہوں گی۔

(ج)۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اَلْمِرْصَادُ قَنْطَرَةٌ عَلَى الصِّرَاطِ لَايَجُوْزُهَا عَبْدٌ بِمَظْلَمَةِ عَبْدٍ“.

”مرصاد ایک پُل ہے جو صراط پر واقع ہے اور صراط دوزخ کے اوپر سے گزرتا ہے۔ جس انسان نے دُوسرے انسان پر ظلم کیا ہوگا، وہ اس پُل پر سے ہرگز نہ گزر سکے گا“۔

اس حدیث سے دو چیزیں سمجھی جا سکتی ہیں:

(i)۔ مرصاد اصل میں پُلِ صراط ہی کو کہتے ہیں۔

(ii)۔ مرصاد پُلِ صراط پر ایک چیک پوسٹ کی مانند ہے جہاں پر ہر گزرنے والے سے سوال و جواب کیا جائے گا اور نا اہل افراد کو گزرنے سے روک دیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک ایسے پچاس مقامات پر مختلف سوالات کیلئے روکا جائے گا۔

عبداللہ بن عباس اس آیت ”اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ“ کی تفسیر میں یوں بیان کرتے ہیں (یہ بعید ہے کہ ابن عباس نے پیغمبرؐ اسلام کے علاوہ کسی اور سے نقل کیا ہو):

پُلِ صراط پر سات مقامات پر انسان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ پہلے مقام پر اللہ کی وحدانیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جو بندہ اس سوال کا مکمل اور صحیح

جواب دے دے گا، وہ یہاں سے آزاد ہوگا۔ پھر پُلِ صراط پر واقع دوسرے مقام پر روکا جائے گا۔ اس مقام پر نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جو بندہ اُس کا مکمل جواب دے دے گا، وہ یہاں سے آزاد ہوکر آگے جائے گا۔ اس کے بعد اگلے یعنی تیسرے مقام پر روک لیا جائے گا۔ یہاں اُس سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یہاں پر تسلی بخش اور مکمل جواب دینے پر اُسے مزید بڑھنے دیا جائے گا۔ چوتھے مقام پر اُس سے روزہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جب یہ مرحلہ بھی کامیابی سے گزر جائے گا تو پانچویں مقام پر روکا جائے گا۔ اس مقام پر اُس سے حج کے بارے میں سوال ہوگا۔ اگر بندہ اُس سوال کا مکمل جواب دے پائے گا تو چھٹے مقام پر اُس سے عمرہ حج کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یہاں پر کامیاب جواب دینے کے بعد ساتویں مقام پر اُس سے ظلم کے بارے میں (جو اُس نے دُوسروں پر کیے ہوں گے اور ابھی تک اُس کی گردن پر ہوں گے) پوچھا جائے گا۔ اگر بندہ نے اُس کا صحیح جواب دے دیا تو اُسے بہشت کی طرف جانے دیا جائے گا۔

3۔ "وَجِیْئَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى". (سورہ فجر: آیت 23)

"اور جہنم کو حاضر کیا جائے گا، اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا مگر اُس وقت اُس کیلئے نصیحت حاصل کرنا کہاں (مفید ہوگا)!"

مختصر تشریح

اس آیت میں اگرچہ ظاہراً صراط کا ذکر نہیں آیا ہے لیکن اس کے بارے میں متعدد روایات جو دیکھنے میں آئی ہیں، اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا اشارہ بھی صراط کی طرف

ہے۔روایت اس طرح سے ہے:

علی بن ابراہیم اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے رسولِ خدا سے پوچھا کہ اس آیت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"جبرئیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جب پروردگار قیامت برپا کرے گا اور تمام انسانوں کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا، اُس وقت جہنم کو ہزار فرشتے اُس کی ہزار مہاروں کے ذریعہ کھینچ کر لائیں گے۔جہنم میں سے عجیب وحشت ناک آوازیں بلند ہوں گی۔ اہل محشر بہت گھبرا جائیں گے۔اُس وقت ہر انسان، ہر پیغمبر اور ہر فرشتہ یہی پکارے گا:

"رَبِّ نَفْسِیْ".

"پروردگار! مجھے بچالے"۔

صرف پیغمبر اسلام پروردگار کی بارگاہ میں فرمارہے ہوں گے:

"رَبِّ اُمَّتِیْ رَبِّ اُمَّتِیْ".

"پروردگار! میری اُمت کو نجات دے۔ پروردگار! میری اُمت کو نجات دے"۔

"ثُمَّ یُوْضَعُ عَلَیْهَا الصِّرَاطُ اَدَقُّ مِنْ حَدِّ السَّیْفِ"

"پھر پُلِ صراط کو جہنم کے اوپر رکھا جائے گا جو شمشیر سے زیادہ تیز ہے"۔

اُس پُل پر تین مقامات ہیں جو مقامِ صلہ رحم، مقامِ نماز اور مقامِ امانتداری ہیں۔ جو شخص بھی اِن تین مقامات سے کامیابی سے گزر جائے گا، وہ بہشت کی جانب لقاء اللہ کیلئے بڑھے گا اور آیت "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" کے معنی یہی ہیں۔

لوگ پُلِ صراط کو مختلف شکلوں میں عبور کریں گے۔ کچھ لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ اُن کے بازو لٹکے ہوئے ہوں گے اور اُن کے ایک پاؤں میں اگر لغزش پیدا ہوگی تو وہ

دُوسرے پاؤں پر چل کر پُلِ صراط کو عبور کریں گے۔فرشتے جو پُلِ صراط کے قریب ہوں گے،خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں فریاد کریں گے:

''یا اللہ! اپنے فضل و کرم کی وجہ سے لوگوں کو بخش دے۔اُن کی غلطیوں سے درگزر فرما''۔

کچھ لوگ اس پُل پر سے گزرتے ہوئے جہنم میں گر جائیں گے اور جو لوگ رحمتِ الٰہی کی بدولت پُل کو پار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، وہ اللہ کی بارگاہ میں شکر ادا کریں گے اور کہیں گے:

''تمام تعریف اُس خدا کیلئے ہے جس نے اپنی نعمتوں کو اپنے فرمانبردار بندوں پر نازل کر دیا اور ہمیں پُلِ صراط کی سختیوں سے نجات دلائی۔ بے شک تو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے''۔

4۔ ''وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ''۔ (سورہ یٰسین:66)

''اور اگر ہم چاہتے تو (دُنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیتے، پھر یہ راستہ کی طرف دوڑتے پھرتے،سو اِن کو کہاں نظر آتا''۔

مختصر تشریح

اس آیت میں صراط سے مراد حق کا راستہ ہے جس کا تعلق اس دُنیا سے ہے۔لیکن بہت سے مفسرین سمجھتے ہیں کہ یہ آیت قیامت کے روز پُلِ صراط کے بارے میں ہے۔جس وقت کافر و مجرم پُلِ صراط سے گزریں گے تو پروردگار اُن کی آنکھوں کو ایسے ہی نابینا کر دے گا جس طرح وہ اس دُنیا میں راہِ حق سے نابینا تھے۔اُن کی آنکھوں کو ختم کر دے گا۔وہ مجرم جتنی بھی کوشش کریں گے،پُلِ صراط کو عبور نہ کرسکیں گے اور بالآخر دوزخ میں گر جائیں گے۔

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا دونوں نظریئے درست ہوں لیکن آپ کی توجہ چند روایات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جو دُوسرے نظریئے کی تائید کرتی ہیں:

1۔ عبداللہ بن سلام جو رسولِ خدا کے صحابی تھے، نے دُوسرے نظریئے کی تائید کی ہے۔ اُن سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے یہ نظریہ بغیر جناب رسولِ خدا کی اطلاع کے قائم کرلیا ہو۔ وہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جب قیامت برپا ہوگی اور دوزخ کے اُوپر پُلِ صراط رکھا جائے گا تو ایک منادی کرنے والا بلند آواز میں صدا دے گا:

''حضرت محمدؐ اور اُن کی اُمت اُٹھ کھڑی ہو''۔

اس پر نبیؐ پاک کی ساری اُمت بشمول نیک و بد کھڑے ہوجائیں گے اور جناب رسولِ خدا کے پیچھے چلنا شروع ہوجائیں گے۔ جب یہ سب پُلِ صراط پر پہنچیں گے تو پروردگار مجرم و فاسق لوگوں کی آنکھوں کو اندھا کردے گا۔ وہ مجرم بڑے ہاتھ پاؤں ماریں گے اور کوشش کریں گے کہ پُل کو عبور کرلیں لیکن چونکہ نابینا ہوں گے، اس لئے پُل عبور نہ کرسکیں گے۔

2۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

''جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا: ''یا محمدؐ! کیا میں آپ کو اُس چیز کی بشارت نہ دوں جس کی بدولت آپؐ روزِ قیامت پُلِ صراط کو عبور کریں گے؟''

آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، مجھے خوشخبری دو''۔

اس پر جبرئیلؑ نے کہا: ''یا رسولؐ اللہ! آپؐ اللہ کے نور تلے پُلِ صراط کو عبور کریں گے۔ علی علیہ السلام آپؐ کے نور تلے کیونکہ آپؐ کا نور نورِ خدا ہے۔ آپؐ کی اُمت علی علیہ السلام کے نور تلے پُلِ صراط کو عبور کرے گی کیونکہ علیؑ کا نور آپؐ کے نور

سے ہے۔ اگر کسی نے علیؑ کے نور سے تعلق نہ رکھا تو وہ پُلِ صراط عبور نہ کر سکے گا کیونکہ ان انوار کے علاوہ اور کوئی نور نہ ہوگا جس کی مدد سے پُلِ صراط کو عبور کیا جا سکے"۔

ایک دُوسری حدیث کے مطابق پیغمبرؐ اسلام نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ میری اُمت کس طرح پُلِ صراط عبور کرے گی؟ جبرئیلؑ نے آسمان کی طرف پرواز کی اور پھر کچھ دیر کے بعد پلٹ آئے اور کہا کہ پروردگار نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمارہا ہے:

"آپؐ میرے نور کے ذریعہ سے پُلِ صراط عبور کریں گے اور علی علیہ السلام آپؐ کے نور کے ذریعہ سے پُلِ صراط کو عبور کریں گے اور آپؐ کی اُمت علی علیہ السلام کے نور تلے پُلِ صراط کو عبور کرے گی"۔

مندرجہ بالا احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ولایتِ علیؑ کے نور سے محروم ہیں، وہ قیامت کے روز اندھے اور نابینا ہوں گے اور پُلِ صراط کو عبور نہ کر سکیں گے۔

3۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

"اِذَا مَرَّ الْمُؤْمِنُ عَلَى الصِّرَاطِ طُفِئَتْ لَهَبُ النِّيْرَانِ وَيَقُوْلُ: جُزْ يَامُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ قَدْ اَطْفَاَ لَهَبِىْ!"

"جس وقت مؤمن پُلِ صراط کو عبور کرے گا تو اُس وقت دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ اُس وقت دوزخ یہ آواز دے گی: 'اے مؤمن! اس پُل کو عبور کر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلوں کو خاموش کر دیا ہے'۔

4۔ سورۂ حدید کی آیات 12 سے 15 کی تشریح میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ

عبداللہ بن سلام جو ایک یہودی تھا، رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک لمبی گفتگو کے بعد مسلمان ہوگیا اور پیغمبرؐ خدا سے عرض کی:

''یا رسولؐ اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ انسان پُلِ صراط کو کیسے عبور کرے گا؟''

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: ''مؤمنین اُس نور کی روشنی میں پُل کو عبور کریں گے جو نور اللہ اُن کے واسطے مہیا کرے گا اور یہ پُل عبور کرنے والے پہلے گروہ میں شامل ہوں گے۔ جب یہ گروہ جنت میں پہنچے گا تو اُس وقت کافر گروہ بھی پُلِ صراط کو اُن کی روشنی میں عبور کرنے کیلئے آگے بڑھے گا لیکن جب مؤمنین بہشت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے نور کی روشنی کو پُلِ صراط سے ختم کر دے گا۔ اب کافر اندھیرے میں رہ جائیں گے اور اسی تاریکی کی وجہ سے پُلِ صراط سے سقوط کر جائیں گے اور دوزخ میں گر جائیں گے۔ اس وقت وہ مؤمنوں سے مدد مانگیں گے اور کہیں گے کہ اے مؤمنو! ہم پر بھی نظر کرو تا کہ تمہارے نور سے ہم بھی کچھ روشنی حاصل کر سکیں۔ اُن کو جواب دیا جائے گا کہ واپس دُنیا میں چلے جاؤ اور اس نور کو حاصل کرنے کیلئے عمل کرو۔ کیا جب تم دُنیا میں تھے تو تمہارے درمیان انبیاء و اولیاء نہ تھے؟ (تم نے اُس وقت اُن کی پیروی کیوں نہ کی کہ آج تمہارے پاس بھی نور ہوتا؟)

کافر لوگ اُس وقت انبیاء و اولیاء کو آواز دیں گے: کیا ہم دُنیا میں آپ کے ساتھ نہ تھے؟

پیغمبر اُن کو اُس وقت یہ جواب دیں گے:

''بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَرْتَبْتُمْ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ......''۔

''ہاں! دُنیا میں تم ہمارے ساتھ تھے مگر تم نے دُنیا میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور ہمیشہ (پیغمبروں کی موت کے) انتظار میں رہے۔ ہر چیز میں شک کرتے رہے۔ لمبی لمبی آرزوؤں نے تم کو دھوکے میں رکھا، یہاں تک کہ خدا کا حکم آن پہنچا اور شیطان نے تمہیں خدا کے مقابلہ میں مغرور بنادیا''۔

اس دوران جہنم بھی حکم خدا کے مطابق اس طرح کے افراد پر چیخے گی۔ یہ لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں دوزخ میں گر جائیں گے۔ صرف مؤمنین ہی خدا کی رحمت سے اس مرحلہ کو پار کریں گے''۔

5۔ ''اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ. مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ. وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ''.

''جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم ہمسروں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے، پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ، ان سے کچھ پوچھا جائے گا''۔ (سورۂ صافات: آیات 22، 23 اور 24)

مختصر تشریح

یہاں پر پُل سے مراد (زیادہ احتمال یہی ہے) پُل صراط ہی ہے جو دوزخ کے اوپر بنایا جائے گا۔ آیت کے دوسرے حصے کے مطابق اُن کو روکا جائے گا تاکہ اُن سے سوال و جواب کیا جاسکے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سوال و جواب جہنم میں داخل ہونے سے پہلے کیے جائیں گے۔ اہل سنت اور شیعہ مفسرین کے مطابق یہ سوال امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

شیخ طوسی انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام نے اس آیت کی تفسیر میں اس طرح فرمایا:

اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَنُصِبَ الصِّرَاطُ عَلٰی جَھَنَّمَ لَمْ یَجُزْ عَلَیْہِ اِلَّا مَنْ مَعَہُ جَوَازٌ فِیْہِ وِلَایَۃُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، وَذٰلِکَ قَوْلُہُ تَعَالٰی: وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، یَعْنِیْ عَنْ وِلَایَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ.

''جب قیامت برپا ہوگی اور پُلِ صراط کو دوزخ کے اوپر ترتیب دیا جائے گا، کوئی اُس پر سے نہیں گزر سکے گا مگر جس کے پاس ولایتِ علیؑ ابن ابی طالبؑ کا اجازت نامہ ہوگا۔ یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں پروردگار فرماتا ہے: اُن کو روک لو، ابھی اُن سے سوال کیا جائے گا''۔

6۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ''. (سورۂ اسراء: 71)

''جس روز ہم تمام آدمیوں کو اُن کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے''۔

مختصر تشریح

سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے آیتِ بالا پڑھی اور اُس وقت کہا:

''جب قیامت کا دن ہوگا تو پروردگارِ عالم سچے اور متقی اماموں (جیسے علی، حسن و حسین علیہم السلام) جو ہدایت کے چراغ ہیں، کو صدا دے گا اور فرمائے گا:

''جُوْزُوْا الصِّرَاطَ اَنْتُمْ وَشِیْعَتُکُمْ وَادْخُلُوْا الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ''.

''تم سب اور تمہارے سب شیعہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوجاؤ''۔

اسی طرح پروردگار گمراہ اماموں کو صدا دے گا (یزید اُن میں سے ایک ہے) کہ تم سب اور تمہارے سب پیروکار جہنم میں بغیر حساب کے داخل ہو جاؤ۔

چند سوالات اور اُن کے جوابات

(ا)۔ "پُلِ صراط سے عبور کس طرح ہوگا؟"

اکثر پوچھا جاتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ پُلِ صراط کیسے عبور کریں گے؟

جواب: پُلِ صراط پر سے عبور کا تعلق انسان کے ایمان اور اُس کے اعمال سے ہے۔ کچھ اس پُل کے شروع میں، کچھ اس کے درمیان پہنچ کر اور کچھ پُل کے آخری حصے میں پہنچ کر دوزخ میں سقوط کر جائیں گے۔ کچھ لوگ تو بجلی کی طرح ایک ہی لحظہ میں عبور کر جائیں گے۔ کچھ لوگ تیز تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی مانند عبور کریں گے۔ کچھ لوگ پیدل چلتے انسانوں کی طرح عبور کریں گے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پُلِ صراط کا راستہ بہت لمبا ہے اور لوگوں کو کئی مہینے یا سال لگ جائیں گے، اس کا تعلق خود انسان کے ایمان و عمل سے ہے۔ اس چیز کی زیادہ وضاحت کیلئے درج ذیل روایات پر توجہ فرمائیں:

ابن مسعود، جناب رسولِ خدا سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"یَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ یَصْدُرُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ، فَاَوَّلُهُمْ کَلَمْعِ الْبَرْقِ، ثُمَّ کَمَرِّ الرِّیْحِ، ثُمَّ کَحَضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ کَالرَّاکِبِ، ثُمَّ کَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ کَمَشْیِهِ".

"تمام انسانوں کو آگ میں (پُلِ صراط دوزخ کے اُوپر بنائی جائے گی) بھیجا جائے گا اور وہ اپنے اعمال کی بنیاد پر اُس (میں سے باہر نکلیں گے) کو عبور کریں گے۔ کچھ لوگ بجلی کی تیز رفتاری کے ساتھ عبور کریں گے، کچھ افراد اُس سے ذرا

کم رفتار کے ساتھ عبور کریں گے اور کچھ لوگ تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی رفتار کے ساتھ عبور کریں گے۔ کچھ معمول کے مطابق دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی رفتار کے ساتھ عبور کریں گے، کچھ تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے عبور کریں گے اور کچھ عام رفتار چلتے ہوئے انسانوں کی طرح عبور کریں گے"۔(تفسیر مجمع البیان، ج6، ص525)

ایک اور روایت جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ مِثْلَ عَدْوِ الْفَرَسِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ حَبْواً، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ مَشْياً، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ مُتَعَلِّقاً قَدْ تَأْخُذُ النَّارُ مِنْهُ شَيْئاً وَتَتْرُكُ شَيْئاً".

"کچھ تو بجلی کی طرح اُس کو عبور کرلیں گے، کچھ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح اور کچھ اپنے ہاتھ، پاؤں اور زانوؤں پر چلتے ہوئے عبور کریں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو پُلِ صراط پر اٹک جائیں گے۔ دوزخ کی آگ کبھی کبھار اُن تک پہنچے گی اور اُن سے کچھ لے جائے گی اور کبھی اُن کو چھوڑ دے گی"۔(امالی شیخ صدوق، مجلس 33)۔

(ب)۔ "پُلِ صراط کتنا لمبا ہے؟"

لوگ پوچھتے ہیں کہ پُلِ صراط کی لمبائی کتنی ہے؟

جواب: یہ پُل چونکہ دوزخ کے اُوپر بنایا گیا ہے، لہٰذا یہ ابتدائے دوزخ سے لے کر آخر دوزخ تک جائے گا۔ اس سارے راستے کو عبور کرنے کے بعد انسان بہشت تک پہنچے گا۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پُلِ صراط کی لمبائی اُتنی ہے جتنی دوزخ کی لمبائی۔ اس سلسلہ میں آیت "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ" کی تفسیر میں جناب رسولِ

خدا سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

پُلِ صراط کے اُوپر ایک بڑی سخت گزرگاہ ہے جس پر سے عبور کرنا بہت مشکل ہے جو نشیب و فراز پر مشتمل ہے۔ اس کی مسافت تین ہزار سال میں طے ہوگی۔ پہلے ایک ہزار سال کی مسافت اس کے نشیب سے گزرے گی، اگلے ایک ہزار سال کی مسافت اس کے فراز سے گزرے گی، آخری ایک ہزار سال کی مسافت ایک خاردار بیابان جنگل جو حشرات الارض سے بھرا ہوگا، سے گزرے گی۔ سب سے پہلے گزرنے والا میں ہوں گا، علی علیہ السلام دُوسرے شخص ہوں گے جو اس مقام سے گزریں گے۔ تمام لوگ سوائے میرے (محمدؐ) اور میری پاک آلؑ کے اس مرحلہ سے سختی کے ساتھ گزریں گے۔

عبداللہ بن سلام نے جناب رسولِؐ خدا سے پوچھا: ''یارسولؐ اللہ! پُلِ صراط کتنا لمبا ہوگا؟''

آپؐ نے جواب میں فرمایا: ''تین ہزار سال کی مسافت کے برابر''۔

(ج)۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز سے کیا مراد ہے؟

بہت سی روایات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ پُلِ صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ پُلِ صراط کے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں، مثلاً:

1۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ اس جملے سے پُلِ صراط پر سے گزرنے میں سختی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پُل مجرموں اور کافروں کیلئے بڑی پھسلنے کی جگہ ہے۔

2۔ یہ پُل اتنا باریک بین ہے کہ کسی مجرم کو معاف نہیں کرتا، کوئی ظالم، کافر اور مجرم

اس کے حساب سے بچ نہیں سکتا۔ ہر کوئی اپنے اعمال اور ایمان کے مطابق گزر سکے گا۔

3۔ آخرت میں پُلِ صراط ہر انسان کے ایمان و اعمال کا عکاس ہوگا۔ وہاں سے گزرتے وقت بال برابر بھی کسی سے زیادتی یا نرمی نہیں ہوگی۔ یہ پُل بڑا باریک بین ہے اور عدالتِ کامل کے ساتھ لوگوں کو پار کروائے گا یا دوزخ میں گرا دے گا، اسی لئے کسی نے جب سلمان سے پوچھا کہ بتاؤ کہ تمہاری داڑھی بہتر ہے یا کتے کی دُم؟ تو سلمان نے جواب دیا کہ اگر میں پُلِ صراط سے امن کے ساتھ گزر گیا تو میری داڑھی ورنہ کتے کی دُم۔

4۔ پُلِ صراط کافروں کیلئے تو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے لیکن مؤمنین کیلئے کھلی اور دلربا سڑک کی مانند ہے۔ پہلے گروہ کیلئے دوزخ میں پہنچانے کا ذریعہ ہے اور دُوسرے گروہ (مؤمنین) کیلئے بہشت تک جانے کا راستہ ہے۔ مجرموں اور کافروں کے پاؤں پُلِ صراط پر لرزیں گے اور وہ سخت پریشانی میں ہوں گے کیونکہ گرنے کی صورت میں وہ جہنم میں گریں گے۔

انہی بنیادوں پر انسان کو دُنیا میں اپنے دین اور صراطِ مستقیم کیلئے بہت ہی محتاط اور باریک بین ہونا چاہیے تاکہ آخرت میں پُلِ صراط پر سے تیز تیز گزر سکے۔

(د)۔ پُلِ صراط پر ہر انسان کا عبور مختلف کیوں؟

عموماً یہ سوال بھی پوچھا جاتا ہے کہ پُلِ صراط پر مختلف لوگوں کیلئے عبور مختلف کیوں ہے؟ یعنی بعض تو ایک لحظہ میں عبور کر جائیں، بعض دوڑتے ہوئے برق رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض کئی کئی ماہ یا سال میں عبور کریں گے جبکہ بہت سے لوگ اس پر سے دوزخ میں گر جائیں گے؟

جواب: جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے کہ پُلِ صراط پر گزرنے کا دارومدار انسان کے ایمان اور اُس کے اعمال پر ہے۔ اگر اُس کے اعمال بہت اچھے ہوں گے تو وہ برق رفتاری سے گزر جائے گا لیکن اگر اعمال میں گناہ زیادہ ہوئے تو اِسی پُل صراط کا سفر مہینوں یا سالوں میں گزرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ صراط دو قسم کی ہے: صراطِ دُنیا اور صراطِ آخرت۔ صراطِ دُنیا اُسی امام کو کہتے ہیں جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے۔ جو اُس امام کی معرفت حاصل کرلے گا اور اپنے اعمال احکامِ الٰہی کے مطابق انجام دے گا، وہ صراطِ آخرت میں کامیاب انسان ہوگا اور پُلِ صراط کو جلد عبور کرلے گا۔

ایک روایت امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"صراط دو قسم کی ہے: صراطِ دُنیا اور صراطِ آخرت"۔

صراطِ دُنیا مستقیم اور معتدل (نہ حد سے بڑھانا اور نہ حد سے گھٹانا) ہے اور صراطِ آخرت بھی مستقیم ہے جو مومنوں کو سیدھا بہشت میں لے جائے گی۔ لہٰذا صراطِ آخرت مجسمہ ہے صراطِ دُنیا کا۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی دُوسرے شخص کو بری محفل میں شرکت کی دعوت دیتا ہے، اگر یہ شخص بغیر دیر کیے فوراً اس کا انکار کردیتا ہے، صرف اس لئے کہ اس طرح کی محفل میں شرکت سے خدا اور اُس کا رسولؐ ناراض ہوں گے تو ایسا شخص آخرت میں پُلِ صراط کو لحظہ میں عبور کرلے گا۔ اگر یہ شخص کہتا ہے کہ مجھے مہلت دو کہ میں سوچ لوں اور دیر سے فیصلہ کرتا ہے کہ شرکت کرے یا نہ کرے تو اُسی قدر وہاں پُلِ صراط پر سے گزرنے میں بھی دیر لگے گی۔ اگر یہ شخص فوراً اُس کو

قبول کر لیتا ہے تو یہ شخص پُلِ صراط پر اوائل ہی میں دوزخ میں سقوط کر جائے گا۔

(ر)۔ پُلِ صراط پر کئی توقف کیوں؟

یہ بھی سوال کیا جاتا ہے کہ بعض روایات کے مطابق پُلِ صراط پر انسانوں کو کئی مقامات پر روکا جائے گا اور سوال و جواب ہوگا۔ یہ سارا کس لئے ہے؟

جواب: روایات کے مطابق قیامت میں پچاس مقامات پر توقف ہوگا اور ہر ایک جگہ پر وقفہ ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ مثال کے طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اِنَّ فِی الْقِیَامَۃِ خَمْسِیْنَ مَوْقِفًا کُلُّ مَوْقِفٍ مِثْلُ اَلْفَ سَنَۃٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ" (تفسیر نور الثقلین ج4،ص 222)

"قیامت کے روز پچاس جگہوں پر سوال و جواب کیلئے روکا جائے گا اور ہر مقام پر وقفہ تقریباً ایک ہزار سال کی مدت کے برابر ہوگا جس طرح تم گنتے ہو"۔

اس کے بعد امامؑ نے سورہ سجدہ کی آیت 5 تلاوت فرمائی جو یہ ہے:

"..... فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ.....".

"اُس دن جس کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر ہوگی"۔

بعض علماء کے مطابق پُلِ صراط کے پورے راستے پر پچاس مقامات پر روکا جائے گا۔ ہر جگہ پر اعمال میں سے ایک ایک عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا، مثلاً نماز، حج، امانتداری، صلہ رحم، ولایتِ علی ابن ابی طالب علیہما السلام۔

بہتر ہوگا کہ ہم شیخ صدوق، متوفی 381ھ قمری کی کتاب "عقائد" کی طرف بیشتر معلومات کیلئے توجہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہمارے عقیدہ کے مطابق صراط ایک نظر سے توجتِ خدا (آئمہ برحق) ہیں۔

جس کسی نے اُن کو پہچان لیا اور اُن کی پیروی کی، خدا اُس کو پُلِ صراط، جو دوزخ کے اوپر بنایا گیا ہے، عبور کرنے کی صلاحیت عطا کرے گا''۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

''ہمارے عقیدہ کے مطابق محشر میں پُلِ صراط پر مختلف رُکنے کی جگہوں پر واجبات اور اوامر و نواہی کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے۔ جب انسان ایسی ہی ایک جگہ (یعنی نماز کے متعلق سوالات کی جگہ) پر رُکے گا تو اُس کا حساب لیا جائے گا کہ اُس نے بندگی کا حق ادا کیا یا نہیں؟ اگر کوتاہی نظر آئی تو اُس کی دُوسری نیکیوں کو بھی دیکھا جائے گا کہ وہ اس کمی کو پورا کر سکتی ہیں یا نہیں۔ بالآخر جب یہاں سے رحمتِ خدا کی وجہ سے چھٹکارا ہو جائے گا تو ایسی ہی اگلی جگہ پر اُسے روکا جائے گا۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ انسان بہشت یا دوزخ تک پہنچ جائے گا''۔

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

''وَهٰذِهِ الْعَقَبَاتُ كُلُّهَا عَلَى الصِّرَاطِ......''۔

ایسی ہی تمام رُکنے کی جگہیں پُلِ صراط پر واقع ہیں جن میں ایک ولایتِ علیؑ اور آئمہ معصومینؑ ہوگی۔ ایک صلہ رحم ہے، ایک امانتداری ہے، ایک نماز ہے، ہر جائے توقف ایک واجب کی پوچھ گچھ کیلئے ہوگی۔ سب سے اہم توقف گاہ (رُکنے کی جگہ) مرصاد کی ہوگی جہاں حقوق العباد کے متعلق سول و جواب ہوں گے۔

خدائے بزرگ و برتر کا فرمان ہے: ''مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم ہے کہ میں اُسے پُلِ صراط کو ہرگز عبور کرنے کی اجازت نہ دوں گا جس کی گردن پر کسی

دُوسرے انسان پر ظلم کا جرم ہوگا“ (بحار الانوار، ج 7، صفحہ 128)۔

مندرجہ بالا ساری بحث سے یہ ثابت ہوا کہ پُل صراط کا مرحلہ ایک انتہائی اہم اور مشکل مرحلہ ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ دُنیا میں ایسے کام کریں کہ کم سے کم وقت میں عزت و آبرو کے ساتھ پُلِ صراط کو عبور کرسکیں۔

دو امتیازاتِ علیؑ اور پُلِ صراط

پیغمبرِ اسلام نے جناب علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”وَاَنْتَ اَوَّلُ مَنْ یَجوزُ الصِّراطَ مَعِیْ، وَاِنَّ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ اَقْسَمَ بِعِزَّتِہٖ اَنَّہٗ لَا یَجوزُ عَقَبَۃَ الصِّرَاطِ اِلَّا مَنْ مَعَہٗ بَرائَۃٌ بِوِلَایَتِکَ وَوِلَایَۃِ الْاَئِمَّۃِ مِنْ وُلْدِکَ“.

”یا علیؑ! آپ پہلے فرد ہوں گے جو میرے ساتھ پُلِ صراط کو عبور کریں گے اور میرے پروردگار نے اپنی عزت وجلالت کی قسم کھا کر کہا ہے کہ وہ کسی کو پُلِ صراط عبور کرنے کی اجازت نہیں دے گا مگر جس کے پاس آپؑ کی اور آپؑ کے امام بیٹوں کی اقرارِ ولایت کی سند ہوگی“۔ (عیونِ اخبار الرضا، ج 1، ص 404)

اس حدیث سے علی علیہ السلام کے دو امتیازات ظاہر ہوتے ہیں:

1۔ علیؑ پہلے شخص ہوں گے جو رسولِ اکرمؐ کے ہمراہ پُلِ صراط کو عبور کریں گے۔

2۔ پروردگار نے قسم کھا کر اعلان کیا ہے کہ جس جس نے ولایتِ علیؑ اور ولایتِ اولادِ علیؑ کا اقرار نہ کیا ہوگا، وہ پُلِ صراط سے ہرگز نہ گزر سکے گا۔

انتباہ

حضرت علی علیہ السلام نے پُلِ صراط کو عبور کرنے کے حوالہ سے لوگوں کو متوجہ

کرتے ہوئے فرمایا:

"وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَجَازَکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ مَزَالِقِ دَحْضِہِ،وَاَھَاوِیْلِ زَلَلِہِ وَتَارَاتِ اَھْوَالِہِ".

"جان لو کہ پُلِ صراط کا راستہ سخت پھسلن والا اور مشکل ہے۔ وہ ایسا راستہ ہے جس میں متعدد خطرناک اور وحشت ناک گزرگاہیں ہیں" (نہج البلاغہ)۔

اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"اَلاَفَحَاسِبُوْااَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا،فَاِنَّ فِی الْقِیَامَۃِ خَمْسِیْنَ مَوْقِفاً......".

"آگاہ اور ہوشیار ہوجاؤ اور اپنا محاسبہ کرو، اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے کیونکہ قیامت میں پچاس سے زیادہ توقف گاہیں ہیں" (بحار، ج 7، ص 126)

مسجد زید بن صوحان (زید بن صوحان امیر المومنینؑ کے صحابی تھے جن کو شہادت کا درجہ ملا) میں حضرتِ خضرؑ کی خدا کی بارگاہ میں مناجات میں یوں آتا ہے:

"فَیَاسَوْ اَتَاہُ غَداً مِنَ الْوُقُوْفِ بَیْنَ یَدَیْکَ،اِذَا قِیْلَ لِلْمُخِفِّیْنَ جُوزوا، وَلِلْمُثْقِلِیْنَ حُطُّوْا، فَمَعَ الْمُخِفِّیْنَ اَجُوْزُاَمْ مَعَ الْمُثْقِلِیْنَ اَحُطُّ".

"ہائے افسوس! کل قیامت کے روز سبک وزن والوں سے کہا جائے گا کہ (پُلِ صراط) عبور کرجاؤ اور سنگین وزن والوں سے کہا جائے گا کہ (پُلِ صراط سے) سقوط کرجاؤ۔

پروردگار! کیا میں سبک وزن والوں کے ساتھ عبور کرجاؤں گا یا سنگین وزن والوں کے ساتھ سقوط کرجاؤں گا"۔ (بحار، ج 100، ص 444۔ مفاتیح الجنان

اعمالِ مسجد زید)۔

6۔ ”جنتی لوگ دوزخ کے اُوپر سے کیوں گزریں گے؟“

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا کہ سورہ مریم آیت 71 میں ارشادِ خداوندی ہے کہ تمام انسان، حتیٰ کہ انبیاء، اولیاء، اوصیاء سب ایک دفعہ واردِ دوزخ ہوں گے (پُلِ صراط دوزخ کے اُوپر بنایا گیا ہے) سوال کیا جاتا ہے کہ مجرموں اور کافروں کا دوزخ میں وارد ہونا واضح ہے لیکن بہشتی لوگ کیوں دوزخ میں داخل ہوں گے؟

جواب: حقیقت میں اس کا فلسفہ یہ ہے کہ تمام انسان دوزخ کو اور جو جو عذاب وہاں نازل ہورہے ہیں، اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اس سے وہ بہشت کی نعمتوں کی قدروقیمت کو جان سکیں گے۔ مثل مشہور ہے:

”تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا“.

”چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں“۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ انبیاء، اولیاء، اوصیاء و معصومینؑ اس تیز رفتاری سے پُلِ صراط پر سے گزریں گے کہ دوزخ کی آگ اُن کو کمترین نقصان بھی نہ پہنچا سکے گی۔ دُوسری طرف دوزخیوں کی آہ و زاری بڑھ جائے گی اور وہ افسوس سے کہیں گے:

”اے کاش! اگر ہم بھی ان جنتیوں کی طرح دُنیا میں اعمال کرتے تو آج کامیابی کے ساتھ خوشی خوشی بہشت کی طرف رواں دواں ہوتے“۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اُس وقت تک بہشت میں داخل نہیں کرے گا جب تک اُسے دوزخ کی آگ کے اُوپر سے نہ گزارلے تاکہ اُسے خدا کے فضل و کرم اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر و

قیمت کا اندازہ ہو سکے اور اُن کی خوشی زیادہ ہو سکے۔ اسی طرح کسی کو بھی اُس وقت تک دوزخ میں نہیں بھیجے گا جب تک اُسے جنت کی نعمتوں کو نہ دکھا دے تاکہ وہ زیادہ پریشان ہو اور زیادہ حسرت کرے۔(تفسیر نور الثقلین، ج3،ص 354، تفسیر مجمع البیان، ج6،ص 526)۔

7۔ پُلِ صراط کو آسانی سے عبور کرنے کا ذریعہ:

پوچھا جاتا ہے کہ کیا کیا جائے کہ پُلِ صراط آسانی سے اور تیزی سے عبور ہو جائے اور بہشت میں داخلہ ہو جائے؟

جواب: اگر انسان کے اُوپر گناہوں کا زیادہ بوجھ نہ ہو اور اُس کے پاس ہلکا وزن ہو تو وہ آسانی سے پُل پار کر لے گا۔ اکثر روایات میں ہلکا وزن ہونے کیلئے سب سے اہم چیز علی علیہ السلام اور اُنؑ کی اولادِ پاکؑ کی ولایت و امامت کو قبول کرنا بیان کیا گیا ہے۔

دُوسری اہم چیزیں حُبِ علی علیہ السلام، محبت آئمہ معصومینؑ اور اُن کی امامت کو قبول کرنا، نماز، امانتداری، صلہ رحم، نبی اکرمؐ کے اصحابِ باوفا سے دوستی و محبت، نبیؐ اکرم کے باوفا آزاد کردہ غلاموں کے ساتھ اظہارِ دوستی و محبت، رمضان المبارک کے روزے اور ماہِ رجب کے روزے، خصوصاً 23 رمضان کا روزہ، خوش اخلاقی، خصوصاً ماہِ رمضان میں 23 رمضان المبارک کو شب بیداری اور مناجاتِ خدا۔

ذیل میں پُلِ صراط پر سے گزرنے کے کچھ ذرائع بیان کئے جاتے ہیں:

1۔ ولایتِ علیؑ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لِکُلِّ شَیْءٍ جَوَازٌ وَجَوَازُ الصِّرَاطِ حُبُّ عَلِیٍّ".

ہر چیز کو عبور کرنے کیلئے اجازت نامہ چاہئے اور پُلِ صراط کو عبور کرنے کیلئے علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی دوستی چاہئے"۔

خطیب بغدادی، برادرانِ اہل سنت کے مشہور عالم "تاریخ الخطیب" میں نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے پیغمبرؐ خدا سے پوچھا:

"کیا لوگوں کیلئے پُلِ صراط کو عبور کرنے کیلئے کوئی جواز (اجازت نامہ) ہے؟"

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: "ہاں ہے"۔

ابن عباس نے پھر عرض کی کہ وہ کیا ہے؟

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ".

"علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے محبت ودوستی"۔

پھر فرمایا: "جب قیامت برپا ہوگی اور پُلِ صراط کو دوزخ کے اُوپر نصب کردیا جائے گا، اس پُل کو پار کرنے کا کسی کے پاس اجازت نامہ نہ ہوگا مگر وہ جس نے ولایتِ حضرت علی علیہ السلام کا اقرار کیا ہوگا۔ پھر پروردگار کی طرف سے حکم ہوگا:

"وَقِفُوْاهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ".

"ان کو روکو، ابھی ان سے سوال کرنا ہے"۔

نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

"لَایَجُوْزُ اَحَدُ الصِّرَاطَ اِلَّا وَلَهٗ بَرَائَةٌ بِوِلَایَتِهٖ وَ وِلَایَةِ اَهْلِ بَيْتِهٖ، يُشْرِفُ عَلَى الْجَنَّةِ، وَيُدْخِلُ مُحِبِّيْهِ الْجَنَّةَ، وَمُبْغِضِيْهِ النَّارَ".

''کوئی پُلِ صراط کو عبور نہیں کرسکتا مگر جس کے پاس ولایتِ علیؑ اور ولایتِ اولادِ علیؑ کا پروانہ ہوگا کیونکہ اُن کے پاس جنتِ اعلیٰ ہے۔ وہ اپنے محبوں کو واردِ بہشت کریں گے اور اپنے دُشمنوں کو واردِ دوزخ کریں گے''۔

صحابہ کرام میں سے ایک صحابی جن کا نام ابوسعید تھا، انہوں نے پوچھا:

''یارسولؐ اللہ! برأتِ علیؑ کسے کہتے ہیں؟''

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰه''

جنابِ رسولِؐ خدا نے اپنے ایک خطبہ میں علی علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''يُقْعِدُهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الصِّرَاطِ، فَيُدْخِلُ اَوْلِيَائَهُ الْجَنَّةَ، وَيُدْخِلُ اَعْدَائَهُ النَّارَ''.

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علیؑ کو پُلِ صراط پر مقرر فرمادے گا اور وہ (علیؑ) اپنے دوستوں (حبداروں) کو جنت میں داخل کریں گے اور اپنے دُشمنوں کو دوزخ میں داخل کر دیں گے''۔

اپنے ایک اور خطبہ میں آپؐ نے فرمایا:

''اَلَا وَمَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا مَرَّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ''.

''آگاہ ہوجاؤ (جان لو) کہ جو بھی علی علیہ السلام کو دوست رکھے گا، وہ پُلِ صراط سے بجلی کی سی تیزی اور روشنی کے ساتھ گزرے گا''۔

پیغمبرؐ خدا نے علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''یا علیؑ! جب قیامت برپا ہوگی تو میں، تم اور جبرئیلؑ پُلِ صراط پر رُکیں گے اور پُلِ صراط سے کوئی نہ گزر سکے گا مگر جس کے پاس تمہارا اجازت نامہ ہوگا''۔

2۔ مُحبّتِ خاندانِ پیغمبرؐ

ایک روز پیغمبرؐ خدا نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح فرمایا:

''اے لوگو! ہمارے دوستوں اور پیروکاروں کو عزیز رکھو۔ یہ زید بن حارثہ اور اس کا بیٹا اُسامہ ہمارے خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان کو دوست رکھو۔ مجھے قسم ہے پروردگار کی جس نے مجھے برحق پیغمبرؐ بنایا، زید اور اُسامہ سے محبت تمہیں فائدہ پہنچائے گی''۔

جو حاضرین تھے، انہوں نے سوال کیا: ''یا رسولؐ اللہ! ان سے دوستی ہمیں کس طرح فائدہ پہنچائے گی؟''

جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا: ''قیامت کے روز زید اور اُسامہ ایک بڑے گروہ کے ساتھ، جن کی تعداد دو قبیلے ربیعہ اور مضر کی تعداد سے بھی زیادہ ہوگی، میدانِ محشر میں داخل ہوں گے۔ زید اور اُسامہ مجھے کہیں گے: 'یا رسولؐ اللہ! ان سب لوگوں نے صرف آپؐ سے ہماری دوستی کی وجہ سے ہمیں دوست رکھا'۔''

اُس وقت حضرت علی علیہ السلام پُلِ صراط پر سے گزرنے کا پروانہ اُن سب کو عطا کریں گے۔ وہ سب اس اجازت نامہ کو لے کر پُلِ صراط سے گزر جائیں گے تاکہ سلامتی سے بہشت میں داخل ہوجائیں۔ یہ اس واسطے ہے کہ کوئی بھی اُمتِ محمدیؐ میں سے حضرت علیؑ سے اجازت نامہ لئے بغیر پُلِ صراط سے نہ گزر سکے گا۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اُس کے پاس پُلِ صراط پر سے گزرنے کا پروانہ ہو اور وہ خوشی خوشی آسانی سے بہشت میں داخل ہو جائے تو اُسے چاہئے کہ پیغمبرؐ خدا اور اُن کی آلؑ اور اُن کے حبداروں کو دوست رکھے۔

اس کے ساتھ اگر کوئی چاہتا ہے کہ خدائے بزرگ کے سامنے اُس کا مقام بلند ہو تو

اُسے چاہئے کہ وہ شیعانِ محمدؐ اور علیؑ کو دوست رکھے اور اپنے برادرانِ ایمانی کی ضروریات کو ہر ممکن پورا کرنے کی کوشش کرے۔

ایک اور بیان میں پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"اَثْبَتُکُمْ قَدَماً عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبّاً لِاَھْلِ بَیْتِیْ".

"پُلِ صراط پر محکم ترین قدم اُن انسانوں کا ہوگا جن کی میرے اہل بیتؑ سے محبت سب سے زیادہ ہوگی"۔

ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ جس دن قیامت برپا ہوگی، اُس دن اللہ تعالیٰ مالک دوزخ (دوزخ کا مختار فرشتہ) کو حکم دے گا کہ ساتوں دوزخ کی آگ کو روشن کرے، رضوانِ جنت (جنت کا مختار فرشتہ) کو حکم دے گا کہ آٹھوں جنتوں کو سجایا جائے، میکائیلؑ کو حکم دیا جائے گا کہ دوزخ کے اُوپر پُل بنادے اور جبرئیلؑ کو حکم دیا جائے گا کہ میزانِ عدل کو عرش کے نیچے قائم کردے۔

اُس وقت پروردگار کی طرف سے جنابِ رسولِؐ خدا کو یہ خطاب کیا جائے گا:

"یا محمدؐ! اپنی اُمت کو حساب کتاب کیلئے نزدیک کرلو"۔

پھر پروردگارِ عالم کا حکم ہوگا کہ پُلِ صراط کے ساتھ سات بڑے پُل بھی جوڑ دو۔ ان سات پُلوں میں ہر ایک کی لمبائی سترہ ہزار فرسنگ ہوگی اور ہر ایک پُل پر ستر ہزار فرشتے تعینات کئے جائیں گے۔ یہ فرشتے اُمت سے سوال و جواب کیلئے تیار ہوں گے۔ پہلے بڑے اور اونچے پُل پر گزرنے والوں سے ولایتِ علی علیہ السلام اور خاندانِ پیغمبرؐ سے محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر انہوں نے صحیح جواب دیا تو وہ برق رفتاری سے پُل پر سے گزر جائیں گے اور اگر صحیح جواب نہ دے سکے تو انہیں دوزخ میں گرادیا جائے گا، اگرچہ

اُن کے اعمال ستر صدیقوں کے اعمال کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

''جب قیامت برپا ہوگی تو میں اور علیؑ پُلِ صراط پر توقف کریں گے۔ ہم دونوں کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی۔ پُل پر سے ہر گزرنے والے انسان سے میں پوچھوں گا کہ دُنیا میں تمہارا ولایتِ علیؑ کے ساتھ کیا رابطہ تھا؟ اگر کسی نے دُنیا میں ولایتِ علیؑ سے تعلق رکھا تھا تو آج وہ نجات پائے گا ورنہ اُس کی گردن پر تلوار ماری جائے گی اور اس کو دوزخ میں گرادیا جائے گا''۔

پیغمبرِ خدا نے مزید فرمایا: ''سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو پُلِ صراط پر توقف کروں گا۔ علیؑ میرے ہمراہ ہوں گے۔ اُس وقت علیؑ آتش دوزخ کو یہ کہیں گے:

'اِس شخص (اپنے مخالف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو اپنے اندر لے لے اور اُس شخص (اپنے ایک محبّ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو چھوڑ دے۔''

پیغمبرِ اسلام نے ایک اور خطبے میں ارشاد فرمایا: ''جو قدم بھی میرے بیٹے حسنؑ کی زیارت کیلئے جنت البقیع کی طرف اُٹھے گا، پُلِ صراط پر وہ محکم ہوگا''۔

اس طرح علی علیہ السلام ''قَسِيمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ'' ہوں گے کیونکہ وہ جنتیوں کو بہشت کی طرف اور دوزخیوں کو دوزخ میں روانہ کریں گے۔

3۔ نماز

پیغمبرِ اسلام نے نماز کے بارے میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كَانَتِ الصَّلَاةُ...جَوَازاً عَلَى الصِّرَاطِ وَمِفْتَاحًا لِلْجَنَّةِ''.

''جب قیامت برپا ہوگی تو نماز پُلِ صراط پر سے گزرنے کا ذریعہ اور جنت کی

چابی ہوگی''۔

سید ابن طاؤس کی کتاب ''اقبال'' میں درج ہے کہ ماہِ رجب کی پہلی شب کو نماز مغرب کے بعد بیس رکعت نماز پڑھیں، اس سے آپ کی اور آپ کے اہل وعیال اور مال کی سلامتی ہوگی۔ اس کے علاوہ عذاب قبر سے نجات اور پُلِ صراط سے برق رفتاری کے ساتھ گزرنے کا موجب بنے گی۔

ایک اور روایت بیان کی گئی ہے کہ:

''جو کوئی 29 رشعبان کو دو دو رکعت کر کے دس رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور دس دس مرتبہ سورۂ تکاثر، سورۂ ناس، سورۂ فلق اور سورۂ توحید پڑھے تو اُسے مجتہد جتنا ثواب ملے گا، قیامت کے روز خدا اُس کے حساب کو آسان کر دے گا، نیک اعمال والے پلڑے کو بھاری کر دے گا اور وہ پُلِ صراط سے برق رفتاری کے ساتھ گزر جائے گا''۔ (منازل الآخرہ، محدث قمی، ص 112، 113)

پیغمبرِ اسلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''جو کوئی شبِ جمعہ، نمازِ مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت نماز (دو دو رکعت کر کے) اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد چالیس بار سورۂ توحید پڑھے تو قیامت کے روز پُلِ صراط پر میں اُس سے مصافحہ کروں گا، اُس کے ساتھ ہوں گا اور اُس کے ساتھ نرمی ومہربانی برتوں گا۔

پُلِ صراط پر جس کے ساتھ میں مصافحہ کروں گا، اُس کا حساب کتاب، میزانِ عدل پر آسان ہو جائے گا اور اُسے رہائی مل جائے گی''۔ (جمال الاسبوع، سید ابن طاؤس، بمطابق بحار الانوار، ج 89، ص 325)۔

پُلِ صراط پر سے آسانی کے ساتھ گزرنے کا ایک اور ذریعہ نماز با جماعت ادا کرنا

ہے۔جناب رسولِ خدا نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَافَظَ عَلَی الْجَمَاعَةِ حَیْثُمَا کَانَ، مَرَّ عَلَی الصِّرَاطِ کَالْبَرْقِ اللَّامِعِ فِیْ اَوَّلِ زُمْرَةٍ مَعَ السَّابِقِیْنَ، وَوَجْهُهُ اَضْوَءُ مِنَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْقَدْرِ".

"جو کوئی نماز کی ادائیگی جماعت کے ساتھ اس طرح کرے جیسے کرنی چاہئے تو وہ پُلِ صراط سے برق رفتاری اور چاند سی چمک دمک کے ساتھ سابقین کے ہمراہ گزر جائیگا، اُس کا چہرہ چودہویں کے چاند سے زیادہ روشن ہوگا" (بحار الانوار، ج 88 صفحہ 3)۔

4۔ زیارتِ امام رضا علیہ السلام کی جزاء

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "جو کوئی باوجود اس کے کہ اُس کا گھر میری مرقد سے کافی دُور ہو، پھر بھی میری زیارت کیلئے آئے، میں قیامت کے روز تین مقامات پر اُس کے پاس آؤں گا اور اُس کو اُس مقام کے خوف وہراس سے نجات دلواؤں گا:

1۔ جس وقت نامہ اعمال لوگوں کو دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

2۔ پُلِ صراط پر سے گزرتے ہوئے۔

3۔ میزانِ عدل پر، جہاں لوگوں کے اعمال کی پڑتال کی جائے گی۔

5۔ روزہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے روزہ کے بارے میں فرمایا:

"جو کوئی ماہِ رجب کے آخری دو روزے رکھے تو وہ روزے اُس کیلئے پُلِ صراط پر سے گزرنے کا ذریعہ ہوں گے"۔(بحار الانوار، ج 97،ص 33)

مزید روایت بیان کی گئی ہے:

"جو کوئی ماہِ رجب کے چھ روزے رکھ لے، وہ قیامت کے دن کی سختیوں سے

امان پانے والوں میں سے ہوگا اور بغیر حساب کے پُلِ صراط سے گزر جائے گا‘‘۔(منازل الآخرہ،ص 113)۔

جناب رسولِ خدا نے ایک مفصل خطاب کے دوران ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کے ثواب کے بارے میں فرمایا:

’’اگر تم ماہِ رمضان کے پورے روزے رکھو تو اللہ تمہارے لئے اُس کی جزاء اس طرح دے گا:

’’كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكُمْ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ وَجَوَازاً عَلَى الصِّرَاطِ‘‘. (بحار الانوار، ج 96،ص 355)

’’اللہ نے تمہارے لئے جہنم کی آگ سے برأت اور پُلِ صراط سے گزرنے کا پروانہ لکھ دیا ہے‘‘۔

پیغمبرِ خدا نے مزید فرمایا: ’’جو کوئی ماہِ رجب کے سترہ روزے رکھے، اُس کیلئے قیامت کے روز پُلِ صراط پر ستر ہزار چراغ روشن ہوں گے تاکہ وہ اُن کی روشنی میں پُلِ صراط کو عبور کرکے بہشت میں داخل ہو۔ راستے میں بہت سے فرشتے اُس کو سلام کے بعد خوش آمدید کہیں گے‘‘۔(بحار، ج 7،ص 301)

6۔ اچھا اخلاق

جناب رسولِ خدا نے شعبان کے آخری جمعہ میں ماہِ رمضان کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ حَسَّنَ مِنْكُمْ فِيْ هٰذَا الشَّهْرِ خُلُقَهُ، كَانَ لَهُ جَوَازاً عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْأَقْدَامُ‘‘.

''اے لوگو! جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں اپنے اخلاق کو احسن (بہتر) کرلے گا تو اُس کو اُس کی جزاء یہ ملے گی کہ یہ اُس کیلئے پُل صراط سے گزرنے کا پروانہ ہوگا، جس دن اُس پُل پر قدم لرزیں گے''۔ (عیون الاخبار الرضا، ج1، ص296)

7۔ 23/رمضان المبارک کی شب بیداری

امام محمد باقر علیہ السلام نے 23/رمضان المبارک کی شب بیداری اور عبادت کرنے والے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

'وَیَکْتُبُ لَهُ بَرَائَةٌ مِنَ النَّارِ، وَجَوَازٌعَلَی الصِّرَاطِ'

''آتش جہنم سے آزادی اور پُل صراط پر سے گزرنے کا پروانہ اُس کیلئے لکھ دیا گیا ہے''۔ (بحار الانوار، ج98، ص168۔ ''اقبال''، سید ابن طاوس، ص215، 216)

8۔ امانتداری اور صلۂ رحم

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جس شخص میں بھی امانتداری، صلہ رحمی، عدالت قائم کرنے کی اور نماز گزاری جیسی خصلتیں پائی جائیں گی، وہ پُل صراط سے آسانی سے گزر جائے گا۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

''حَافَتَا الصِّرَاطِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْاَمَانَةُ، وَالرَّحِمُ..''۔

''پُل صراط کے دونوں طرف گرنے سے بچانے والے دو خصائل ہیں: پہلا صلہ رحمی اور دوسرا امانتداری۔ جو کوئی صلہ رحمی کرتا ہے اور امانتدار ہے، وہ پُل صراط سے بہشت کی طرف عبور کر جائے گا اور جس شخص میں یہ خصائل نہ ہوں گے، اُس کا کوئی نیک عمل بھی اُسے پُل صراط کو عبور نہ کروا سکے گا اور وہ دوزخ میں سقوط کر جائے گا''۔

9۔ بلند آواز میں نماز پڑھنا

امام حسن علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ اہل یہود اکٹھے ہو کر محضر

رسالت مآبؐ میں آئے، کچھ سوال پوچھے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا:

''آپ تین نمازوں (صبح، مغرب اور عشاء) میں ذکر الٰہی بلند آواز میں کیوں کرتے ہیں؟''

آپؐ نے فرمایا: ''یہ اس لئے کہ ان نمازوں میں آواز جتنی بلند ہوگی، دوزخ کا شعلہ نمازی سے اُتنا ہی دُور ہوگا۔ پروردگار اُس کو پُلِ صراط سے خوشی خوشی گزار دے گا اور وہ بہشت میں داخل ہوجائے گا''۔ (خصالِ شیخ صدوق، نقل از بحار، ج85، ص78)۔

10۔ پُلِ صراط سے شیعوں کا عبور

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولِ خدا نے علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

''یا علیؑ! اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دِن دوزخ کے کنارے کھڑے پُلِ صراط سے گزرنے والوں کو دیکھ رہے ہوگے اور ایک گروہ کو کہہ رہے ہوگے کہ آؤ! پُلِ صراط کو عبور کرو؟''

حضرت علیؑ نے پوچھا کہ وہ گروہ کون ہوگا؟ (جو اس سعادت کو حاصل کرے گا)

پیغمبرِ اسلام نے فرمایا:

''اُولٰئِکَ شِیْعَتُکَ مَعَکَ حَیْثُ کُنْتَ''.

''وہ تمہارے شیعہ ہوں گے۔ تم جہاں ہوگے، وہ تمہارے ساتھ ہوں گے''۔

پیغمبرِ خدا کے اسی طرح کے فرمان نقل کئے گئے ہیں کہ آئمہ اور شیعوں کو کہا جائے گا کہ تم اور تمہارے شیعہ پُلِ صراط عبور کریں اور بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوجائیں۔

11۔ خدا سے پُراُمید رہنا اور درود پڑھنا

شیخ صدوق اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں

نے کہا کہ میں جناب رسولِ خدا کی مجلس میں حاضر تھا۔ انہوں نے جو شبِ گزشتہ خواب دیکھا تھا، بیان فرمارہے تھے، یہاں تک کہ فرمایا:

''میں نے اپنی اُمت میں سے ایک شخص کو پُلِ صراط پر دیکھا۔ وہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے بہت زبردست طوفان میں درخت لرزتے ہیں۔ اسی دوران (قریب تھا کہ دوزخ میں گرجائے) اُس کی اللہ تعالیٰ سے پراُمیدی والی خصلت اُس کے قریب آئی اور اُس شخص کو سکون آگیا اور وہ پُلِ صراط عبور کرگیا۔

اسی دوران ایک اور شخص کو دیکھا جس کے پُلِ صراط پر چلتے ہوئے پاؤں لرز رہے تھے، لہٰذا وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلنا شروع کردیتا تھا تاکہ کہیں دوزخ میں نہ گر جائے۔ پھر کبھی کھڑا ہوجاتا تھا۔ اُس وقت وہ درود جو اُس نے اپنی زندگی میں پڑھے تھے، آگئے تاکہ اُس کی مدد کرسکیں۔ وہ شخص سنبھل گیا اور اپنے پاؤں پر چلتے ہوئے پُلِ صراط کو عبور کرگیا''۔

پیغمبرِ اسلام نے فرمایا:

''اَکْثِرُوا الصَّلاۃَ عَلَیَّ، فَاِنَّ الصَّلاۃَ عَلَیَّ نُوْرٌ فِی الْقَبْرِ وَنُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَنُوْرٌ فِی الْجَنَّۃِ''۔

''مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارے لئے مجھ پر درود پڑھنا قبر میں، پُلِ صراط پر اور بہشت میں باعثِ روشنی ونور ہوگا''۔

12۔ مریضوں کی تیمارداری

مریضوں کی خدمت کرنے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''جو شخص شب وروز کسی مریض کی تیمارداری کرے گا، پروردگار روزِ قیامت اُس کو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ محشور فرمائے گا''۔

مزید فرمایا:

"فَجَازَعَلَى الصِّرَاطِ كَالْبُرْقِ الْاَمِعِ".

'وہ بجلی کی سی تیزی سے پُلِ صراط پر سے گزر جائے گا'۔ بحار، ج76، ص368

13۔ شیخ مفیدؒ اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام، جو اپنے پدر بزرگوار سے اور وہ اسی طرح اپنے پدر بزرگوار سے، حتیٰ کہ حضورؐ پاک سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَايَسْتَطِيعُ اِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

"جو کوئی کسی دوسرے شخص کے اُس مسئلہ کے حل کیلئے سرکاری ذمہ دار اہلکار تک پہنچا دے جو خود نہ پہنچا سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پُلِ صراط پر اُس کے قدم کو مستحکم اور اُستوار رکھے گا"۔

14۔ پاؤں کا مسح اور مکمل وضو

جنابِ رسولِ خدا یہودیوں کے وضو کے بارے میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَاِذَامَسَحَ قَدَمَيْهِ اَجَازَهُ اللّٰهُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَ قْدَامُ".

"جب مؤمن وضو کیلئے اپنے پاؤں کا مسح کرتا ہے تو پروردگار اُسے اُس دن کیلئے پُلِ صراط پر سے گزرنے کا پروانہ عطا کر دیتا ہے جس دن دوسروں کے قدم وہاں لرز رہے ہوں گے"۔

جنابِ رسولِ خدا نے اپنے ایک صحابی اُنس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

'اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ تَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ مَرَّ السَّحَابِ'

''اپنے وضو کو مکمل طور پر کیا کرو کیونکہ اگر تم نے اس طرح کیا تو پُل صراط سے بادل کی طرح گزر جاؤ گے''۔

15۔ تلاوتِ کلامِ پاک

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات پڑھتے ہوئے اللہ سے پوچھا کہ پروردگار! جو کوئی تیری کتاب (توریت) کی تلاوت ظاہر اور باطن میں کرے تو وہ کیسا ہے؟

اللہ نے حضرت موسیٰ کو جواب میں فرمایا:

''یَامُوْسٰی! یَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ''۔

''اے موسیٰ! جو ایسا (تلاوتِ کلامِ الٰہی) کرے تو وہ برق کی مانند پُل صراط سے گزر جائے گا''۔

16۔ تلاشِ روزگار

جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے اپنی زندگی کے خرچ کو چلاتا ہے تو یہ بھی پُل صراط سے آسانی کے ساتھ گزرنے کا ذریعہ ہے۔ اس ضمن میں آپؐ نے فرمایا:

''مَنْ اَكَلَ مِنْ كَدِّ يَدِهٖ مَرَّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ''۔

''جس کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے ہوئے رزق کو کھایا تو وہ پُل صراط پر سے بجلی کی مانند تیزی سے گزر جائے گا''۔

17۔ اعمالِ نیک

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے قیصر روم کو ایک خط لکھا جس میں فرمایا:

''مَنْ عَمِلَ فِی الدُّنْیَا عَمَلاً صَالِحاً فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ عَلَی الصِّرَاطِ اِلَی الْجَنَّۃِ''۔

''جس کسی نے دُنیا میں نیک اعمال انجام دیئے، وہ کل روزِ قیامت پُلِ صراط سے بہشت کی جانب بغیر کسی رُکاوٹ کے گزر جائے گا''۔

پُلِ صراط کے بارے میں چند مزید دلچسپ باتیں

1۔ حضرت علیؑ کا اپنے حبداروں سے وعدہ

حارث عور ہمدانی حضرت علی علیہ السلام کے مخلص دوستوں میں سے تھا۔ ایک شب وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علیؑ نے اُس کا حال پوچھا اور فرمایا کہ تم غمگین کیوں ہو؟ وہ اپنی بیماری اور دُشمنوں کی ایذا رسانی کا شکوہ کرنے لگا۔

پھر حارث نے عرض کی: ''مجھے قسم ہے پروردگار کی کہ آپ کی محبت اور دوستی کی وجہ سے آپ کی زیارت کیلئے آیا ہوں''۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''جو بندہ بھی مجھے دوست رکھے گا، وہ دُنیا سے نہیں جائے گا مگر بوقتِ موت وہ میری زیارت اُسی طرح کرے گا جس طرح وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور وہ بندہ جو مجھ سے دُشمنی و کراہت رکھتا ہے، وہ دُنیا سے نہیں جائے گا مگر بوقتِ موت وہ میری زیارت اُسی طرح کرے گا جس طرح وہ مجھ سے دُشمنی و کراہت رکھتا تھا''۔

حضرت علی علیہ السلام اور حارث کی گفتگو کو شاعر نے اپنے کلام میں یوں بیان کیا:

يَاحَارُ هَمْدَانِ مَنْ يَمُتْ يَرَنِیْ
مِنْ مُؤْمِنٍ اَوْمُنَافِقٍ قُبُلاً

''اے حارثِ ہمدانی! ہر کوئی، مومن ہو یا منافق، جب مرے گا تو مجھے دیکھے گا''

يَعْرِفُنِیْ طَرْفُهٗ وَ اَعْرِفُهٗ
بِنَعْتِهٖ وَاسْمِهٖ وَمَا فَعَلاَ

''مرنے والا مجھے پہچانے گا اور میں اُس کے نام سے، اُس کے اعمال سے اُس کو پہچانوں گا''۔

وَاَنْتَ عِنْدَ الصِّرَاطِ تَعْرِفُنِیْ
فَلاَ تَخَفْ عَثْرَةً وَلاَ زَلَلاً

''اور تو مجھے پُل صراط پر پہچانے گا، پس تو کسی قسم کی لرزش اور خوف سے نہ گھبرا''۔

اَسْقِيْکَ مِنْ بَارِدٍعَلٰی ظَمَاءٍ
تَخَالُهٗ فِی الْحَلاوَةِ الْعَسَلاً

''پیاس کے وقت (قیامت کے دن) تجھے خنک پانی (آبِ کوثر) سے سیراب کروں گا جس کی مٹھاس شہد سے زیادہ شیریں ہوگی''۔

حارث نے جب مولا علی علیہ السلام کی یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا:

''مَااُبَالِیْ وَرَبِّیْ. بَعْدَ هٰذَا مَتٰی لَقِيْتُ الْمَوْتَ اَوْ لَقِيَنِیْ''.

''مجھے قسم ہے اپنے پروردگار کی کہ اس خوشخبری کے بعد مجھے کوئی پروا نہیں کہ کب

موت مجھ پر آجائے یا میں موت پر چلا جاؤں"۔

2۔پُلِ صراط پر مسلمانوں کا نعرہ

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ پُلِ صراط پر مسلمانوں کا نعرہ یہ ہوگا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ"

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، توکل کرنے والوں کو چاہئے کہ اللہ پر ہی توکل کریں"۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا: "اللہ نے چند خصائل میں تمہیں میرے ساتھ قرار دیا ہے"۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں عرض کی: "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! وہ چند چیزیں کونسی ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا:

1۔ "میں وہ انسان ہوں جو قیامت کے روز سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا، علیؑ اس دوران میرے ساتھ ہوں گے۔

2۔ میں اور علیؑ سب سے پہلے پُلِ صراط عبور کریں گے۔

3۔ میں اور علیؑ سب سے پہلے درِ جنت پر دستک دیں گے۔

4۔ میں اور علیؑ سب سے پہلے مقامِ اعلیٰ علیین پر سکونت اختیار کریں گے۔

5۔ میں اور علیؑ سب سے پہلے حور العین سے ازدواج کریں گے۔

6۔ میں اور علیؑ سب سے پہلے شرابِ طہورہ، جو مشک سے مہر شدہ ہے، پئیں گے۔

3۔مددِ علیؑ

علامہ نحریر، سید علی بن سید عبدالکریم نیلی اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہوئے

کہتے ہیں کہ نیلہ گاؤں میں ایک مسجد کا متولی تھا۔ ایک روز وہ اپنے گھر سے باہر نہ آیا۔ پوچھا گیا تو اُس نے معذرت کی۔ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اُس کا جسم جل گیا ہے اور وہ سخت درد کی وجہ سے پیچ وخم کھا رہا تھا۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے قیامت برپا ہوگئی ہے، لوگ چیخ وپکار کررہے ہیں اور بعض کو دوزخ میں دھکیلا جارہا ہے اور مجھے بہشت کی طرف راہ دکھلائی گئی۔

پُلِ صراط کے قریب پہنچا اور وہاں سے بہشت کی طرف چلنے لگا۔ شروع میں اُس پُل کا طول وعرض بڑا تھا لیکن جیسے جیسے میں آگے بڑھا، اُس کی چوڑائی کم ہوتی گئی، یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں یہ پُل بالکل باریک ہوگیا اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگیا۔ وہاں میں نے ایک وادی کو دیکھا جس میں آگ ہی آگ تھی۔ اُس کے شعلے بہت بلند ہورہے تھے۔ میرا بھی توازن بگڑ گیا اور آگ میرے جسم کو چھونے لگی۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ اس آگ سے نجات حاصل کروں لیکن نہ کرسکا۔

اس دوران حضرت علی علیہ السلام کا نام میرے دل میں آیا۔ میں نے بلند آواز میں پکارا: ''یا علیؑ!''

اچانک میں نے دیکھا کہ آگ کی وادی کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ اپنا ہاتھ دو۔ میں نے ہاتھ آگے کیا تو اُس شخص نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وہاں سے نجات دلوائی۔ بس میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ میرا سارا بدن جلا ہوا ہے لیکن جہاں پر حضرت علیؑ نے میرا ہاتھ تھاما تھا، وہ ٹھیک ہے''۔

وہ متولی تقریباً تین ماہ تک اپنا علاج کرواتا رہا اور پھر صحت یاب ہوگیا۔

4۔ حقوق الناس۔ پُل پار کرنے میں رُکاوٹ

مرحوم مولانا محدث نوری، جناب سید ہاشم بحرانی سے ایک مفصل داستان نقل

کرتے ہیں جو اُنہوں نے نجف اشرف کے ایک پارسا شخص سے نقل کی ہے جو سب کیلئے ایک نصیحت ہے:

''مجھے زندگی کی ضروریات پوری کرنے کیلئے قرض لینا پڑا۔ میں نے ایک یہودی سے دس دینار قرض اس شرط پر لئے کہ ہر روز میں اُس یہودی کو نصف دینار واپس کروں گا۔ دس دن تک ہر روز نصف دینار میں اُس یہودی کو واپس دیتا رہا جس سے میرا آدھا قرض اُتر گیا۔

اتفاقاً اس کے بعد اُس یہودی کو میں نے نہ دیکھا۔ اُس کو تلاش کرتا رہا لیکن اُس کا سراغ نہ مل سکا۔ صرف اتنا پتہ چلا کہ وہ یہودی بغداد چلا گیا ہے۔ میں نے بھی اُس کو مزید تلاش کرنے اور قرض ادا کرنے میں سستی کی۔

اس ماجرے کو ایک مدت گزر گئی۔ ایک شب خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ میرا حساب و کتاب ہوا اور الحمدللہ! میں اُس حساب کتاب سے فارغ ہو گیا اور مجھے پُل صراط کی طرف بھیجا گیا کہ اُس پُل پر سے گزر کر بہشت میں چلا جاؤں۔ ابھی پُل صراط کا آدھا راستہ طے کیا ہو گا کہ نیچے دوزخ سے ایک بلند آواز آئی اور میں نے دیکھا کہ وہ یہودی اُس آگ سے باہر نکل رہا ہے۔ میرے سامنے آتے ہی اُس نے میرا راستہ روک لیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ دینار لینے ہیں۔ اب پہلے مجھے میری رقم واپس لوٹا دے، پھر یہاں سے آگے جانا۔

میں نے کہا کہ میں نے تمہیں تلاش کیا لیکن تم تک نہ پہنچ سکا کہ قرض ادا کروں۔ اُس یہودی نے کہا کہ جب تک تم میرا قرض واپس نہیں کرو گے، میں تمہیں آگے نہیں جانے دوں گا۔

میں نے کہا کہ یہاں میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ اُس یہودی نے کہا کہ پھر

اجازت دو کہ میں اپنی اُنگلی تمہارے ٹھنڈے سینے پر رکھوں۔ میں نے قبول کرلیا۔ اُس یہودی نے اپنی اُنگلی میرے سینے پر رکھ دی۔ اُس اُنگلی سے شدید حرارت میرے سینے تک پہنچی اور میں بیتاب ہوگیا۔ میں ہڑبڑا کر نیند سے بیدار ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس یہودی نے خواب میں جہاں میرے سینے پر اُنگلی رکھی تھی، وہاں زخم ہو چکا ہے اور ابھی تک وہاں سے شدید درد اُٹھ رہا تھا۔ میں نے جتنا بھی اس کا علاج کروایا ہے، یہ زخم ٹھیک نہیں ہوا''۔

اُس نیک و صالح پارسا نے اپنا سینہ کھول کر دکھایا۔ تمام حاضرین نے اپنی آنکھوں سے اُس زخم کو دیکھا۔ ایک مرتبہ سب خوفِ خدا سے گریہ کرنے لگے۔ (کتاب ''دارالسلام'' حاجی نوری، ج1،ص 247)۔

۵۔شفاعتِ بی بی فاطمہؑ

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا: ''جب قیامت کا دِن آئے گا تو پروردگار تمام انسانوں (اوّلین و آخرین) کو جمع کرے گا۔ اُس وقت عرش سے ایک صدا بلند ہوگی اور تمام لوگوں کو حکم ہوگا کہ اے اہل محشر! اپنی آنکھوں کو بند کرلو، سوائے محمدؐ، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اُنؑ کے پاک فرزندوں کے، جو اُنؑ کے محرم ہیں، کہ دُخترِ محمدؐ، فاطمہؑ، سیدة النساء العالمینؑ پُلِ صراط کو عبور کرنے کیلئے آرہی ہیں۔

جناب فاطمہؑ اس وقت پُلِ صراط کو عبور کریں گی۔ حالت یہ ہوگی کہ پُلِ صراط پر ایک چادر کھینچی جائے گی جس کے ایک طرف بہشت ہوگی اور دوسری طرف میدانِ محشر ہوگا۔ پروردگار کی طرف سے ندا آئے گی:

''اے فاطمہؑ کے حبدارو! اس چادر کے کونے کو تھام لو''۔

اُس وقت کروڑوں انسان اُس چادر کے کونے کو تھام لیں گے اور پُلِ صراط عبور کرلیں گے۔ اس طرح آتش دوزخ سے نجات پالیں گے۔

6۔شفاعتِ حضرت حمزہؑ

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت قیامت بر پا ہوگی تو انسانوں کی ایک بہت بڑی جمعیت ،جس کی تعداد تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، پُلِ صراط کے ایک طرف جمع ہوگی، اُن میں سے بہت سے گناہگار بھی ہوں گے،لیکن یہ سب حضرات حمزہ علیہ السلام کے دوستوں اور حبداروں میں سے ہوں گے۔پُلِ صراط کو عبور کرنے میں ایک بڑی دیوار اُن کے راستے میں حائل ہوگی ۔اُس وقت وہ لوگ فریاد کریں گے:

''اے حمزہؑ! ہماری طرف نگاہ کریں اور ہماری مدد کو آئیں''۔

حضرت حمزہؑ اُس وقت جناب رسولؐ خدا اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کریں گے:''آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے دوست مدد کیلئے فریاد کررہے ہیں؟''

جناب رسولؐ خدا ،حضرت علی علیہ السلام سے فرمائیں گے:''اپنے چچا حمزہؑ کے دوستوں کی مدد کی فریاد کو پہنچیں اور اُن کو نجات دلوائیں''۔

علی علیہ السلام وہ نیزہ جس کے ساتھ دُنیا میں حضرت حمزہؑ اسلام کے دُشمنوں سے جنگ کیا کرتے تھے، لائیں گے اور اُسے حضرت حمزہؑ کو دیں گے اور فرمائیں گے:

''اے میرے رسولؐ کے چچا محترم، اے میرے بھائی کے چچا! اس نیزہ کو لیجئے اور اس سے اپنے دوستوں کو دوزخ کی آگ سے نجات دلوایئے جس طرح دُنیا میں اپنے دوستوں کو دُشمنوں کے نقصان پہنچانے سے بچاتے تھے''۔

حضرت حمزہؑ اُس نیزہ کو لیں گے اور اُس دیوار کو، جو پُلِ صراط تک پہنچنے میں حائل تھی، ماریں گے۔وہ دیوار پانچ سو سال کے راہ کے برابر دُور ہو جائے گی ۔پھر حضرت حمزہؑ اپنے دوستوں سے کہیں گے کہ پُلِ صراط کو عبور کرلو۔

وہ سب بڑے اطمینان کے ساتھ پُلِ صراط کو عبور کرکے بہشت میں داخل ہو

جائیں گے۔

آخری بات جو پُل صراط کی اہمیت کو اُجاگر کرتی ہے، یہ ہے کہ ہمارے آئمہؑ نے تاکید کی ہے کہ جب وضو کرنے کے بعد پاؤں کا مسح کرو تو یہ دُعا پڑھو:

”اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْہِ الْاَقْدَامُ وَاجْعَلْ سَعْیِیْ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ“.

”پروردگار! میرے پاؤں کو پُل صراط پر اُس دن جب پاؤں وہاں لرزیں گے، ثابت قدم رکھنا۔ مجھے اُن کاموں کی توفیق دے جن سے تیری رضا حاصل ہو۔ اے پروردگار! تو بڑے جلال اور عزت والا ہے“۔ (آمین یارب العالمین)

❁❁❁

باب ششم

حوضِ کوثر

حوضِ کوثر پر یقین

شیعہ اور سنی دونوں متفق ہیں کہ حوضِ کوثر کے وجود پر یقین دین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ حوضِ کوثر بہشت میں واقع ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ یہ پیغمبرؐ خدا سے مخصوص ہے جو اُس دن اُس کے ساقی ہوں گے۔

روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ لَمْ یُؤْمِنْ بِحَوْضِیْ فَلَا اَوْرَدَهُ اللّٰهُ حَوْضِیْ"

"جو کوئی میرے حوضِ کوثر پر یقین نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ اُس کو حوضِ کوثر تک پہنچنے سے محروم رکھے گا"۔

دُعاؤں میں اور زیارت ناموں میں اس کا ذکر مسلسل ہوا ہے۔ زیارتِ امام حسین علیہ السلام میں ہے:

"وَاَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ یُرِیَنِیْکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَفِی الْجِنَانِ، مَعَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ".

"میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے حوضِ کوثر پر آپ کی زیارت نصیب ہو اور جنت میں بھی انبیاء مرسلین، شہداء اور صالحین کے ساتھ آپ کی زیارت نصیب ہو"۔

اسی طرح دُعائے اسماء الحسنیٰ میں پڑھتے ہیں:

'اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ عِنْدَ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ'.

'پروردگار! حوضِ کوثر پر جب محمدؐ و آلِ محمدؐ پہنچیں، مجھے اُن کی شفاعت نصیب فرما'۔

بہت سی روایات کے مطابق پیغمبر ِخداؐ اور اُنؐ کی آلِ پاکؑ کی بیشتر شفاعت حوضِ کوثر کے کنارے پر ہی ہوگی۔ اسی واسطے حوضِ کوثر پر شفاعت کا زیادہ ذکر آیا ہے۔ اُوپر ذکر کی گئی دُعا میں ہم مزید اس طرح پڑھتے ہیں:

"وَاجْمَعِ اللّٰھُمَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ فِی الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ الْمَشْھُوْدِ".

'پروردگار! مجھے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے قریب قرار دے مقامِ محمود پر اور حوضِ کوثر کی شان و شوکت والی جگہ پر'۔

شیخ صدوق، متوفی 381ھ ق اپنی کتاب "مجموعہ اعتقادات" میں لکھتے ہیں کہ حوضِ کوثر پر ہمارا اعتقاد یہ ہے: "حوضِ کوثر کا وجود حق ہے۔ اس کی چوڑائی اتنی ہے جتنا شام اور یمن کے درمیان فاصلہ ہے۔ یہ حوض خاص پیغمبر ِخداؐ کیلئے ہے۔ جتنے آسمان پر ستارے ہیں، اُن کی تعداد کے مطابق وہاں کوثر پلانے کیلئے ظروف موجود ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام قیامت کے دن اس کے سرپرست اور ساقی ہوں گے۔ اپنے دوستوں اور اپنے حبداروں کو آبِ کوثر سے سیراب کریں گے۔ دُشمنوں کو وہاں آنے سے روکیں گے اور اُن کو وہاں سے دھکیل دیں گے۔ جو کوئی وہاں سے سیراب ہوگا، کبھی پیاسا نہ ہوگا"۔ (العقائد، شیخ صدوق، ص230 اور بحار، ج8، ص27)۔

شبِ معراج حوضِ کوثر کی سیر

اُنس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

''شب معراج میں آسمان پر گیا۔ جب ساتویں آسمان پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے مجھے کہا: 'یا محمدؐ! آگے آیئے اور دیکھئے'۔ پھر جبرئیلؑ نے حوضِ کوثر مجھے دکھایا اور کہا کہ یہ حوضِ کوثر آپؐ کے لئے مخصوص ہے اور کسی پیغمبر کا اس پر کوئی حق نہیں۔ میں نے دیکھا کہ اس حوض کے گرد بڑے بڑے محل جو یاقوت ودر وارید سے مزین تھے، موجود ہیں۔

جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا: 'یا محمدؐ! یہ محل آپؐ کی جائے سکونت ہوگی یا آپؐ کے وصی اور وزیر علی ابن ابی طالب علیہما السلام کیلئے ہوں گے'۔

اس دوران میں نے اپنا ہاتھ اُس حوض میں ڈالا اور اُس میں سے ذرا سا پانی باہر لایا۔ اُس کو میں نے سونگھا، اُس کی خوشبو اتنی اچھی تھی جیسے مشک ہو۔ اُس جگہ ایسے محلوں کو دیکھا جن کی اینٹیں سونے اور چاندی کی بنی ہوئی تھیں''۔

ایک اور روایت کے مطابق پیغمبرؐ خدا نے اس بارے میں مفصل خطاب کیا اور فرمایا: ''شب معراج میں جبرئیلؑ کے ہمراہ چوتھے آسمان پر بیت المعمور تک پہنچا۔ وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میرے ہمراہ میرے دوسرے اصحاب بھی تھے جن میں سے کچھ نے نئے لباس پہنے ہوئے تھے اور کچھ نے پرانے۔

بیت المعمور سے ہم نکلے تو وہاں دو نہریں تھیں، ایک کا نام کوثر تھا اور دُوسری کا نام رحمت تھا۔ میں نے آبِ کوثر پیا اور آبِ رحمت سے غسل کر کے جنت میں داخل ہو گیا''۔

اس سے بھی زیادہ دلچسپ روایت شیخ صدوق نے ''اکمال الدین'' میں خود اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

''شب معراج جب پروردگار مجھے عرشِ عُلیٰ پر لے گیا، وہاں پر ایک ندا آئی:

''یا محمدؐ!''

میں نے جواب میں کہا: ''لبیک یا اللہ''۔

اُس وقت پروردگارِ عالم نے مجھے یہ وحی فرمائی:

''یا محمدؐ! میرے فرشتے کس بات پر ایک دوسرے سے بحث کر رہے ہیں اور مناظرہ کر رہے ہیں؟''

میں نے کہا: ''پروردگار! میں نہیں جانتا''۔

پھر پروردگار کی طرف سے ارشاد ہوا: ''اے میرے محبوب محمدؐ! کیا اپنے بعد انسانوں میں سے کسی کو اپنا وزیر یا وصی ابھی تک مقرر نہیں کیا؟''

میں نے عرض کی: ''پروردگار! میں کس کو مقرر کروں؟ میری رہنمائی فرما''۔

پروردگار نے اس طرح وحی فرمائی: ''یا محمدؐ! میں نے علیؑ کو تمہارا جانشین اور خلیفہ چنا ہے۔ علیؑ تمہارے بعد تمہارا اور تمہارے علم کا وارث ہوگا اور قیامت کے روز صاحبِ لوائے حمد ہوگا''۔

''وَصَاحِبُ حَوْضِکَ یَسْقِیْ مَنْ وَرَدَعَلَیْهِ مِنْ مُؤْمِنِیْ اُمَّتِکَ''. (بحار الانوار، ج 51 ص 68، 69)۔

''اور وہ قیامت کے روز تمہارے حوضِ کوثر کے بھی منتظم ہوں گے۔ تمہاری اُمت میں جو مؤمن بھی وہاں پہنچے گا، اُسے آبِ کوثر سے سیراب کریں گے''۔

یہ چند روایات جو اُوپر بیان کی گئی ہیں، اُن بہت سی روایات کا حصہ ہیں جو حوضِ کوثر کے بارے میں ملتی ہیں۔ اس کے وجود پر ہمارا پختہ ایمان ہونا چاہئے کیونکہ شبِ معراج پیغمبرِ خداؐ نے اُسے نزدیک سے بھی دیکھا ہے۔

حوضِ کوثر کیا ہے؟

حوضِ کوثر کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں، اُن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ بہشت کا ایک حصہ ہے جو بہشت میں داخل ہونے سے پہلے میدانِ محشر سے ہی نظر آجائے

گا۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات کیلئے درج ذیل روایات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

حوض کے معنی پانی اکٹھا کرنے کی جگہ ہے، چاہے وہ نہانے کا تالاب ہو یا کسی اور مقصد کیلئے بنایا گیا ہو۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اگر اُس کا طول عرض ہزار ہا کلومیٹر بھی ہو تو وہ حوض ہی کہلائے گا۔ اسی لئے روایات میں کوثر کو حوضِ کوثر سے ہی پکارا گیا ہے۔

حوضِ کوثر کی لمبائی وچوڑائی

اگر چہ بعض روایات کے مطابق حوضِ کوثر کی لمبائی وچوڑائی اتنی ہے جتنا مغرب و مشرق میں فاصلہ۔ یہ بہت گہرا بھی ہے۔ اس کو بحر اوقیانوس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔

لیکن بعض دوسری روایات میں اس کو محدود بتایا گیا ہے، مثلاً غدیر خم میں جب پیغمبرؐ خدا ایک لاکھ سے زیادہ حاجیوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے تو حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کرنے کے بعد اُن کے حق میں دُعا فرمائی اور اُن کے دُشمنوں سے نفرت کا اظہار کیا۔ اُس وقت آپؐ نے فرمایا:

"اَلَا وَاِنّی فَرَطُکُمْ وَاَنْتُمْ وَارِدُوْنَ عَلَیَّ الْحَوْضَ، حَوْضِیْ غَداً وَھُوَ حَوْضٌ عَرْضُہٗ مَابَیْنَ بُصْریٰ وَ صَنْعَاءٍ، فِیْہِ اَقْدَاحٌ مِنْ فِضَّۃٍ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ اَلَا وَاِنّی سَائِلُکُمْ غَداً مَاذَا صَنَعْتُمْ فِیْمَا اَشْھَدْتُ اللّٰہَ بِہٖ عَلَیْکُمْ فِیْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اِذَا وَرَدْتُمْ عَلَیَّ حَوْضِیْ؟ وَمَاذَا صَنَعْتُمْ بِالثَّقَلَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ، فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَکُوْنُوْنَ خَلَفْتُمُوْنِیْ فِیْھِمَا حِیْنَ تَلْقُوْنِیْ"۔

''آگاہ ہوجاؤ کہ میں جلد ہی تم میں سے (اس دُنیا سے) رُخصت ہوجاؤں گا اور تم کچھ مدت کے بعد روزِ قیامت میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچو گے جس کی لمبائی بصریٰ (شام میں ہے) اور چوڑائی صنعاء (یمن میں ہے) کے فاصلے کے برابر ہے۔ اس حوض کے پاس پینے کیلئے جو ظروف ہیں، وہ چاندی کے ہیں اور اُن کی تعداد آسمان پر ستاروں کے برابر ہے۔

یاد رکھو! میں قیامت کے روز وہاں پر تم سے اس کے بارے میں (علی علیہ السلام اور اہل بیتؑ اطہار) جس کی حقانیت پر خدا کو گواہ بنایا ہے، سوال کروں گا کہ تم نے ان سے کیسا سلوک کیا! پس اُس روز جب حوضِ کوثر پر میرے پاس آؤ گے تو کیا جواب دو گے اور ان دوگرانقدر چیزوں یعنی قرآن اور میرے اہل بیتؑ سے تم نے کیا کیا؟

لہٰذا بڑی احتیاط کرو کہ کس طرح تم نے اِن دونوں کو میرے بعد جانشین بنایا، جب تم مجھ سے ملاقات کرو گے''۔

حاضرین نے سوال کیا: ''یا رسولؐ اللہ! وہ دوگرانقدر چیزیں کونسی ہیں؟''

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''کتابِ خدا اور میری عترت و اہل بیتؑ، جو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر تک پہنچیں''۔

مندرجہ بالا روایت سے چند چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

1۔ قیامت میں حوضِ کوثر جنت میں داخلہ سے پہلے واقع ہے۔

2۔ پیغمبرؐ خدا وہاں پر موجود ہوں گے اور اُمت سے ملاقات کریں گے۔

3۔ پیغمبرؐ خدا اُس وقت اُمت سے اُس کے رویہ کے بارے میں سوال کریں گے کہ انہوں نے قرآن اور اہل بیتؑ سے کیا سلوک کیا؟

4۔ صرف نیک لوگ ہی وہاں پر نہیں جائیں گے بلکہ بدلوگ بھی حوضِ کوثر پر حضورؐ

سے ملاقات کریں گے مگر فقط وہ لوگ جو نیک تھے اور اُن کا رابطہ قرآن اور اہل بیتؑ کے ساتھ اچھا تھا، آبِ کوثر سے سیراب کئے جائیں گے اور وہ لوگ جو مخالف تھے اور انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا تھا، اُن کی سرزنش کی جائے گی اور وہ پیاسے وہاں سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔

5۔ حوضِ کوثر پر موجود برتن جن میں آبِ کوثر پلایا جائے گا، چاندی کے بنے ہوئے ہیں اور اُن کی تعداد بے شمار ہے۔

6۔ حوضِ کوثر کا طول وعرض بہت وسیع ہے یعنی جتنا فاصلہ شام اور یمن میں ہے، اُتنی اس کی لمبائی ہے۔ یہ فاصلہ تشبیہ کیلئے ہے۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ حوضِ کوثر بہت بڑا ہے اور یہ جنت میں جانے والے تمام لوگوں کو سیراب کرنے کیلئے کافی ہوگا۔

7۔ حوضِ کوثر بھی ایک سخت مرحلہ ہے کیونکہ کچھ لوگ تو اس مرحلہ سے آسانی سے گزر جائیں گے اور آبِ کوثر سے سیراب کئے جائیں گے لیکن بدکار، بدکردار اور بُرے لوگوں سے سوال و جواب کیا جائے گا اور اُن کو وہاں سے سخت پیاس کی حالت میں واپس لوٹا دیا جائے گا۔۔ بے شک برے لوگوں کیلئے یہ ایک دردناک مرحلہ ہوگا۔

ہزار غلام، ہزار جام کوثر کے ساتھ

روایت کی گئی ہے کہ جب جنابِ رسولِ خداؐ بیماری کے بستر پر تھے تو اُنؐ کی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ بہت غمگین تھیں اور آپؑ نے روتے ہوئے اپنے باباؐ سے عرض کیا:

"باباجانؐ! میں دُنیا میں ایک ساعت بھی آپؐ سے جدا رہنے کی طاقت نہیں رکھتی تو قیامت میں آپؐ کی جدائی کو کیسے برداشت کروں گی؟

پیغمبرِ خداؐ: میرے خاندان میں تم ہی سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کروگی۔ پُل صراط

(قیامت کے شروع میں دوزخ کے اُوپر پل بنایا جائے گا) پر تم سے ملاقات کا وعدہ ہے۔

بیٹی: بابا جانؐ! مگر اللہ نے آپؐ کے گوشت و پوست کو جہنم پر حرام قرار نہیں دیا؟

پیغمبرِ خدا: ہاں! کیوں نہیں لیکن میں پل صراط پر کھڑا ہوں گا کہ اُمت کو وہاں سے عبور کرواسکوں۔

بیٹی: بابا جانؐ! اگر میں نے آپ کو وہاں نہ دیکھا تو کہاں تلاش کروں؟

پیغمبرِ خدا: ساتویں پل کے پاس (پل صراط پر) مجھے دیکھو گی جہاں مظلوم کا حق ظالم سے لیا جائے گا۔

بیٹی: بابا جانؐ! اگر میں نے آپ کو وہاں نہ دیکھا تو کہاں تلاش کروں؟

پیغمبرِ خدا: مقامِ شفاعت پر تم مجھے دیکھو گی جہاں میں اُمت کی شفاعت کروں گا۔

بیٹی: بابا جانؐ! اگر میں نے آپ کو وہاں نہ دیکھا تو کہاں تلاش کروں؟

پیغمبرِ خدا: حوضِ کوثر کے پاس تم مجھے دیکھو گی جس کا عرض اتنا ہے جتنا شام اور یمن کا فاصلہ، اُس کے پاس ہزار شیشے کے جام آبِ کوثر سے بھرے پڑے ہوں گے۔ جو کوئی آبِ کوثر ایک دفعہ پی لے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

پیغمبرؐ اسلام نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے اپنی گفتگو جاری رکھی، یہاں تک کہ آپؐ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ (کشف الغمہ، بحار: ج 22 ص 535)

علیؑ۔ساقیِ کوثر

1۔ ایک روایت کے مطابق پیغمبرِ خدا نے فرمایا کہ جب قیامت برپا ہوگی تو ایک ندائے حق جو سب کے کانوں تک (نزدیک یا دُور) مساوی پہنچے گی، بلند ہوگی، کہا جائے گا:

''علیؑ کہاں ہیں؟ علی علیہ السلام میدانِ محشر میں آئیں گے۔ پھر تھوڑے سے حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے دو سبز لباس عطا کیے جائیں گے۔ علیؑ وہ لباسِ بہشتی پہنیں گے اور عصائے طوبیٰ (جو درختِ طوبیٰ سے بنا ہوگا) اپنے ہاتھ میں لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنؑ کو کہا جائے گا:

''قِفْ عَلَی الْحَوْضِ فَاسْقِ مَنْ شِئْتَ وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ''.

''(یا علیؑ) حوضِ کوثر پر بیٹھ جاؤ، جس کو چاہو سیراب کرو اور جس کو چاہو، منع کر دو''۔ (بحار، ج8،ص25)

2۔ آپؐ نے مزید فرمایا کہ علی علیہ السلام کی نسبت سے پانچ خصوصیات مجھے عطا کی گئی ہیں جو مجھے دُنیا ومافیہا سے بہتر ہیں۔اُن میں سے ایک یہ ہے کہ علیؑ حوضِ کوثر کے قریب کھڑے ہوں گے اور اُمت میں سے جو نیک لوگ ہوں گے، اُنہیں آبِ کوثر پلائیں گے۔

3۔ علی علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

''اِنَّکَ غداً عَلَی الْحَوْضِ خَلِیْفَتِیْ وَاِنَّکَ اَوَّلُ مَنْ یَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضُ''.

''کل قیامت کے دِن حوضِ کوثر پر تم میرے جانشین ہوگے اور تم سب سے پہلے حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچو گے''۔

4۔ پھر فرمایا:

''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ،اَنَّکَ لَذَ وَّادٌعَنْ حَوْضِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَذُوْدُ کَمَا یُزَادُ الْبَعِیْرُ الضَّالَّ عَنِ

اَلْمَاءِ بِعَصاً مَعَکَ مِنْ عَوْسَجٍ".

"قسم ہے مجھے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت کے روز میرے حوض پر وارد ہونے والے (کفار ومنافقین) کو تم خم دار چھڑی سے ایسے ہٹاؤ گے جیسے ایک گمشدہ اور اجنبی اونٹ پانی سے ہٹتا ہے"۔

5۔ جنابِ رسولِ خدا نے علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا:

"علی میرے حوض کے مالک ہیں۔ اپنے دشمنوں کو اُس سے دُور رکھیں گے اور اپنے دوستوں کو اُس کا پانی پلائیں گے۔ جو کوئی آبِ کوثر نہیں پئے گا، وہ ہمیشہ پیاسا رہے گا اور کبھی بھی سیراب نہیں ہوگا اور جو کوئی اُس کو پئے گا، وہ ہر قسم کے رنج سے محفوظ رہے گا اور کبھی پیاسا نہیں رہے گا"۔

6۔ حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"یَاعَلِی اَنْتَ صَاحِبُ حَوْضِی".

"یا علی! میرے حوضِ کوثر کے مالک اور سرپرست آپ ہیں"۔

7۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلتوں کا ذِکر کرتے ہوئے پیغمبرِ خدا نے فرمایا:

وَ اَنْتَ اَوَّلُ مَنْ یَرِدُ حَوْضِی، تَسْقِیْ مِنْهُ اَوْلِیَائَکَ وَتَذُودُعَنْهُ اَعْدَائَکَ.

"(یا علی!) تم پہلے شخص ہو گے جو حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچو گے۔ اپنے محبوں کو آبِ کوثر سے سیراب کرو گے اور اپنے دُشمنوں کو حوضِ کوثر سے دُور کرو گے"۔

8۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا کی قسم! میں ان دو ہاتھوں سے اپنے دُشمنوں کو رسولِ خدا کے حوضِ کوثر سے دُور کروں گا اور اپنے دوستوں اور محبوں کو اُس کی طرف رہنمائی کروں گا"۔

9۔ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''یا علیؑ! تم نالائق انسانوں کو حوضِ کوثر سے اس طرح دُور کرو گے جس طرح دردِ گردن میں مبتلا اونٹ کو پانی پینے سے روکا جاتا ہے''۔

10۔ حضرت علی علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

''وَاَنْتَ غَداً عَلٰی حَوْضِیْ طُوْبٰی لِمَنْ اَحَبَّکَ وَ وَیْلٌ لِمَنْ اَبْغَضَکَ''.

''(یا علیؑ) قیامت کے روز میرے حوضِ کوثر کے مالک تم ہوگے۔ وہ خوش قسمت ہے جو تمہیں دوست رکھتا ہے اور وہ بدبخت ہے جو تم سے دُشمنی رکھتا ہے''۔

11۔ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''میں اپنی اُمت کیلئے پریشان ہوں جو ایک اژدہام کی صورت میں حوضِ کوثر کا رُخ کرے گی۔ بہت سے حوضِ کوثر کی جانب جا رہے ہوں گے اور بہت سے حوضِ کوثر سے واپس لوٹ رہے ہوں گے۔ جانے والے واپس آنے والوں سے پوچھیں گے: کیا تم نے آبِ کوثر نوش کیا؟ کچھ جواب دیں گے: خدا کی قسم! ہم نے آبِ کوثر پیا اور بعض پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہوں گے اور کہیں گے: خدا کی قسم! ہم نے نہیں پیا۔

12۔ ایک روز جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

''بیٹی فاطمہؑ! کل قیامت کے روز علیؑ کو حوضِ کوثر پر کھڑا کردوں گا اور اُسے اپنا پرچم وار بناؤں گا''۔ (مناقب ابن مغازلی ص 51، 188)

13۔ حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اَنَا قَسِیْمُ النَّارِ وَخَازِنُ الْجِنَانِ وَصَاحِبُ الْحَوْضِ وَصَاحِبُ الْاَعْرَافِ.

''دوزخیوں میں دوزخ تقسیم کرنے والا میں ہوں اور جنتیوں میں جنت تقسیم

کرنے والا میں ہوں۔ حوضِ کوثر کا سرپرست میں ہوں اور اعراف کا سرپرست میں ہوں''۔

14۔ پیغمبرِ اسلام نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے روز میں حوضِ کوثر پر کھڑا ہوں گا۔ اُس وقت ایک گروہ میری طرف آرہا ہوگا جن کو میں پہچانتا ہوں گا۔ اس دوران ایک جوان (حضرت علی علیہ السلام) میرے اور اُن کے درمیان حائل ہوجائے گا اور اُن کو راستے ہی میں روک لے گا اور اُن سے سوال کرے گا کہ کہاں جارہے ہو؟ آؤ! تمہارا راستہ وہ (دوزخ کا راستہ) ہے۔ میں اُس جوان کو کہوں گا کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ یارسولؐ اللہ! یہ لوگ آپؐ کے بعد اپنے دین پر پلٹ گئے تھے اور مرتد ہوگئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد دوسرا گروہ آئے گا۔ وہ بھی اسی طرح دوزخ کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ ان گروہوں میں سے بہت ہی کم جنت کی طرف جائیں گے اور یہی محدود تعداد حوضِ کوثر پر مجھ تک پہنچے گی۔

15۔ آئمہ علیہم السلام کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام کیلئے جو زیارت نامہ ہم تک پہنچا ہے، اُس میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے: (بحار، ج 100، ص 332)

''اَلسَّلَامُ عَلٰی صَاحِبِ الْحَوْضِ''.

''حوضِ کوثر کے سرپرست! آپ پر سلام ہو''۔

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَازَائِداً عَنِ الْحَوْضِ اَعْدَائِنَا''.

''حوضِ کوثر پر ہمارے دُشمنوں کو روکنے والے! آپ پر سلام ہو''۔

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاصَاحِبَ الْحَوْضِ الصَّافِ''.

''اے صاف و شفاف پانی والے حوضِ کوثر کے سرپرست! آپ پر سلام ہو''۔

16۔ جنابِ رسولِ خدا اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَنَاصَاحِبُ الشَّفَاعَةِ وَالْحَوْضِ".

"میں حوضِ کوثر کا سرپرست ہوں اور شفاعت کرنے والا ہوں"۔

حضرت علی علیہ السلام کی زیارت میں اس طرح آیا ہے:

"اَلسَّلاٰمُ عَلٰى سَاقِىْ اَوْلِيَائِهٖ مِنْ حَوْضِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ".

"نبی مختارؐ کے حوضِ کوثر سے اپنے محبوں کو آبِ کوثر پلانے والے! آپ پر سلام ہو"۔(بحار، ج100، ص303)

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حوضِ کوثر کے سرپرست بے شک نبی پاکؐ ہیں لیکن ساقیِ کوثر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

17۔ زیارت ناموں، دُعاؤں اور مختلف مناجات میں آئمہ علیہم السلام سے ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ اس طرح دُعا مانگی جائے:

"پروردگار! قیامت کے روز حوضِ کوثر پر پہنچنے کی ہمیں اجازت دے اور ہمیں اپنے پیغمبرؐ اور مولا علیؑ کے ہاتھوں سے آبِ کوثر سے سیراب فرما"۔

زیارتِ معصومہ سلام اللہ علیہا جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے، اُس میں اس طرح ذکر ہے:

"وَحَشَرَنَافِىْ زُمْرَتِكُمْ،وَاَوْرَدَنَاحَوْضَ نَبِيِّكُمْ،وَ سَقَانَا بِكَأْسِ جَدِّكُمْ مِنْ يَدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ".

"پروردگار ہمیں آپ کے گروہ کے ساتھ محشور کرے اور حوضِ کوثر پر اپنے نبیؐ کے

پاس پہنچائے اور آپ کے جد کے کاسہ سے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے سیراب فرمائے"۔ (بحار، ج 102، ص 266)

18۔ روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسینؑ ابھی بچے تھے اور اپنی والدہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی گود میں تھے تو ایک روز پیغمبرؐ خدا نے اُن کو اپنی گود میں لیا۔ اپنے بیٹے حسینؑ کے تھوڑے سے مصائب پڑھے اور رونے لگے۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے کربلا کا ماجرا بیان فرمایا۔ جناب فاطمہؑ بہت روئیں۔ جناب رسولِ خداؐ نے اُن کی دلجوئی کی اور فرمایا:

"اَمَا تَرْضِیْنَ اَنْ یَکُوْنَ بَعْلُکَ یَذُوْدُالْخَلْقَ یَوْمَ الْعَطَشِ عَنِ الْحَوْضِ، فَیُسْقِیْ مِنْهُ اَوْلِیَائَهُ، وَ یَذُوْدُعَنْهُ اَعْدَائَهُ؟"

"کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیامت کے روز تمہارا شوہر اپنے محبوں کو سخت پیاس میں آب کوثر سے سیراب کرے اور دُشمنوں کو حوضِ کوثر سے دُور رکھے"۔

جناب سیدہ فاطمہؑ اس پر خوش ہوئیں اور رونا بند کر دیا۔

مقامِ علیؑ پر لوگوں کی حسرت

پروردگارِ عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِیْئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَاالَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ". (سورۂ ملک: 27)

"جب منکرین اور کافر وعدۂ الٰہی کو پورا ہوتے ہوئے قریب پائیں گے تو اُس وقت اُن کے چہرے بدشکل اور سیاہ ہو جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا تقاضا تم کرتے تھے"۔

اس آیت کے ضمن میں یہ روایت کی گئی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو اُس روز دُشمنانِ علیؑ، شیرِ خدا کو اعلیٰ مقام پر دیکھیں گے۔ علیؑ کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور وہ حوضِ کوثر پر اپنے محبوں کو آبِ کوثر پلا رہے ہوں گے۔ دُشمنانِ علیؑ کے چہرے یہ دیکھ کر کینہ اور حسد کی وجہ سے سیاہ اور بدشکل ہوجائیں گے۔ علیؑ کئی لوگوں کو حوضِ کوثر سے ہٹا رہے ہوں گے اور کئی لوگوں کو آبِ کوثر پلا رہے ہوں گے۔ (تفسیر نور الثقلین، ج5، ص385)

امام جعفر صادق علیہ السلام اس ضمن میں تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قیامت کے روز جب مجرموں کے چہرے سیاہ اور بدشکل ہوجائیں گے اور وہ آہ وزاری کریں گے، اس حالت میں حضرت علیؑ کی خدمت میں آئیں گے اور معافی چاہیں گے اور کہیں گے کہ آج ہمیں معاف کردیجئے اور آبِ کوثر سے سیراب کردیجئے''۔

مولا علیؑ اُن سے فرمائیں گے: ''تم پیاسے ہی جہنم کی طرف چلے جاؤ، تمہارے لئے صرف جہنم کا گرم اور گندا پانی ہے، شفاعت کرنے والوں کی شفاعت تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی''۔

کوثر پلانے والے کون ہیں؟

آبِ کوثر اور حوضِ کوثر کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں، اُن کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آبِ کوثر کے اصلی ساقی جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت علی علیہ السلام اُنؐ کے جانشین ہیں۔ باقی تمام معصوم امامؑ اُن لوگوں کو کوثر پلائیں گے جو اس کے پینے کے اہل ہیں۔ آگے ایک روایت درج کی جائے گی جس کی رُو سے صرف چہاردہ معصومینؑ ہی حوضِ کوثر کے کنارے پر ہوں گے۔

اِن کے علاوہ بعض انتہائی نیک انسان بھی اس مقام کو پالیں گے۔ اس کیلئے آپ کی توجہ درج ذیل روایت کی طرف دلاتے ہیں:

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ زیارتِ امام حسینؑ کیلئے جانے والوں کا کیا درجہ ہے؟ مزید پوچھا کہ وہ افراد جو امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، اُن کا کیا مقام ہے؟

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''جب دُوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور وہ انسان (زوارِ قبر امام حسینؑ) قبر سے باہر نکلے گا تو پہلی دفعہ پیغمبرؐ خدا اور باقی آئمہؑ اُس سے مصافحہ کریں گے اور اُسے خوشخبری دیں گے کہ آؤ! ہمارے ساتھ چلو۔

''وَيُقِيمُونَهُ عَلَى الْحَوْضِ، فَيَشْرِبَ مِنْهُ وَيُسْقِيْ مَنْ اَحَبَّ''.

''اُسے حوضِ کوثر پر کھڑا کردیں گے، وہاں وہ آبِ کوثر پیئے گا اور آئمہؑ سے محبت کرنے والوں کو کوثر پلائے گا''۔

چودہ معصومینؑ حوضِ کوثر پر

وہ حدیث جس کی تصدیق اہلِ سنت اور شیعہ کتب میں تواتر سے پائی جاتی ہے، حدیثِ ثقلین ہے جس کو پیغمبرؐ خدا نے مختلف مقامات پر بار بار دُہرایا ہے، خصوصاً حجۃ الوداع میں، غدیرِ خم کے موقع پر، بسترِ بیماری پر، طائف سے واپسی پر اور فتح مکہ کے موقع پر۔

اِن سب مقامات پر یہی حدیث دُہرائی گئی لیکن معمولی سی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کتب میں نقل کی گئی ہے لیکن تمام مقامات پر حوضِ کوثر کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔ ہم آپ کی توجہ کیلئے اس کے دو نمونے نقل کرتے ہیں:

1۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

''كَاَنِّيْ دُعِيْتُ فَاَجَبْتُ وَاِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ

اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخِرِ، کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ، فَانْظُرُوْا کَیْفَ تُخْلِفُوْنِیْ فِیْھِمَا، فَاِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ". (خصائص نسائی، ص20)

"گویا کہ میں خدا کی جانب سے دعوت کیا گیا ہوں اور میں نے اُسے تسلیم کرلیا ہے۔ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اُن میں سے ہر ایک دُوسری سے بڑی ہے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترتؑ ہیں۔ پس فکر کرو کہ میرے بعد تم اُن سے کیسا سلوک کرو گے کیونکہ یہ دونوں آپس میں کبھی جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

2۔ یہی حدیث دُوسری جگہ پر پیغمبرؐ خدا سے اس طرح منسوب ہے:

"اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ خَلِیْفَتَیْنِ، کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ، وَاَنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ"

"میں تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جارہا ہوں، ایک کتاب اللہ ہے جس کی رسی کا ایک سرا آسمان پر ہے اور دُوسرا زمین پر ہے۔ دُوسری چیز میری عترت و اہلِ بیتؑ ہیں۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔ (مسند احمد، ج5، ص182، مطبوعہ بیروت)

مختصر تشریح

اس حدیث میں حوضِ کوثر کے ذکر سے چند چیزیں اخذ کی جاسکتی ہیں:

1۔ قیامت میں حوضِ کوثر کا وجود یقینی ہے۔

2۔ پیغمبرِ اسلامؐ حوضِ کوثر کے کنارے پر موجود ہوں گے۔

3۔ قرآن اور عترتِ پیغمبرؐ خدا قیامت تک مثالی رہنما رہیں گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ہم رکاب رہیں گے، ایک دوسرے کا تعارف کرواتے رہیں گے۔ ہمیں ان کو کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں سمجھنا چاہئے اور یہ نہیں کہنا چاہئے کہ بس اللہ کی کتاب ہماری ہدایت کیلئے کافی ہے اور نہ ہی یہ تصور کرنا چاہئے کہ اہل بیتؑ سے تمسک رکھتے ہوئے اللہ کی کتاب کی ضرورت نہیں۔

4۔ قیامت برپا ہونے پر قرآن اور عترت جس مقام پر پیغمبرؐ سے ملاقات کریں گے، وہ حوضِ کوثر کا کنارہ ہوگا۔

مندرجہ بالا بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن، جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ اور بارہ امامؑ قیامت آنے کے بعد حوضِ کوثر کے کنارے پیغمبرؐ خدا کے پاس اکٹھے ہوں گے۔

ایک اور روایت میں پیغمبرؐ خدا نے قرآن اور اپنی عترتؑ سے بہتر سلوک کی بہت تاکید کی ہے اور فرمایا ہے:

''جو کوئی چاہتا ہے کہ میرے قبلہ کو اپنا قبلہ قرار دے اور میری تبلیغ کو تسلیم کرے تو اُسے میری عترتؑ سے ہرگز جنگ وجدل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مجھے خدا کی جانب سے مہربان، بشیر اور نذیر کہا گیا ہے۔ قرآن اور میری عترتؑ میری ان انگلیوں یعنی شہادت کی اُنگلی اور درمیانی اُنگلی کی طرح آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔ حوضِ کوثر پر یہ دونوں اکٹھے میرے پاس پہنچیں گے۔ جان لو کہ ان کی مدد کرنے والا ایسے ہے جیسے میری مدد کرنے والا اور ان کو چھوڑنے والا ایسے ہے جیسے مجھے چھوڑنے والا''۔ (بحار، ج23، ص109، 110)

قرآن میں حوضِ کوثر کا ذکر

اگرچہ حوضِ کوثر کا ذکر قرآن میں بالکل واضح طور پر نہیں آیا ہے لیکن معصومینؑ نے چند آیات کی تفسیر میں حوضِ کوثر کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی توجہ بھی ان آیات کی طرف مبذول

کروانا چاہتا ہوں۔

(ا)۔سورۂ کوثر

سورۂ کوثر قرآن مجید کا ایک سو آٹھواں سورہ ہے۔اس کی تین آیات ہیں۔اس کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ".

"ہم نے تمہیں کوثر (بہت خیروبرکت) عطا کردی"۔

کوثر سے کیا مراد ہے؟ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف مطالب نکالے ہیں، مثلاً بعثتِ پیغمبرؐ، قرآن، علم وحکمت، شفاعت، نہر کوثر اور سیدہ فاطمہ زہراؑ۔ان کے علاوہ سب سے مشہور قیامت بھی ہے۔

اسی کے بارے میں مختلف روایات نقل کی گئی ہیں۔اُن میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے:

1۔ اُنس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولِؐ خدا ہمارے درمیان تشریف لائے۔ہم نے اُنہیںؐ بڑا خوشحال پایا اور اس کی وجہ پوچھی۔آپؐ نے جواب میں فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ کوثر سے کیا مراد ہے؟"

ہم نے عرض کی کہ خدا اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: "کوثر ایک نہر ہے جس میں بہت خیروبرکت ہے۔خدا نے اس کا وعدہ میرے ساتھ فرمایا ہے۔یہ نہر وہی حوض ہے جس کے اردگرد قیامت کے روز میری اُمت اکٹھی ہوگی۔اس حوض کے پاس ظروف کی تعداد ستاروں کی تعداد کے برابر ہے۔میری اُمت کا ایک گروہ اس حوض کے کنارے پر میرے پاس آئے گا۔میں خدا کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ یہ میری اُمت سے ہیں

(اجازت ہو تو میں ان کو کوثر سے سیراب کروں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''اے میرے محبوبؐ! کیا تم نہیں جانتے کہ اس گروہ نے تمہارے بعد (تمہاری عترتؑ کے ساتھ) کیا کیا ہے اور کتنا دردناک حادثہ پیدا کیا ہے؟'' (تفسیر مجمع البیان، ج 10، ص 549 نقل از صحیح مسلم)۔

2۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت ''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر'' اُتری تو حضرت علی علیہ السلام نے جناب رسولِؐ خدا سے عرض کی:

''یا رسولؐ اللہ! پروردگارِ عالم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے، ہمارے لئے اس کی تعریف کیجئے''۔

اس پر پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: ''ہاں اے میرے بھائی علیؑ! کوثر ایک نہر ہے جو عرشِ الٰہی کے نیچے سے شروع ہوتی ہے۔ اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور روغن (گھی) سے زیادہ لطیف ہے۔ اس نہر میں گوہر و یاقوت اور مرجان جیسے موتی ہیں۔ اس میں مشکِ اعلیٰ کی ملاوٹ بھی ہے۔ اس نہر کے اردگرد جو سبزہ اُگا ہوا ہے، وہ زعفران ہے۔ اس کے میوے یاقوتِ سرخ اور گوہرِ سفید جیسے انگور نما ہیں۔ یہ نہر اتنی شفاف ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر دیکھا جا سکتا ہے''۔

اس کے بعد پیغمبرؐ خدا نے گریہ کیا۔ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے اصحاب نے بھی گریہ کیا۔ پھر پیغمبرؐ خدا نے اپنا ہاتھ علی علیہ السلام کے شانے پر رکھا اور فرمایا:

''یَاعَلِیُّ وَاللّٰہِ مَاھُوَ لِیْ وَحْدِیْ، وَاِنَّمَا ھُوَلِیْ وَ لَکَ وَلِمُحِبِّیْکَ مِنْ بَعْدِیْ''.

''یا علیؑ! خدا کی قسم! یہ کوثر صرف میرے لئے ہی نہیں بلکہ میرے لئے، تمہارے

لئے اور میرے بعد تمہارے محبوں کیلئے ہے''۔

3۔ اسی آیت ''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ'' کی تفسیر کے ضمن میں عبداللہ ابن عباس یہ روایت نقل کرتے ہیں:

''کوثر بہشت میں ایک نہر ہے جس کا اندازہ زمین کے فاصلے کے اعتبار سے ستر ہزار فرسخ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے دونوں طرف مروارید، یاقوتِ سرخ اور زبرجد سبز سے پُر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صرف اپنے پیغمبرؐ اور اُن کی اولاد کیلئے مخصوص کیا ہے''۔

ابن عباس نے اس روایت کو غالباً پیغمبرؐ خدا سے نقل کیا ہے۔

4۔ ایک مرتبہ چند یہودی خدمتِ پیغمبرؐ میں آئے اور لمبی گفتگو کی۔ دورانِ گفتگو یہودیوں نے کہا: ''حضرت نوح علیہ السلام آپؐ سے برتر ہیں''۔

پیغمبرؐ خدا نے پوچھا: ''کس لحاظ سے؟''

یہودی: جب طوفان آیا تو حضرت نوحؑ ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ کشتی آرام سے کوہِ جودی پر جا کر رُک گئی۔ اس طرح حضرت نوحؑ اور اُن کے ساتھیوں نے اُس طوفان سے نجات پائی۔

پیغمبرؐ: خدا نے مجھے اُس سے بہتر چیز عطا فرمائی ہے۔ مجھے وہ نہر عطا فرمائی ہے جس کی ابتداء زیرِ عرشِ الٰہی سے ہوتی ہے۔ اس نہر کے کنارے پر ہزار ہزار محل واقع ہیں جن کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہیں۔ اس کا سبزہ زعفران ہے اور اس میں یاقوت و مروارید ہیں۔ اس کی زمین مشکِ سفید کی ہے۔ اس نہر کا نام کوثر ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ''۔

اس کو سننے کے بعد یہودیوں نے کہا: ''اے محمدؐ! آپؐ نے سچ کہا اور یہی مطلب توریت میں بھی درج ہے اور یہ عنایت نوحؑ کی کشتی سے بڑھ کر ہے جس نے کوہِ جودی پر قرار پکڑا''۔

5۔ ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ جب یہ آیت ''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ'' نازل ہوگئی تو جناب رسولِ خدا منبر پر تشریف لے گئے اور اس سورہ کی آیات کی تلاوت فرمائی۔ جب منبر سے نیچے آئے تو حاضرین نے پوچھا:

''یا رسولؐ اللہ! یہ کوثر کیا ہے جسے خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے؟''

پیغمبرؐ: کوثر اصل میں بہشت میں ایک نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور روغن سے زیادہ لطیف ہے۔ نہر کے دونوں طرف دُریاقوت اور مروارید کے موتی لگے ہوئے ہیں۔ سبز پرندے جن کی گردن اونٹ کی گردن کی طرح ہے، اُس حوض میں داخل ہوتے ہیں۔

حاضرین: یا رسولؐ اللہ! یہ پرندہ کتنی بڑی نعمت ہے؟

پیغمبرؐ: کیا میں تمہیں اس سے بڑی نعمت کی خبر نہ دوں؟

حاضرین: یا رسولؐ اللہ! کیوں نہیں، آپ ہمیں اُس کی اطلاع دیجئے۔

پیغمبرؐ: پرندہ سے بڑی نعمت خود وہ ہے جو اس پرندے کے گوشت کو کھاتا ہے اور آبِ کوثر کو پیتا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان، ج10، ص549)

6۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں کوثر سے مراد بہشت میں ایک نہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اُنؐ کے بیٹے کے صدمے پر صبر کے عوض عطا کیا ہے۔

(ب)۔ساقیِ کوثر کون ہیں؟ قرآن کی نظر میں

ہم سورۂ دہر کی آیت 21 میں پڑھتے ہیں کہ پروردگار فرماتا ہے:

"وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا"۔

"اور اُن کا رب اُن کو پاک و پاکیزہ مشروب پلائے گا"۔

بعض تفسیروں میں رب سے مراد علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں جو ساقیِ کوثر ہیں اور وہ اپنے محبوں اور شیعوں کو کوثر پلائیں گے۔

قرآن مجید میں رب کے معنی سرپرست اور صاحب کے آئے ہیں۔سورۂ یوسف میں یوں ذکر ہوا ہے:

"اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ"۔

"اپنے رب (سلطانِ مصر) سے میرا ذکر کر"۔

(ج)۔سفید چہروں والے آبِ کوثر پئیں گے

سورۂ آلِ عمران کی آیت 106 میں ہم پڑھتے ہیں:

"يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ"

"اُس دن (روزِ قیامت) کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے"۔

ایک روز امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور پیغمبرِ اسلام سے یوں نقل فرمایا:

"میری اُمت قیامت کے روز مختلف گروہوں میں بٹ کر حوضِ کوثر پر میرے پاس آئے گی۔اُس وقت امام المتقین، امیر المومنینؑ،سفید پیشانی والوں کے قائد یعنی علی ابن ابی طالب علیہما السلام اپنے شیعوں اور دوستوں کے ہمراہ پرچم لئے ہوئے آئیں گے۔

تمام گروہ علی علیہ السلام سے دُشمنی کے باعث پیاسے ہی واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ میں اُس گروہ کو جو علی علیہ السلام کے پرچم تلے آئے گا، پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد قرآن اور خاندانِ علیؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

وہ جواب دیں گے کہ ہم نے ثقل اکبر کی پیروی کی اور اُس کی تصدیق کی اور ثقل اصغر یعنی خاندانِ پیغمبرؐ کو دوست رکھا، اُن کی ولایت کو تسلیم کیا، یہاں تک کہ ہمارا خون اس راستے میں گرایا گیا۔

اُس وقت اُس گروہ کو میں یہ کہوں گا:

رُوُوا رُواءً مَرْوِيِّيْنَ ،مُبْيَضَّةً وُجُوْهُكُمُ الْحَوْضَ.

''آبِ کوثر سے سیراب ہو جاؤ اور یہ آبِ کوثر تم کو مبارک ہو، پیو اس حالت میں کہ تمہارا چہرہ سفید ہے''۔

اسی طرح کی روایت معمولی سی تبدیلی کے ساتھ ابوذر نے بھی نقل کی ہے کہ پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا:

''میں اُٹھوں گا اور علیؑ کا ہاتھ پکڑوں گا۔ اُنؑ کا چہرہ اور اُنؑ کے شیعوں کے چہرے نورانی ہو جائیں گے۔ میں اُنؑ کے شیعوں سے کہوں گا کہ میرے جانے کے بعد میرے دو جانشینوں، دو گرانقدر چیزوں یعنی قرآن پاک اور عترتِ اہل بیتؑ کے ساتھ تم نے کیسا سلوک کیا؟ وہ اُس کا مثبت جواب دیں گے۔ اس پر میں اُن سے کہوں گا کہ آبِ کوثر پی لو، یہ تم کو مبارک ہو۔ وہ اس کو پئیں گے اور اس کے بعد کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ اُن کے امام (حضرت علی علیہ السلام) کا چہرہ سورج کی طرح چمکنے لگے گا اور اُن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگے گا اور یہ آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے سے بھی زیادہ روشن ہوگا''۔

حوضِ کوثر سے نہر

سورہ رحمٰن کی آیت 70 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فِیْهِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ''.

''اِن نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی''۔

مالک بن اعین سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگ ایک دُوسرے کو کہتے ہیں:

''جَزَاکَ اللّٰهُ خَیْراً''

''خدا تمہیں اس کی جزائے خیر دے''۔

اس سے کیا مراد ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''خیر سے مراد یہاں نہر ہے جو حوضِ کوثر سے نکلتی ہے اور کوثر جو اِس کا اصلی جوہر ہے، جس کی عرش کے نیچے سے ابتداء ہے، اوصیاء، اولیاء اللہ اور شیعوں کے محل سکونت وہاں پر ہیں۔ اس نہر کے دونوں طرف حوریں پیدا ہوں گی اور جب اُن میں سے کوئی حور جوان ہو جائے گی، وہ وہاں سے جدا ہو جائے گی اور دُوسری حور وہاں پیدا ہو جائے گی۔ وہ سب اس نہر سے منسوب ہیں۔ خدا کے اس کلام یعنی:

''فِیْهِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ''

''اِن نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی''۔

کے معنی یہ ہیں کہ خدا تمہیں خیر دے۔ یہ حوریں، جو اس نہر سے منسوب ہیں اور جنہیں اللہ نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کیلئے پیدا کیا ہے، تمہیں عطا کرے۔

آبِ کوثر اور شیعانِ علیؑ

پیغمبرؐ اسلام نے علی علیہ السلام سے فرمایا: ''یا علیؑ! تم حوضِ کوثر پر پہنچو گے اور

تمہارے محبّ شیعہ وہاں تمہارے پاس آئیں گے۔ وہ آبِ کوثر سے سیراب کیے جائیں گے۔ تمہارے دُشمن پیاسے وہاں آئیں گے۔ اُن کی حالت یہ ہوگی کہ سر تو بلند ہوں گے لیکن نظریں زمین پر ہوں گی تاکہ آبِ کوثر تک پہنچ سکیں۔ اُن کو کوثر نہیں دیا جائے گا"۔

معروف شاعر اہلبیتؑ سید حمیری کہتے ہیں:

وَالْحَوْضَ حَوْضَ مُحَمَّدٍ وَوَصِیِّهٖ
یُسْقِی مُحِبَّیْهِ وَیَمْنَعُهُ الْعِدیٰ

"حوضِ کوثر تو ملکیت ہے جناب محمد مصطفیٰؐ کی اور اُنؐ کے وصی کی۔ اُنؐ کے دوستوں کو اُس سے سیراب کیا جائے گا اور دُشمنوں کو منع کر دیا جائے گا"۔

شیخ صدوق کتاب 'خصال' میں اپنی ہی سند سے لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا:

"میں اپنی عترت کے ہمراہ حوضِ کوثر کے کنارے جناب رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ جو کوئی چاہے کہ ہماری گفتار کو سمجھے اور اُس پر عمل کرے، ہم اُس کی شفاعت کریں گے۔ ہمارے دوست اور محبّ ہم سے شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں۔ پس اس بناء پر حوضِ کوثر کے کنارے ہم سے ملاقات کیلئے کوشش کرو کہ (نیکی کے کاموں میں) ایک دُوسرے سے سبقت لے جاؤ۔ ہم وہاں اپنے دُشمنوں کو آبِ کوثر سے ہٹا دیں گے اور اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے۔ جو کوئی ایک دفعہ کوثر نوش کرلے گا، پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس حوضِ کوثر کی ابتداء دو جگہوں سے ہوتی ہے:

1۔ نہرِ تسنیم بہشت   2۔ نہرِ معین بہشت

اِن دونوں کے کناروں پر جو سبزہ اُگا ہوا ہے، وہ زعفران ہے اور اس حوضِ کوثر میں مروارید اور یاقوت جیسے موتی ہیں۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے اسے کوثر کہا جاتا ہے"۔

پیغمبرؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا:

''یا علیؑ! تمہارے شیعہ قیامت کے روز نوری منبروں پر میرے ارد گرد قرار پائیں گے۔ میں اُن کی شفاعت کروں گا۔ وہ بہشت میں میرے ہمسائے ہوں گے''۔

اس کے بعد فرمایا:

''وَلَنْ یُغَیَّبَ عَنِ الْحَوْضِ مُحِبٌّ لَکَ غَداً حَتّٰی یَرِدُوْا الْحَوْضَ مَعَکَ''.

''تمہارے محبّ اور دوست قیامت کے روز حوضِ کوثر سے ہرگز دُور نہ ہوں گے اور وہ یقیناً تمہارے ہمراہ حوضِ کوثر تک پہنچیں گے''۔

یہ سن کر علی علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا اور سجدہ میں عرض کیا:

''ساری حمد وثناء اُس خدا کیلئے ہے جس نے مجھے دینِ اسلام قبول کروا کر مجھ پر احسان کیا۔ مجھے قرآن کی تعلیم دی اور مجھے اپنے پیغمبرؐ کا محبوب بنایا۔ یہ اُس کا احسان ہے''۔

اس پر پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

'یَا عَلِیُّ! لَوْلَا اَنْتَ مَا عُرِفَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ'.

''یا علیؑ! اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مؤمن کی پہچان نہ ہوتی''۔

یعنی تمہارا وجودِ پاک مؤمن کی شناخت کیلئے میزان ہے۔ جو کوئی تمہاری پیروی کرے گا، وہ مؤمن ہے ورنہ مؤمن نہیں۔

آبِ کوثر سے لطف اندوز ہونے کی شرائط

روایات کا مطالعہ کرنے سے علم ہوتا ہے کہ آبِ کوثر سے لطف اندوز ہونے کیلئے کچھ شرائط لازمی ہیں جن کی عدم موجودگی اس نعمتِ عظیم سے محروم کردے گی۔ اس کیلئے ہم چند روایات درج کررہے ہیں:

1۔ ابو ایوب انصاری کہتے ہیں:

"میں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے حضورؐ سے حوضِ کوثر کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے اُس کا جواب اس طرح دیا:

پروردگارِ عالم نے تمام انبیاء میں سے صرف مجھے یہ امتیاز (حوضِ کوثر) عطا فرمایا ہے جس کا طول شام اور یمن کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔ اس سے دو نہریں پھوٹتی ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔اس سے اس کی فضا انتہائی معطر ہے۔ اس میں مروارید اور دُرِ یاقوت ہیں۔ اس سے لطف اندوز ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں سے مشروط کر دیا ہے:

(ا)۔ اُس انسان کی نیت خالص ہونی چاہیے۔

(ب)۔ اُس کا دل پاک صاف ہونا چاہیے۔

(ج)۔ جب رزق میں فراخی ہوتو اُس انسان کو ضرورت مندوں کی مدد کرنی چاہیے۔

(د)۔ مشکل حالات میں اپنے مقروضوں پر سختی نہیں کرنی چاہیے۔

(ر)۔ میرے بعد میرے وصی (علی علیہ السلام) کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ قیامت کے روز جو کوئی اُنؑ کا محبّ اور دوست نہیں ہوگا، وہ اُسے حوضِ کوثر سے واپس لوٹا دیں گے جیسے ایک شتربان اپنے مریض اونٹ کو باقی اونٹوں کے پاس نہیں آنے دیتا تاکہ وہ باقی اونٹوں کو بھی مرض میں مبتلا نہ کر دے۔ (بحار، ج8، ص28، 29)

2۔ ایک دن پیغمبرِ خدا نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"یَاعَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ عَلَی الْحَوْضِ،تُسْقَوْنَ مَنْ اَحْبَبْتُمْ وَ تَمْنَعُوْنَ مَنْ کَرِھْتُمْ".

"یا علی! تم اور تمہارے شیعہ حوضِ کوثر کے کنارے ہوں گے۔تم اپنے دوستوں کو

آب کوثر پلاؤ گے اور جن سے کراہت رکھتے ہو گے، اُن کو منع کر دو گے"۔

3۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی قبر حسینؑ کی زیارت صرف خوشنودیٔ خدا کیلئے کرے گا، قیامت کے روز وہ بغیر کسی رکاوٹ کے حوضِ کوثر تک پہنچے گا۔ حضرت علی علیہ السلام حوضِ کوثر کے کنارے کھڑے ہوں گے اور اُس سے مصافحہ کریں گے اور اُسے آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ (کامل الزیارات: ص132)

4۔ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے بستر مرگ پر فرمایا:

"لَیْسَ مِنّیْ مَنْ اِسْتَخَفَّ بِصَلاٰ تِهِ،لاٰیَرِدُعَلَیَّ الْحَوْضَ،لاٰوَاللّٰهِ،لَیْسَ مِنّیْ مَنْ شَرِبَ مُسْکِراً، لاٰیَرِدُعَلَیَّ الْحَوْضَ لاٰوَاللّٰهِ".

"وہ مجھ (میری اُمت) سے نہیں جس نے نماز کو خفیف سمجھا۔ خدا کی قسم! ایسا شخص روزِ قیامت حوضِ کوثر پر مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا اور وہ بھی مجھ (میری اُمت) سے نہیں جس نے شراب پی اور خدا کی قسم! وہ بھی حوضِ کوثر پر مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا"۔

حوضِ کوثر سے محروم رہنے کی ایک وجہ اُس کے وجود کا انکار ہے جس کا تذکرہ پہلے ہی جناب رسولِؐ خدا کے فرمان کے ذریعے کر دیا گیا ہے۔

5۔ ایک بدو عرب جو حضرت علیؑ سے دُشمنی رکھتا تھا، امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپؑ نے اُس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: "گویا تم حوضِ کوثر کے منکر ہو"۔ (یعنی اگر تم نے حوضِ کوثر کی عظمت کو پہچانا ہوتا کہ کس طرح قیامت کے

روز پیاسے اس سے سیراب ہوں گے تو میرے جد علی علیہ السلام سے دُشمنی نہ رکھتے)۔اُس وقت اُس سے فرمایا:

''اَمَاوَاللّٰهِ لَئِنْ اَبْغَضْتَهُ ثُمَّ وَرَدْتَ عَلَى الْحَوْضِ لَتَمُوْتُنَّ عَطَشًا''.

''خدا کی قسم! آگاہ ہو جاؤ، اگر تم نے علی علیہ السلام سے دُشمنی کی اور پھر حوضِ کوثر پر (بفرضِ محال) پہنچ گئے تو آبِ کوثر سے سیراب نہ کئے جاؤ گے اور شدتِ پیاس سے ہلاک ہو جاؤ گے''۔(بحار، ج39، ص273)

6۔ جنابِ رسولِ خدا نے ایک مفصل خطبہ میں فرمایا: ''جو کوئی مسلمانوں کے استعمال کیلئے پانی کا کنواں کھدوائے اور اُسے جاری کر دے تو قیامت کے روز وہ آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کر سکے گا اور شفاعت شدہ لوگوں کو حوضِ قدس تک پہنچا دے گا''۔

حاضرین نے عرض کی: ''یا رسولؐ اللہ! یہ حوضِ قدس کیا ہے؟

آپؐ نے تین بار فرمایا: ''حوضی''۔یعنی ''میرا حوض (حوضِ کوثر)۔

7۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''جو کوئی خدا کی رضا کیلئے کسی مسلمان کیلئے جو دُنیا سے رُخصت ہو گیا ہو، قبر کھودے، اللہ تعالیٰ اُس پر آتش جہنم حرام کر دیتا ہے اور بہشت میں اُس کا گھر مخصوص کر دیتا ہے۔اُسے حوضِ کوثر پر پہنچا دیتا ہے جس کے کنارے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ظروف رکھتے ہیں، جس کا طول شام اور یمن کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔

8۔ جنابِ رسولِ خدا نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! جب میں حوضِ کوثر کے کنارے کھڑا ہوں گا تو میں دیکھوں گا کہ

میرے اصحاب کی ایک جماعت بے راہ چلنا شروع کردے گی۔ میں اُن سے پکار کر کہوں گا کہ کیا تم میری طرف نہیں آؤ گے تا کہ تمہیں بہشت کی طرف ہدایت کروں؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ندا دے گا:

'ان لوگوں نے تمہارے بعد تمہاری راہ کو بدل دیا تھا اور بے راہ ہو گئے تھے'۔

اُس وقت میں اُن (بیوفاؤں) سے کہوں گا:

"اَلاَ سُحْقًا سُحْقًا".

"خبردار! مجھ سے دُور رہو، مجھ سے دُور رہو"۔

9۔ جنابِ رسولِؐ خدا نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا:

"مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ".

"جس شخص نے روزہ دار کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اُسے میرے حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے گا"۔

10۔ جنابِ رسولِؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے اُن زائرین کے بارے میں ارشاد فرمایا جو آئمہ معصومینؑ کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور اُن کی تعمیر کرتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہیں:

"اُولٰئِکَ یَا عَلِیُّ الْمَخْصُوْصُوْنَ بِشَفَاعَتِیْ، اَلْوَارِدُوْنَ حَوْضِیْ".

"یا علیؑ! یہ وہ لوگ ہیں جو میری شفاعت کیلئے مخصوص ہیں اور یہ میرے حوضِ کوثر پر پہنچیں گے"۔ (بحار، ج100، ص121)

اور قبورِ آئمہؑ کے زواروں کی سرزنش کرنے والوں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا:

"اُولٰئِکَ شِرَارُ اُمَّتِیْ، لَا اَنَالَهُمُ اللّٰهُ شَفَاعَتِیْ، وَ

لَا یَرِدُوْنَ حَوْضِیْ"۔

"یہ میری اُمت کے شریر لوگ ہیں، میری شفاعت اُن تک نہیں پہنچے گی اور نہ ہی وہ میرے حوضِ کوثر تک پہنچیں گے"۔

مندرجہ بالا روایات اور دیگر بے شمار دُوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آبِ کوثر سے وہی لوگ مستفید ہوسکیں گے جن میں اس سے فائدہ اُٹھانے کی لیاقت موجود ہوگی اور اس لیاقت کو حاصل کرنے کی شرائط میں پہلی شرط حضرت علی علیہ السلام اور اُنؑ کی پاک آلؑ سے دوستی ہے۔

کوثر کے بارے میں چند دیگر داستانیں

ایک روز حضرت علی علیہ السلام جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک عجیب قصہ بیان فرمایا:

"یا رسولؐ اللہ! ایک روز میں غسل واجب ادا کرنا چاہتا تھا اور گھر میں پانی موجود نہ تھا۔ میں نے اپنے بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کو پانی لانے کیلئے اِدھر اُدھر بھیجا۔ اُن کی واپسی میں کچھ دیر لگ گئی۔ میں نے اپنے پیچھے سے ہاتف کی صدا سنی جو کہہ رہا تھا:

'یا علیؑ! اُٹھیے، اس پانی کی بالٹی کو لے لیجیے اور اس سے غسل فرمائیے'۔

میں اُس بالٹی کی طرف گیا، دیکھا تو پانی سے بھری ہوئی تھی اور اُس کے قریب ایک بہترین تولیہ بھی تھا۔ میں نے اُس پانی سے غسل کیا اور اُس تولئے سے اپنے بدن کو خشک کیا۔ اس کے بعد اُس بالٹی میں چند آخری قطروں کو سر پر ڈالا۔ اس نے میرے دل کو بھی ٹھنڈک پہنچائی"۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"بَخٍّ بَخٍّ یَابْنَ اَبِیْ طَالِب! اَصْبَحْتَ وَخَادِمُکَ

جِبْرَئِيْل اَمَّا الْمَاءُ فَمِنَ الْكَوْثَرِ وَ اَمَّا السَّطْلُ وَ الْمِنْدِيْلُ فَمِنَ الْجَنَّةِ".

"اے ابو طالبؑ کے بیٹے! تمہیں تمہارا مقام مبارک ہو، مبارک ہو، تم نے ایسے میں صبح کی کہ جبرئیلؑ تمہارا خادم ہے اور جو پانی تھا، وہ کوثر سے تھا اور وہ بالٹی اور تولیہ جنت سے تھے، جبرئیلؑ نے مجھے یہ خبر دی ہے"۔ (تفسیر نور الثقلین، ج5، ص 682)

حوضِ کوثر سے مجرموں کو ہٹانے والا کون ہے؟

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یارسول اللہ! آپ کا وصی کون ہے؟"

آپؐ نے جواب دیا کہ تو چاہتا ہے کہ تیرے سوال کا جواب دوں؟

میں نے عرض کی: "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ کے طولانی سکوت نے مجھے اس شک میں ڈال دیا کہ شاید آپؐ مجھ سے ناراض ہوں"۔

جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

"میں جبرئیلؑ کے انتظار میں تھا تا کہ جان لوں کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ آپؐ کے وصی اور جانشین ہیں۔ وہی حوضِ کوثر سے دشمنوں اور مجرموں کو دُور کرنے والے ہیں اور وہی قیامت کے روز آپؐ کے پرچم دار ہوں گے اور وہ بہشت میں آپؐ کے ساتھ داخل ہوں گے"۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "جو کوئی علیؑ کی بیعت کرے گا اور اُنؑ کی پیروی کرے گا، وہ مجھ سے ہے"۔

"وَمَنْ خَالَفَهُ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ اَبَداً".

''اور جو کوئی اُنؑ کی مخالفت کرے گا، وہ ہرگز حوضِ کوثر پر مجھ تک نہیں پہنچے گا''۔

حسینؑ اور اکبرؑ کیلئے کوثر

روزِ عاشور جب جناب علی اکبرؑ میدانِ کربلا میں جنگ کیلئے گئے تو تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد اپنے بابا کے پاس پلٹ کر آئے اور کہا: ''بابا! کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے؟''

حسینؑ اپنے جوان بیٹے کو کیا جواب دیتے، بس اپنی انگشتری جناب علی اکبرؑ کو دی اور کہا: ''بیٹے! اسے اپنے منہ میں رکھو اور میدانِ جنگ میں پلٹ جاؤ۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ تم جلد اپنے جد جناب رسولِؐ خدا کے ہاتھوں آبِ کوثر سے سیراب کئے جاؤ گے اور آبِ کوثر کے پینے کے بعد تم ہرگز پیاس محسوس نہیں کرو گے''۔

جناب علی اکبرؑ میدانِ جنگ کی طرف پلٹے اور اس طرح جنگ کی کہ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آپؑ زمین پر گر گئے۔ اُن آخری لمحات میں جناب علی اکبرؑ نے یوں کہا:

''یَا اَبَتَاہُ! ھٰذَا جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ سَقَانِیْ بِکَأْسِہِ الْاَوْفٰی، شَرْبَۃً لَا اَظْمَأُ بَعْدَھَا اَبَداً وَ ھُوَ یَقُوْلُ: اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ، فَاِنَّ لَکَ کَأْسًا مَذْخُوْرًا حَتّٰی تَشْرِبَھَا السَّاعَۃَ''.

''بابا جانؑ! میرے جد امجد جناب رسولِؐ خدا نے مجھے ایک پانی کے پیالے سے سیراب کیا ہے۔ اس کو پینے کے بعد کوئی پیاس نہیں رہی اور میرے جد یہ کہہ رہے تھے (بیٹا حسینؑ) میرے پاس جلد آجاؤ، جلد آجاؤ کیونکہ میرے پاس تمہارے لئے بھی ایک پیالہ (آبِ کوثر سے بھرا) ہے جو تم اسی وقت پیو گے''۔

اس عبارت میں دو جگہ ایسے پانی کا ذکر ہوا ہے جس کو پینے کے بعد پیاس کا تصور

تک نہ ہوگا۔کوثر کے متعلق بہت سی روایات میں بھی یہ ذکر ملتا ہے کہ اس کو پینے کے بعد انسان کوکبھی پیاس محسوس نہ ہوگی۔لہٰذا یہ پانی جو جناب رسولِؐ خدا نے جناب علی اکبرؑ کو پلایا اور بیٹے حسینؑ کیلئے بھی ایک پیالہ حاضر رکھا ہوا تھا، آب کوثر ہی ہے۔

میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے جو رجز پڑھا، اُن کے دو اشعار یہ ہیں:

وَنَحْنُ وُلاۃُ الْحَوْضِ نُسْقِی وُلاتَنا
بِكَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا لَيْسَ يُنْكَرُ
وَ شِيْعَتُنَا فِی النَّاسِ اَكْرَمُ شِيْعَةٍ
وَ مُبْغِضُنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَخْسِرُ

''حوضِ کوثر کے مالک ہم ہیں اور بغیر کسی تردید کے ہمارے جد جناب رسولِؐ خدا ہمارے شیعوں کو اس سے سیراب کریں گے۔ ہمارے شیعہ، لوگوں میں معزز ترین افراد ہوں گے اور ہمارے دُشمن، لوگوں میں ذلیل ترین افراد ہوں گے''۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ امام حسینؑ جب بھی میدانِ کربلا میں اپنے صحابیوں، رشتہ داروں، بھائیوں اور بیٹوں کی لاشوں پر آئے تو یہی کہتے تھے:

''جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ''.

''اللہ تمہیں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے''۔

پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس ''خیر'' سے مراد آب کوثر ہے۔پس امام حسینؑ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بدلے آب کوثر سے سیراب کرے۔

ہجرت کے ساتویں سال جب دُشمنوں کا آخری مضبوط قلعہ خیبر بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوگیا تو حضرت علیؑ جناب رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے

تو آپؐ نے حضرت علیؑ کی شان میں یوں فرمایا:

''یا علیؑ! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمت تمہارے بارے میں کہیں وہی کہنا شروع نہ کردے جو مسیحی لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں (خدا کا بیٹا) کہتے ہیں تو میں آج تمہاری شان میں وہ کلمات کہتا کہ اُس کے بعد جو بھی تمہارے پاس سے گزرتا، وہ تمہارے پاؤں کی خاک کو شفا بنا کر لے جاتا، لہٰذا یہی کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں''۔

وَاِنَّکَ اَوَّلُ مَنْ یَرِدُعَلَیَّ الْحَوْضَ، وَاِنَّکَ عَلی الْحَوْضِ خَلِیْفَتِیْ..... وَاِنَّہٗ لَایَرِدُعَلَیَّ الْحَوْضَ مُبْغِضٌ لَکَ، وَلَا یَغِیْبُ مُحِبٌّ لَکَ غَداً عَنِّیْ حَتّٰی عَلَیَّ الْحَوْضَ مَعَکَ یَاعَلِیُّ''.

''سب سے پہلے جو حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کرے گا، وہ تم ہی ہو اور حوضِ کوثر پر تم ہی میرے جانشین ہو اور یقیناً تمہارا دُشمن حوضِ کوثر پر پہنچنے سے محروم رہے گا اور تمہارا کوئی دوست وہاں پہنچنے سے پیچھے نہیں رہے گا، حتیٰ کہ تمہارے ہمراہ وہ میرے پاس حوضِ کوثر تک پہنچیں گے''۔

یہ سننے کے بعد مولا امیرالمومنینؑ سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ کی بہت حمد وثناء کی (بحار، جلد 47، صفحہ 272، 273)۔

حسینؑ پر نہ رونے والا کوثر سے محروم رہے گا

علامہ مجلسیؒ اصحاب کی بعض کتابوں سے یہ نقل کرتے ہیں:

میں مشہد میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی قبر پر حاضر تھا۔ وہ روزِ عاشور تھا۔ ہمارے ایک ساتھی نے مصائب پڑھے اور امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ روایت بیان کی:

"مَنْ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ عَلٰى مُصَابِ الْحُسَيْنِ، وَلَوْ مِثْلُ جَنَاحِ الْبَعُوْضَةِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ ذُنُوْبَه....."۔

"اگر کسی کی آنکھ سے حسینؑ کے مصائب پر ایک آنسو بھی گرے اور وہ بے شک مچھر کے پر کے مثل ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ معاف کردے گا"۔

اُس محفل میں ایک شخص جو بہت علم رکھنے کا دعویدار تھا، اس حدیث سے منکر ہوا اور کہنے لگا کہ یہ حدیث عقل اور منطق کے مطابق نہیں ہے۔ اس پر بحث ہوئی لیکن وہ متواتر انکار کرتا رہا اور اپنی بات پر قائم رہا۔

جب رات ہوئی (وہ گیارہ محرم کی رات تھی) تو اُس نے عالم خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے۔ لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں میدانِ حشر میں جمع ہورہے ہیں۔ اعمال کو جانچنے کیلئے ترازو قائم کیا گیا۔ پل صراط بن گیا اور حساب وکتاب شروع ہوگیا۔ ایک طرف دوزخ اپنے بلند شعلوں کے ساتھ بھڑک رہی تھی، دُوسری جانب بہشت اپنی تمام تر خوبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ مہک رہی تھی۔ اُس وقت میدانِ حشر میں گرمی کی شدت بڑھ گئی اور اس شخص کی پیاس بھی بڑھ گئی۔ وہ ہر طرف پانی کی تلاش میں بھاگا لیکن پانی کہیں نظر نہ آیا۔

جب یہ عالم تھا تو مجھے ایک بہت بڑا حوض نظر آیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ وہی حوضِ کوثر ہے جس کا تذکرہ دُنیا میں سن چکا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اُس کا پانی نہایت ٹھنڈا اور شیریں ہوگا۔ میں اُس حوض کے قریب گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں دومرد اور ایک خاتون ہیں۔ اُن کے چہروں کے نور سے تمام اردگرد روشن ہے لیکن اُنہوں نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا، وہ غمگین تھے اور گریہ کررہے تھے۔

میں نے پوچھا کہ یہ کون شخصیات ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ پیغمبرؐ خدا ہیں اور اُنؑ

کے ہمراہ امام المتقین علی علیہ السلام اور جناب سیدۃ النساء العالمین بی بی فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ انہوں نے سیاہ لباس کیوں پہن رکھے ہیں اور رو کیوں رہے ہیں؟ جواب میں کہا گیا کہ کیا آج روزِ عاشور نہیں؟ یہ ہستیاں مصائبِ حسینؑ پر رو رہی ہیں جو آج اپنے اصحاب و عزیزوں کے ہمراہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی:

''اے دُخترِ رسولؐ خدا! میں سخت پیاسا ہوں، مجھے پانی پلا دیجئے''۔

جناب زہراؑ نے مجھے غصہ سے دیکھا اور فرمایا: ''وہ تم ہو جو میرے پارۂ جگر، میرے بیٹے، میرے نورِ نظر حسینؑ پر گریہ کرنے کے عظیم ثواب کے منکر ہو جبکہ پروردگارِ عالم نے میرے بیٹے کے قاتلوں اور دُشمنوں اور اُس پر پانی بند کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے؟''

میں آبِ کوثر سے محروم رہا۔ اُس وقت میں سخت پریشانی اور وحشت کے عالم میں نیند سے بیدار ہوا، توبہ استغفار کی اور جو پہلے کہہ چکا تھا، اُس پر نادم ہوا۔ اُن دوستوں کے پاس گیا جن کے سامنے یہ بحث ہوئی تھی۔ اُن کو سارا خواب سنایا اور توبہ کی (بحار، جلد 44، صفحہ 293 تا 296)۔

علامہ حلی کتاب ''منہاج الیقین'' میں اپنی ہی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''قم میں کسی سال علویان اور اُن کے مخالفین میں سخت کشمکش شروع ہوگئی اور اس نے آخر میں ایک جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ اس کی وجہ سے ہر طرف ویرانی اور بربادی نظر آنے لگی۔ قم میں رہائش رکھنے والے بہت سے لوگ عارضی نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔ انہی حالات میں ایک خاتون جو سادات خاندان سے تھی جس کی چار بیٹیاں تھیں، اُس کا شوہر ان فسادات میں شہید ہوگیا۔

یہ سیدہ خاتون اپنی بیٹیوں کے ساتھ قم شہر سے نکلنے پر مجبور ہوگئی اور کسی امن کی

جگہ کی تلاش میں چل پڑی۔ ایک شہر سے دُوسرے شہر پہنچی۔ اسی طرح چلتے چلتے شہر بلخ (موجودہ افغانستان کا شہر) پہنچ گئی۔ سردی کا موسم تھا۔ ہر جگہ برف پڑی ہوئی تھی اور ہوا سخت ٹھنڈی تھی۔ وہ بیچاری پریشان تھی کہ کہاں پناہ لے۔ ایسے میں اُسے بتایا گیا کہ اس شہر میں فلاں جگہ پر ایک امیر آدمی، جو اس علاقہ کا سردار بھی ہے، رہتا ہے اور وہ غریبوں کو پناہ دیتا ہے۔ تم اُس کے محل پر چلی جاؤ۔ وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

یہ بی بی ہزار مشکلات کے ساتھ اُس کے محل تک پہنچ گئی اور جا کر اپنا سارا حال سنایا۔ سردار نے اُس سیدہ سے پوچھا کہ تمہارا گواہ کون ہے جو اس کی تصدیق کرے کہ تم سادات ہو؟

یہ بی بی اُس شہر میں اجنبی تھی اور کسی سے واقف نہ تھی، لہٰذا اُمید ہو کر وہاں سے دل برداشتہ لوٹ آئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنی بیٹیوں کو لے کر شہر میں ایک بار پھر پناہ کی تلاش میں سرگرداں ہوئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس سرد رات میں کہاں اپنی بیٹیوں کو لے کر جائے!

اسی دوران ایک راہگیر کی اُن پر نظر پڑی جبکہ یہ بی بی سردی سے کانپ رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔ وہ شخص ان کے قریب آیا اور اُن کا حال پوچھا۔ اُس سیدہ بی بی نے اپنا سارا حال سنایا۔ اُس راہگیر نے کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے آؤ، میں تمہیں غریبوں کی پناہ گاہ کی طرف رہنمائی کروں گا۔ وہ عورت اپنی بیٹیوں کے ہمراہ اُس راہگیر کے پیچھے پیچھے چلنا شروع ہو گئی۔

اتفاقاً اُس سردار، جس نے اس بی بی کو پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا، کی محفل میں ایک مجوسی بھی بیٹھا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ سردار نے اُس عورت کو پناہ دینے سے انکار کر دیا ہے تو وہ اس پر سخت پریشان ہو گیا۔ اُس محفل سے فوراً باہر نکل آیا اور اُس عورت اور

اُس کی بیٹیوں کو تلاش کرنے لگا۔ بالآخر اُس نے اُن کو ایک سڑک پر تلاش کر لیا۔ وہ اُن کے نزدیک آیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟

اُس سیدہ نے کہا کہ ہمیں یہ شخص غریبوں اور مسکینوں کی پناہ گاہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ مجوسی نے کہا کہ وہاں نہ جاؤ بلکہ میرے گھر چلو۔ اُس سیدہ بی بی نے قبول کر لیا۔ یہ اُس مجوسی کے گھر چلے گئے۔

مجوسی نے بڑے احترام سے اُنہیں ایک اچھے کمرے میں ٹھہرایا اور اپنے گھر والوں کو اُن کے ساتھ مہربانی اور نرمی کی سفارش کی۔ اُس مجوسی کے اہل خانہ، اُس کی بیٹیوں اور کنیزوں نے بھی اُن کی غذا اور لباس میں بہت مہمان نوازی کی۔

وہ سیدہ بی بی نہیں جانتی تھی کہ یہ شخص مجوسی ہے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو اس نے مجوسی کی بیوی سے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، آؤ نماز پڑھیں۔ اس پر مجوسی کی بیوی نے کہا کہ ہم مجوسی ہیں اور ہمارے مذہب میں نماز نہیں۔ میرے شوہر کو اُس سردار کے گھر معلوم ہوا کہ آپ سادات ہیں، آپ کے جد کی عزت و احترام کی وجہ سے میرے شوہر نے آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی لیکن اُس سردار نے مسلمان ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے رہنما اور بانی کا کچھ خیال نہ کیا۔

اُس سیدہ بی بی نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی کہ پروردگار! میرے جد کی عزت کا واسطہ! اس مجوسی کو دینِ اسلام کی ہدایت فرما۔

اُس مجوسی نے ان کی بڑی عزت و خاطر کی اور بعد میں سو گیا۔ عالمِ خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے۔ لوگ میدانِ حشر میں جمع ہو رہے ہیں۔ شدتِ پیاس کی وجہ سے سب کا برا حال ہے۔ خود وہ بھی پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھاگا۔ اُسے بتایا گیا کہ یہاں پانی صرف پیغمبرؐ خدا اور اُنؑ

کی آلؑ سے ہی مل سکتا ہے۔ وہ اپنے محبوں کو آبِ کوثر سے سیراب کرتے ہیں۔

مجوسی نے اپنے آپ سے کہا کہ پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں جاتا ہوں، شاید وہ اُس احسان کے بدلہ میں، جو میں نے اُن کی بیٹیؑ پر کیا ہے، مجھے آبِ کوثر پلا دیں!

مجوسی عالم خواب میں یہی سوچ کر پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پانی مانگا۔ حضرت علی علیہ السلام، جو حضورؐ کے پاس تھے، کہنے لگے:

''اے مجوسی! تو دُنیا میں دینِ اسلام پر نہیں تھا، لہٰذا یہ کوثر نہیں پی سکتا''۔

پیغمبرؐ خدا نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''یا علیؑ! اس مجوسی کا تم پر احسان ہے۔ اس نے تمہاری ایک بیٹی اور اُس کی بیٹیوں کو پناہ دی تھی۔ اُن کو سردی کی زحمت سے بچایا تھا اور اُن کو بھوک و پیاس سے نجات دی تھی۔ ابھی بھی وہ سیدہ اس کے گھر میں پناہ لئے ہوئے ہے۔

یا علیؑ! اس کو اس احسان کے بدلہ میں آبِ کوثر سے سیراب کردو''۔

اُس وقت حضرت علیؑ نے اُس مجوسی سے کہا: ''اے شخص! میرے قریب آ''۔

پھر اُس کو آبِ کوثر کا ایک پیالہ عطا کیا۔

میں نے وہ پیالہ پیا۔ اُس پانی کی خنکی کو دل میں محسوس کیا۔ کوئی اور چیز اُس سے زیادہ لذت بخش ابھی تک نہ پی تھی۔

اس دوران مجوسی نیند سے بیدار ہوگیا۔ وہ ابھی تک آبِ کوثر کی خنکی کو اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا اور اُس کی نمی اُس کے لبوں پر ابھی تک قائم تھی۔ وہ حیران تھا۔ اُس نے اونچی آواز سے رونا شروع کردیا۔ اُس کی شریکِ حیات بھی بیدار ہوگئی اور اُس نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ اُس مجوسی نے تمام ماجرا شروع سے آخر تک اپنی بیوی کو سنایا۔ اُس کی بیوی نے خود اُس کے لبوں پر آبِ کوثر کی نمی دیکھی۔ پھر اپنے شوہر سے کہا کہ یہ اُس احسان اور محبت کا

نتیجہ ہے جو تو نے ایک سیدہ بی بی کے ساتھ کیا ہے۔

مجوسی نے کہا کہ ہاں۔ اب جب میں نے حق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، لہٰذا مجھے مزید تحقیق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

وہ مجوسی اُسی وقت اُٹھا، چراغ کو روشن کیا، اپنی شریکِ حیات کو ساتھ لیا اور سیدہ بی بی کو اپنا پورا خواب سنایا۔ وہ سیدہ سجدے میں گر گئی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر مجوسی سے کہا: ''خدا کی قسم! شروع رات سے اب تک میں پروردگار کی بارگاہ میں دُعا مانگتی رہی کہ تم دائرۂ اسلام میں آ جاؤ۔ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری دُعا قبول کی اور تمہیں اسلام کی ہدایت کی''۔

مجوسی نے اُس سیدہ سے کہا کہ اب مجھے مسلمان بنایئے۔ اُس سیدہ نے اُسے کلمہ پڑھوایا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اُس کے ساتھ اُس کی بیوی اور اُس کی بیٹیاں، کنیزیں اور غلام بھی مسلمان ہو گئے۔

دُوسری طرف اُس سردار نے بھی مجوسی کی طرح کا خواب دیکھا اور شدید پیاس کی حالت میں حوضِ کوثر کے پاس حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، پانی کیلئے التجا کی اور کہا کہ میں آپؑ کے دین پر ہوں اور مسلمان ہوں۔

حضرت علیؑ نے اُسے کہا کہ پیغمبرِؐ خدا کی خدمت میں جاؤ اور اُنؐ سے پانی طلب کرو کیونکہ میں اُن کی اجازت کے بغیر کسی کو آبِ کوثر نہیں دوں گا۔

وہ سردار جنابِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپؐ کے دین پر ہوں، لہٰذا مجھے پانی عطا کیجئے۔

جنابِ رسولِؐ خدا نے اُسے کہا: ''گواہ لاؤ کہ تم میرے دین پر ہو''۔

اس پر اُس سردار نے کہا: ''یا رسولؐ اللہ! آپؐ صرف مجھ سے ہی کیوں گواہ طلب

کررہے ہیں جبکہ کسی اور سے کوئی گواہی طلب نہیں کررہے؟"

جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا: "بتا! تو نے اُس سیدہ سے، جو ہماری بیٹی ہے، کیوں گواہ طلب کیا تھا؟"

وہ سردار اُس وقت نیند سے بیدار ہوا، انتہائی غمگین اور پریشان تھا۔ اپنے اوپر افسوس کررہا تھا کہ اُس نے کیوں اُس سیدہ کو پناہ نہ دی؟ وہ صبح تک اسی حالت میں گم سم رہا۔ صبح کے وقت گھر سے نکلا اور اُس سیدہ بی بی کو تلاش کرنے لگا تاکہ اُس کو اپنے گھر میں لائے اور پناہ دے۔ وہ تلاش کرتا رہا، یہاں تک کہ اُسے بتایا گیا کہ وہ سیدہ فلاں مجوسی کے گھر میں ہے۔

یہ سردار اُس مجوسی کے گھر گیا اور دروازے پر دستک دی۔ مجوسی نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ اُس سردار نے اپنا تعارف کروایا۔ مجوسی حیران ہوا کہ سردار کس لئے اُس کے گھر آیا ہے؟ جلدی سے دروازہ کھولا اور آنے کی وجہ پوچھی۔

اُس سردار نے اُس سیدہ بی بی کا ماجرا سنایا اور اُس کے بعد رات کو جو خواب دیکھا تھا، اُس کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ میں بہت پیاسا تھا۔ حوضِ کوثر کے پاس پہنچا لیکن مجھے آبِ کوثر نہیں پلایا گیا۔ مجھے پتا چلا ہے کہ وہ سیدہ خاتون تمہارے گھر میں ہے اور تم نے اُس کے ہاتھوں اسلام قبول کرلیا ہے۔

وہ مجوسی جو ابھی ابھی مسلمان ہوا تھا، کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں اور میرے سب گھر والے اس سیدہ خاتون کی وجہ سے مسلمان ہوگئے ہیں۔ اُس نے بھی اپنا گزشتہ رات والا خواب سنایا۔

پھر یہ اُس سیدہ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا اور سردار کی آمد کی اطلاع دی۔ اُس بی بی سے اجازت چاہی کہ سردار حاضر ہونا چاہتا ہے۔

بی بی نے اجازت دی۔ وہ سردار آیا اور معذرت کرنے لگا۔ اپنا خواب بھی سنایا اور بی بی سے گھر چلنے کی درخواست کی۔ اُس بی بی نے اُس کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ وہ مجوسی جو تازہ مسلمان ہوا تھا، وہ بھی اس کیلئے تیار نہ ہوا کہ اُس کے مہمان اُس کو چھوڑ کر سردار کے یہاں چلے جائیں۔

اس تازہ مسلمان نے اپنا گھر اُس عظیم بی بی اور اُس کی بیٹیوں کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کیا اور خود اپنے گھر والوں کے ساتھ اُن کی غلامی اور کنیزی کی درخواست کی۔ اس مسلمان کا یہ کہنا تھا کہ پروردگارِ عالم نے اس سیدہ بی بی کے قدموں کے طفیل اُس کو اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے، لہٰذا یہ گھر تو ایک معمولی سا ہدیہ ہے۔

اُدھر وہ سردار مایوس ہو کر گھر لوٹا۔ اُس نے بہت سے لباس، تحفے اور پیسے بھیجے لیکن اس سیدہ خاتون نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؑ حوضِ کوثر پر

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی، خالق کائنات سب مخلوق کو قبروں سے برہنہ خارج کرے گا اور سب کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا۔ وہاں اتنی گرمی ہوگی کہ ہر کوئی اپنے پسینے میں ڈوب جائے گا۔ لوگوں کو شمار کیا جائے گا، پھر ایک منادی کی ندا آئے گی:

"پیغمبر اُمی کہاں ہیں؟"

لوگ کہیں گے کہ اُن کا نام تو بتاؤ۔ منادی دینے والا ایک دفعہ پکار کر کہے گا:

"پیغمبرؐ، رحمۃ اللعالمین کہاں ہیں، محمدؐ بن عبداللہ کہاں ہیں؟"

اس ندا کے بعد پیغمبرؐ خدا میدانِ حشر میں آئیں گے۔ سب لوگ اُنؐ کے پیچھے پیچھے چلنا شروع ہو جائیں گے، یہاں تک کہ حضورؐ حوضِ کوثر تک پہنچ جائیں گے۔ وہاں پہنچ

کر ٹھہر جائیں گے اور اعلان کریں گے:

''بتاؤ! تمہارا امام کہاں ہے؟''

حضرت علی علیہ السلام آگے تشریف لائیں گے اور پیغمبرؐ خدا کے پہلو میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اُس وقت لوگوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ حوضِ کوثر کے نزدیک آ جائیں۔ کچھ لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت ملے گی اور کچھ محروم ہو جائیں گے۔ جب پیغمبرؐ خدا ان محروم لوگوں کو دُوسری جانب جاتے ہوئے دیکھیں گے تو گریہ کرنا شروع کر دیں گے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے:

''پروردگار! میں کچھ شیعانِ علیؑ کیلئے پریشان ہوں جن کو دوزخ کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ اُن کو آبِ کوثر سے بھی محروم کیا گیا ہے، یا غفور و رحیم! ان پر رحم فرما''۔

اُس وقت اللہ تعالیٰ اپنا ایک فرشتہ پیغمبرؐ خدا کی طرف بھیجے گا جو رسولِؐ خدا کی خدمت میں آ کر سوال کرے گا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟

پیغمبرؐ خدا فرمائیں گے: ''شیعانِ علیؑ کی خاطر جن کو کوثر سے محروم کر دیا گیا''۔

فرشتہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یا محمدؐ! میں نے شیعانِ علیؑ کو تم سے محبت اور تمہاری آلؑ سے محبت کے صلہ میں بخش دیا ہے۔ اُن کے گناہوں پر معافی کی قلم پھیر دی ہے، اُنہیں تمہارے ساتھ ملا دیا ہے اور تمہاری شفاعت کا مستحق بنا دیا ہے''۔

اُس وقت تمام شیعانِ علیؑ حوضِ کوثر کی طرف روانہ ہوں گے۔ شدتِ جذبات کی وجہ سے سخت گریہ کر رہے ہوں گے اور بلند آواز میں پکاریں گے: 'یَامُحَمَّدَاهُ، یَامُحَمَّدَاهُ'

اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وَلاَ یَبْقٰی اَحَدٌ یَوْمَئِذٍ یَتَوَلاَّنَا وَ یُحِبُّنَا وَیَتَبَرَّءُ مِنْ عَدُوِّنَا، وَیُبْغِضُهُمْ اِلَّا کَانُوْا فِیْ حِزْبِنَا وَمَعَنَا وَ

يَرِدُوْا حَوْضَنَا''۔

''اُس دن کوئی بھی ایسا نہیں بچے گا جو ہماری ولایت کو تسلیم کرنے والا ہو، ہم سے محبت کرنے والا ہو، ہمارے دُشمنوں سے بیزار ہو اور اُن سے دُشمنی رکھنے والا ہو مگر وہ ہماری جماعت میں شامل ہوگا، ہمارے ساتھ ہوگا اور وہ ہمارے ساتھ حوضِ کوثر پر وارد ہوگا''۔

کوثر سے محرُومیت اور پھر مہیّا ہونا

محمد بن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ہمسایہ میں ایک صالح شخص رہتا تھا۔ اُس نے خواب میں پیغمبرؐ خدا کو حوضِ کوثر کے کنارے دیکھا۔ اُنؐ کے پاس امام حسنؑ اور امام حسینؑ کھڑے ہیں۔ وہ لوگوں کو آبِ کوثر پلا رہے ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ میں عالمِ خواب میں جناب حسن و حسین علیہما السلام کی خدمت میں گیا اور عرض کی کہ مجھے بھی آبِ کوثر پلائیں۔ اُنہوں نے انکار کردیا۔ اس کے بعد میں جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں پہنچا اور اُنؐ سے التماس کی کہ وہ اپنے نواسوں سے کہیں کہ وہ مجھے بھی آبِ کوثر پلائیں۔ اس پر پیغمبرؐ خدا نے حسن و حسین علیہما السلام سے فرمایا:

''اس شخص کو آبِ کوثر نہ پلانا کیونکہ اس کے ہمسایہ میں ایک دُشمنِ علیؑ رہتا ہے جو علیؑ کو لعن کرتا ہے اور یہ شخص اُس کو روکتا نہیں ہے''۔

اُس وقت جناب رسولِؐ خدا نے مجھے ایک خنجر دیا اور کہا کہ جاؤ، اُس لعن کرنے والے شخص کا سر قلم کردو۔

میں عالمِ خواب میں ہی اُس کی طرف گیا اور اُس کا سر قلم کردیا۔ سر کو جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں پیش کیا اور چاقو واپس کردیا۔ پیغمبرؐ خدا نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ اس شخص کو اب آبِ کوثر پلادیں۔

پس آنحضورؐ نے مجھے آبِ کوثر عطا کیا۔ اس دوران میں نیند سے بیدار ہوگیا اور

میں نے اپنے ہمسایہ میں شور وغل کی آوازیں سنیں جیسے یہ کہہ رہے ہوں کہ فلاں شخص کا سر بستر پر جدا کر دیا گیا ہے۔

اس حادثہ پر حکومت کے کارندے آئے اور کچھ لوگوں کو پکڑ کر لے گئے تاکہ قاتل کو ڈھونڈ سکیں۔ میں نے جب یہ حالات دیکھے تو خود حاکم شہر کے پاس چلا گیا اور اپنا سارا خواب اُسے سنایا۔ میں نے اقرار کیا کہ میں نے عالم خواب میں جناب رسولِؐ خدا کے حکم سے اُس کا سر تن سے جدا کیا ہے۔

حاکم نے میرے حق میں دُعائے خیر کی اور دُوسرے لوگوں کو بھی آزاد کر دیا۔

آبِ کوثر اور روزِ عاشور

امام حسین علیہ السلام نے عاشور کی صبح اپنے تمام عزیز واقارب، تمام دوستوں اور مؤمنوں کو خطبہ دیا، اُس کا آخری حصہ کچھ اس طرح ہے:

”فَبِمَ تَسْتَحِلُّوْنَ دَمِیْ؟وَاَبِیْ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ الذَّائِدُ عَنِ الْحَوْضِ،یَذُوْدُعَنْهُ رِجَالاً کَمَایُذَادُ الْبَعِیْرُالصَّادِرُعَنِ الْمَاءِ،وَلِوَاءُ الْحَمْدِ فِیْ یَدِ اَبِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ“.

”تم میرے خون کو کیوں حلال سمجھ رہے ہو؟ کیا اس لئے کہ قیامت کے روز لوگوں کو حوضِ کوثر سے ہٹانا میرے بابا کے اختیار میں ہوگا اور وہ لوگوں کو حوضِ کوثر سے اس طرح ہٹائیں گے جس طرح اونٹوں کو پانی کے تالاب سے ہٹایا جاتا ہے۔ اُس دن لوائے حمد (پرچم حمد) میرے بابا کے ہاتھ میں ہوگا“۔

یزیدی لشکر نے کہا کہ ہم اِن سب چیزوں کو جانتے ہیں لیکن پھر بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ آپؑ پیاسے شہید ہو جائیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام اپنے اس خطبہ سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتے تھے کہ کل جب قیامت کا دن ہوگا تو تم اپنے ظلم کی وجہ سے میرے ناناؐ اور میرے باباؑ کے سامنے روسیاہ ہوکر جاؤ گے اور نعمت کوثر سے بھی محروم رہو گے، اس لئے آج ان مظالم سے اپنا ہاتھ اُٹھالو۔ لیکن اُن سنگدلوں کے دل پر اس وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور امام حسین علیہ السلام اور اُنؑ کے رفقاء کو قتل کرنے کیلئے تیار رہے۔

حضرت علیؑ کے گناھگار محبؑ اور حوضِ کوثر

اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوا۔ میں نے زیادہ دیر آپؑ کے گھر کے باہر انتظار نہ کیا تھا کہ آپؑ برآمد ہوئے۔ میں آپؑ کے استقبال کیلئے آگے بڑھا اور تعظیم کیلئے کھڑا ہوگیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا ہاتھ مصافحہ کیلئے آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: ”اے اصبغ“۔

میں نے فوراً کہا: ”لبیک یا امیر المؤمنینؑ“۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

”اِنَّ وَلِیَّنَا وَلِیُّ اللّٰہِ، فَاِذَا مَاتَ کَانَ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی وَسَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ نَھْرٍ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ، وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلُ“.

”بے شک ہمارا دوست اللہ کا دوست ہے۔ جب وہ اس دُنیا سے انتقال کرے گا تو اُس کا عظیم مقام ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے آبِ نہر (آبِ کوثر) سے سیراب فرمائے گا جس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا“۔

میں نے کہا: ”یا امیر المؤمنینؑ! میں آپؑ پر قربان، آپؑ کا محبؑ چاہے گناہگار ہی

کیوں نہ ہو؟''

اس پر امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں! مگر تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی؟

فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ. وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا'. (سورہ فرقان:70)

''سو ایسے لوگوں کیلئے اُن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت ہی معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

✿✿✿

باب ہفتم

عدلِ الٰہی

قیامت کے روز سب سے اہم مقام اور مرحلہ ''عدل و انصاف'' کا مرحلہ ہے جو مختلف شعبوں پر مشتمل ہے۔ یہ مرحلہ جو بعنوان قیامِ عدالت کے ہے، بہت باریک بین مبنی بر حقائق اور ہر قسم کی خطا یا غلطی سے پاک ہے۔ اس پر کسی سفارش کرنے والے کی سفارش یا کسی مالدار کی دولت کوئی اثر نہ ڈال سکے گی۔ ہر انسان کا ہر چھوٹے سے چھوٹے اور ہر بڑے سے بڑے عمل، حتیٰ کہ اُس کی حرکات و سکنات کا بھی حساب ہوگا۔ کوئی انسان اس حساب و کتاب سے نہ بچ سکے گا۔ ہر ایک کے ساتھ کامل عدل کیا جائے گا۔ ہر عمل کو اُس کے گواہوں اور حالات کی روشنی میں کم ترین وقت میں پرکھا جائے گا کیونکہ عدل کے تقاضوں کے تمام اسباب فراہم ہوں گے، لہٰذا تاخیر کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔

اسبابِ عدل جو قیامت کے روز موجود ہوں گے، درج ذیل ہیں:

1۔ میزان یا ترازوئے اعمال۔

2۔ اعمالِ انسان مجسم صورت میں۔

3۔ مختلف گواہیاں۔

4۔ شکایت کرنے والے۔

5۔ انسان کا نامہ اعمال

6۔ مکمل حساب کتاب

البتہ اس دُنیا کے الفاظ و تصورات اُس عدالت کے معیار کو بیان کرنے سے اسی

طرح قاصر ہیں جس طرح شکم مادر میں بچہ اس دُنیا و مافیہا کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسانوں کا اس مرحلہ سے گزرنا بھی بہت مشکل اور سخت ہے۔ آپ کی توجہ اس کی تفصیلات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں۔

1۔ میزان یا ترازوئے اعمال

عقیدۂ میزان

دین اسلام کا بنیادی، اہم اور لازمی عقیدہ، عقیدۂ میزان ہے یعنی عقیدۂ عدالت جس پر بہت سی قرآنی آیات اور روایات دلالت کرتی ہیں۔ اس عقیدہ کے مطابق قیامت کے روز انسان کے تمام اعمال کو تولا اور پرکھا جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق مامون عباسی نے ایک روز امام رضا علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ تمام اعتقاداتِ اسلامی کو ایک جگہ اُس کیلئے لکھیں۔ امام رضا علیہ السلام نے تمام اعتقاداتِ اسلامی قلمبند کئے اور سب سے اُوپر یہ عبارت لکھی:

”وَ یُؤْمِنُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَ مُنْکِرٍ وَ نَکِیْرٍ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمِیْزَانِ وَالصِّرَاطِ“۔

”ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہئے کہ عذاب قبر، سوالاتِ منکر و نکیر، قیامت (جس دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا) میزان (عدل) اور پل صراط حق ہیں“ (عیون الاخبار الرضاؑ، ج2، صفحہ 125)۔

میزان کسے کہتے ہیں؟

میزان کے لفظ کا ماخذ وزن ہے اور ہر طرح کے ترازو کو میزان کہتے ہیں کیونکہ ہر جنس کی پیمائش کا الگ الگ پیمانہ ہے۔ وزن کا اندازہ لگانے کیلئے کئی قسم کے ترازو ہیں لیکن ان سب کا نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح لمبائی کی پیمائش کرنے کیلئے میٹر، سنٹی میٹر اور ملی

میٹر، ہوا کا دباؤ، خون کا دباؤ معلوم کرنے کیلئے پیمانہ الگ ہے۔ وقت پانی، گیس اور بجلی وغیرہ ہر ایک کی پیمائش کیلئے الگ الگ پیمانے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں مختلف چیزوں کا اندازہ لگانے کیلئے مختلف پیمانے استعمال ہوتے ہیں اور ان کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے۔ یہ سب کے سب اپنی اپنی جنس کیلئے میزان کہلائیں گے۔ اسی طرح ایک شخص بھی میزان ہوسکتا ہے، مثلاً پیغمبروں، اماموں اور حضرت علی علیہ السلام کے وجود ہائے مقدس کو بھی میزان کہا گیا ہے یعنی لوگ عادات وصفات کے اعتبار سے اُن کے مقابلہ سے دیکھیں جائیں گے۔ جو بھی عادات و صفات کے لحاظ سے اُن سے زیادہ ملتا جلتا ہوگا، وہی اُن کے زیادہ قریب ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام کی ذاتِ مقدس کو "میزان الاعمال" کے طور پر پکارا گیا ہے، مثلاً مفاتیح الجنان میں زیارت نامہ میں لکھا ہوا ہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامِیْزَانَ الْاَعْمَال".

"اے اعمال کے میزان! آپؑ پر سلام"۔

امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا کہ میزان کیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا:

"اَلْمِیْزَانُ الْعَدْلُ".

"جانچنے کا پیمانہ عدل ہے"۔

پس معلوم ہوا کہ عدل بہت وسیع معنی رکھتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کیلئے صحیح پیمانہ ہے۔ اس پوری کائنات میں ہر چیز کیلئے ایک نقطہ صحیح اور عادلانہ ہے اور اُسی کو اُس جنس کیلئے نمونہ قرار دینا چاہئے اور وہی میزان ہے۔

جب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو میزان اور وزن کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

"وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ". (سورۂ اعراف:8)

"اور وزن اُس دن عین حق ہوگا"۔

جو چیز قیامت کے روز حق ہے، وہ دُنیا میں بھی حق ہے۔حق کے معنی بہت وسیع ہیں۔بس مختصر الفاظ میں روایات وآیات کی روشنی میں ثابت ہے کہ میزان (جانچنے کا پیمانہ) بھی وسیع معنی رکھتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر عمل کا کوئی نہ کوئی میزان ہوتا ہے۔

قیامت کے مختلف میزان

میزان اپنے اندر وسیع معنی لئے ہوئے ہے۔ ایک شخص نے آیت "وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ....(سورۂ انبیاء:47) کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ یہاں میزان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

"هُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالْاَوْصِیَاءُ".

"(یہاں میزان سے مراد) وہ انبیاء اور اُن کے جانشین ہیں"(اصولِ کافی، جلد 1،صفحہ 419)۔

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے:

"اِنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْاَ ئِمَّةَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ هُمُ الْمَوَازِیْنُ". (بحار، ج 7،ص 252)

"بے شک امیر المومنینؑ اور اُنؑ کی اولاد میں آئمہ معصومینؑ ہی میزان ہیں"۔

اسی طرح تمام آسمانی کتابیں بھی میزان ہیں اور اسی کا ذکر سورہ شوریٰ کی آیت 17 میں ہوا ہے۔

یہ بات بھی بہت دلچسپ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں پروردگار سے دُعا مانگی کہ یارب! مجھے میزان دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی

دُعا قبول فرمائی اور اُن کو ایسا ترازو دکھایا جس کے ہر ایک پلڑے کی لمبائی چوڑائی اتنی تھی جتنا مشرق و مغرب میں فاصلہ۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے اتنے بڑے بڑے پلڑے دیکھے تو بیہوش ہو گئے اور زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو عرض کی:

''پروردگار! اتنے بڑے پلڑے کو کون نیکیوں سے بھرنے کی طاقت رکھتا ہے؟''

پروردگار نے داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَادَاوُدُ اِنِّيْ اِذَا رَضِيْتُ عَنْ عَبْدِيْ مَلَأْتُهَا بِتَمْرَةٍ

''اے داؤد! جب میں اپنے بندے سے راضی ہوتا ہوں تو اسے صرف ایک کھجور کے دانے سے پر کر دیتا ہوں'' (تفسیر روح البیان، ج5، ص486، آیت48، سورۂ انبیاء کے بیان میں)۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب روایات کے مطابق میزان تو انبیائے خدا اور اُن کے اوصیاء ہیں یا عدلِ الٰہی ہے تو اس صورت میں مندرجہ بالا حدیث کس طرح مطابقت رکھتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں میزان کا مطلب ''عدلِ الٰہی'' ہے اور تمام انبیاء اور اُن کے اوصیاء عدلِ الٰہی کا بہترین نمونہ ہیں۔ اسی قانونِ عدل نے تمام نظامِ کائنات کو قائم رکھا ہوا ہے۔

یہاں سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کیوں میزانِ الٰہی کے صرف ایک پلڑے کو دیکھ کر بیہوش ہو گئے تھے کیونکہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے سیدؐ الانبیاء اور اُنؐ کے وصی سیدؑ الاولیاء اور عدلِ الٰہی کی عظمت دیکھی تو اپنے آپ کو اُن کے مقابلہ میں ناچیز پایا اور بیہوش ہو گئے (تفسیر موضوعی، پیامِ قرآن، ج6، ص172)۔

شیخ مفید اور علامہ مجلسیؒ کا نظریہ

عالم ربانی شیخ مفیدؒ متوفی 413 ہجری قمری میزان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جس طرح روایات سے خبر ملتی ہے کہ میزان سے مراد ترازوئے اعمال نہیں، جس کے دو پلڑے ہوں بلکہ اس سے مراد نیک عمل اور اُس کی عادلانہ جزاء ہے، اسی طرح بد عمل اور اُس کی عادلانہ سزا ہے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور اُنؑ کی پاک نسل سے گیارہ امام میزان قرار دیئے گئے ہیں اور اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ میزان سے مراد وہ ترازو نہیں جس کے دو پلڑے ہوں''۔

علامہ مجلسیؒ، متوفی 1111 ہجری قمری اس بارے میں کہتے ہیں:

''ہم ''میزان'' پر مکمل ایمان رکھتے ہیں لیکن اُس کی جزئیات کو بیان کرنے کا مکمل علم نہیں رکھتے۔ یہ علم تو صرف اہل قرآن (پیغمبرؐ خدا اور بارہ امامؑ) کے پاس ہے''۔

اسی بارے میں امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مشرکین کیلئے میزان نصب نہیں کئے جائیں گے اور اُن کے نامہ اعمال کو کھولا نہیں جائے گا، اُن کو تو قبروں سے سیدھا جہنم میں بھیج دیا جائے گا کیونکہ:

''وَ اِنَّمَا نُصِبَ الْمَوَازِیْنُ وَ نُشِرَ الدَّوَاوِیْنُ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ''۔

''میزان مسلمانوں اور مؤمنین کیلئے نصب کئے جائیں گے اور انہی کے نامہ اعمال کھولے جائیں گے، پس اے خدا کے بندو! اللہ سے ڈرو اور پرہیزگار رہو''۔

حاصل بحث

آیات و روایات اور علمائے بزرگ کے کلمات کے مطابق میزان سے مراد اعمال کو جانچنے کا پیمانہ ہے۔ جس طرح دُنیا میں ہر چیز کو جانچنے کیلئے بہت صحیح پیمانے اور آلات بنائے گئے ہیں اور ان کو میزان (Standards) کہہ سکتے ہیں، اسی طرح قیامت میں اعمال کو جانچنے کیلئے جو میزان قائم کئے جائیں گے، وہ اس سے بھی زیادہ دقیق ہوں گے۔

علامہ طباطبائی کا نظریہ

علامہ طباطبائی (صاحبِ تفسیر المیزان) طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ چیز تحقیق سے ثابت ہے کہ نیکیاں اور برائیاں میزان ہیں۔ نیکیاں وزنی میزان ہیں اور برائیاں ہلکا میزان ہیں، مثلاً وہ ترازو جہاں سونا تولا جاتا ہے، وہاں مثقال میزان ہے۔ اگر سونے کا وزن زیادہ ہوتو اُسی قدر مثقال زیادہ ہوں گے یعنی میزان زیادہ ہوگا اور برائیوں کیلئے میزان بھی سبک یعنی ہلکا ہوگا۔

یہ نظریہ کہ نیکی بمطابق حق ہے تو اس کا وزن سنگین ہوگا اور برائی بمطابق باطل ہے، اس لئے اس کا وزن کم ہوگا، جو چیز حق سے جتنی دُور ہوتی جائے گی، اُسی طرح اُس کا وزن کم ہوتا جائے گا۔ پیغمبرؐ اور امام کامل انسان ہونے کی وجہ سے میزان ہیں''۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ، وَخَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَهُوَ قِلَّةُ الْحَسَنَاتِ وَكَثْرَتُهُ''.

''جس کے اعمال کا ترازو سنگین ہوا یا ہلکا، پس اُس کی نیکیاں زیادہ ہوئیں یا کم''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ خود اعمال کا وزن نہیں ہوگا بلکہ صفاتِ اعمال اوراُن کے آثار کا وزن ہوگا یعنی نیکیاں اور برائیاں جانچی جائیں گی۔

اسی طرح امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے کہ خیر اور شر بھی وزن کئے جائیں گے۔

ملا صدرا کا نظریہ

ملا صدر شیرازی، متوفی 1050 ہجری قمری، ایک عظیم فلاسفر اور دیندار بزرگ تھے۔ وہ اپنی کتاب ''اسفار'' میں ذکرِ توحید کے بعد چند آیات میزان کے بارے میں بھی

لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے درج ذیل آیت کے بارے میں پوچھا:

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ". (سورۂ انبیاء:47)

"ہم قیامت کے روز عدل کے ترازو نصب کریں گے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ یہ میزان اور ترازو پیغمبران اور اولیاء اللہ ہیں۔

ملاصدر کہتے ہیں: جان لو کہ آخرت کا میزان اُسے کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے اشیاء کے حقائق معلوم ہوں گے۔ دُنیا میں اشیاء کے حقائق مثلاً خدا کے بارے میں علم اور اُس کی صفات، پروردگارِ عالم کے افعال فرشتوں اور خدائی کتابوں کے ذریعہ انبیاء اور رسولوں تک پہنچتے ہیں جو بعد میں ہم تک پہنچتے ہیں۔

یہ دُنیا اپنے اندر طبیعی اور باطنی صورتیں رکھتی ہیں۔ یہ باطنی صورت روزِ محشر سب پر عیاں ہوجائے گی۔ جو شخص اس دُنیا میں میزانِ قرآن اور میزانِ پیغمبرؐ و امامؑ کے مطابق قدم اُٹھائے گا، قیامت کے روز اُس کی روح نورانی ہوگی، وہ اسی نور کی مدد سے قدم اُٹھاتا ہوا اور قیامت کی منزلیں طے کرتا ہوا نجات پا جائے گا۔

جو کوئی اس دُنیا میں میزانِ الٰہی کے برخلاف زندگی گزارے گا تو قیامت کے روز اُس کی روح بھی شب کی تاریکی کی طرح تاریک و سیاہ ہوجائے گی اور اسی تاریکی میں قیامت کے روز بھٹکتا پھرے گا۔

پس قیامت کے روز دو میزان یعنی نورانیت و تاریکی ہوں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ" (آلِ عمران:106)

"قیامت کے روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے"۔

انسان کے چہرے پر سفیدی وسیاہی کی شدت کا دارومدار اُس کے اعمال پر ہوگا۔ اس دُنیا میں یہ سارا نور اور سیاہی چھپی ہوئی ہے لیکن قیامت کے روز یہ ظاہر ہوجائے گی۔

اعمال کے وزن سے کیا مراد ہے؟

اس دُنیا میں اجناس کی دو صفات دیکھی جاتی ہیں:

1۔وزن 2۔مالیت

وزن تو ظاہری اندازہ ہے لیکن فلاں پتھر ایک من وزنی ہے یا فلاں لوہا 100 کلو گرام ہے یا طلاء دس گرام ہے۔ اب اگر اِن کو مالیت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو دس گرام سونا، 100 کلوگرام لوہے اور ایک ٹن پتھر دونوں سے بھاری ہے۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض اوقات انتہائی کم وزن چیز بھی بڑی بڑی وزنی چیزوں پر بھاری ہوتی ہے کیونکہ کوئی بھی اُسے ظاہری وزن کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ اُس کے حقیقی وزن کو دیکھا جاتا ہے۔

اسی طرح قیامت کے روز بھی صرف اعمال کا وزن نہیں ہوگا بلکہ اُن اعمال کے ساتھ عقائد اور نیت بھی دیکھی جائیں گی۔ کسی عمل کا حقیقی وزن اِن چیزوں کو ملا کر ہی بنے گا۔

اسی بنیاد پر بعض بزرگ اس چیز پر متفق ہیں کہ قیامت کے روز ایک پلڑے میں پیغمبر یا امام کے اعمال ہوں گے، دُوسرے پلڑے میں انسان کے اعمال ہوں گے۔ جس کے اعمال عقائد اور نیت کے اعتبار سے پیغمبر یا امام کے اعمال سے زیادہ مشابہ ہوں گے، اُسی قدر اُن اعمال کا وزن زیادہ ہوگا۔ اسی لئے کفار و مشرکین کے اعمال کا وزن ناچیز ہوگا۔

اس بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا

"قیامت کے روز کفار کے اعمال ضبط ہوجائیں گے اور اُن کیلئے کوئی ترازو قائم نہیں کیا جائے گا"۔ (سورۂ کہف: 105)

اسی کے متعلق پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں:

"لَیَاتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَایَزِنُ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ".

"قیامت کے دن ایک موٹے تازے مرد کو بارگاہِ الٰہی میں لایا جائے گا لیکن اُس کا وزن تو مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا"۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ظاہری موٹا ہونا یا وزنی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اُس کے وزنِ معنوی کو دیکھا جائے گا۔

میزان قرآن کی نظر میں کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں تئیس (23) بار میزان کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے اکثر کا ذکر قیامت کے ضمن میں آیا ہے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ سات (7) بار یہ جمع یعنی "موازین" کے طور پر آیا ہے۔ آپ کی توجہ ذیل میں درج بعض آیات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں:

1۔ "وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ".

"اور وزن اُس دن عین حق ہوگا اور جن کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے، سو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں مبتلا کیا تھا کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے"۔ (سورۂ اعراف: 7 اور 8)

مختصر تشریح

اس آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن ہونا حق ہے۔ اُس کیلئے جو پیمانے استعمال کئے جائیں گے، وہ انتہائی باریک بین اور دقیق ہوں گے۔ اُس روز جن کی نیکیاں وزن دار ہوں گی، وہ کامیاب ہوں گے اور جن کی نیکیاں ہلکی اور کم وزن ہوں گی، وہ نقصان میں ہوں گے۔ اس آیت سے مندرجہ ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

(i)۔ قیامت کے دن صرف حق کا غلبہ ہوگا۔ اعمال کی جانچ کی بنیاد حق ہوگا اور فیصلے بھی حق پر ہوں گے۔

(ii)۔ صرف ایک ہی میزان نہیں ہوگا بلکہ ہر عمل کیلئے میزان مختلف ہوں گے۔ انسان کے ہر عمل کیلئے ایک مثال اور نمونہ عمل ہوگا۔ انسانوں کے اعمال کا اُس سے موازنہ کیا جائے گا۔ جو عمل بھی اُس مثالی عمل سے کمتر ہوگا، اُس عمل کا اُسی حساب سے وزن بھی کم ہو جائے گا اور اگر وہ عمل اُس کے مساوی ہوگا تو اُس کا اجر بھی اُتنا ہی دیا جائے گا۔

(iii)۔ اعمال کے بغیر کامیابی کی اُمید بے جا ہے۔

(iv)۔ نیک اعمال کا کم ہونا نقصان دہ ہوگا۔

(v)۔ خدائی آیات کا انکار اُن پر ظلم کے مترادف ہے اور اعمال کے کم وزن ہونے کی ایک وجہ بھی ہے۔

(vi)۔ دُنیا کی مثال بازار کی مانند ہے جس کا نتیجہ آخرت میں معلوم ہوگا کہ انسان نفع میں ہے یا نقصان میں ہے۔

2۔ ''وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا. وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ

اَتَیْنَابِهَا. وَکَفٰی بِنَاحٰسِبِیْنَ". (سورۂ انبیاء:47)

''اور ہم قیامت کے دن ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھیں گے، کسی جان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی عمل رائی کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں''۔

مختصر تشریح

اس آیت میں بھی میزان کے بارے میں گفتگو ہے کہ یہ میزان عدل وانصاف پر قائم ہوگا۔ یہ اتنا صحیح ہوگا کہ کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ ہر شخص کو حق ملے گا اور مچھر کے پر کے برابر بھی کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی۔ اس آیت سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(i)۔ گو میزان زیادہ ہوں گے لیکن ہر ایک کی بنیاد عدلِ الٰہی پر ہوگی یعنی ہر چیز کو جانچنے کیلئے مخصوص پیمانے (مثالی اعمال) ہوں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اَلْمَوَازِیْنُ؛ اَلْاَنْبِیَاءُ وَالْاَوْصِیَاءُ".

''میزان تو انبیاء اور اُن کے اوصیاء ہیں''۔

یعنی انسانوں کو جانچنے کیلئے اُن کا موازنہ کامل انسانوں سے کیا جائے گا۔

(ii)۔ ہر عمل اگرچہ کتنا ہی چھوٹا ہو، دقیق ترازو سے وزن کیا جائے گا اور پرکھا جائے گا، حتیٰ کہ اگر خشخاش کے ایک دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اُس عمل کو حساب کرنے کی غرض سے حاضر کیا جائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ عمل کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، وہ بھی حساب کتاب سے نہ بچ سکے گا۔ ایک شخص نے اسی آیت کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پروردگارِ عالم قیامت کے

روز انسانوں کے چھوٹے سے چھوٹے اعمال کا بدلہ بھی دلائے گا۔

(iii)۔ حساب لینے والا خدا ہوگا اور وہ حساب لینے میں غلطی نہیں کرتا اور کسی کا حساب لینے میں تاخیر نہیں کرتا۔ وہ بہت جلد اور عدل و انصاف کی بنیاد پر حساب کرنے والا ہے۔

3۔ "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ. فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ. وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ. فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ. وَمَآ اَدْرٰكَ مَاهِيَهْ. نَارٌ حَامِيَةٌ". (سورۃ قارعہ: 6 تا 9)

"پھر جن کے اعمال وزن دار ہوں گے، وہ اُس دن دل پسند عیش میں ہوں گے اور وہ شخص جن کے اعمال ہلکے ہوں گے، اُن کا ٹھکانہ گہرا گڑھا ہوگا اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے؟ دہکتی ہوئی آگ ہے"۔

مختصر تشریح

اس آیت میں بھی میزان کا ذکر ہے جس کا وزن دار ہونا انسان کی خوش بختی کی علامت اور جس کا ہلکا ہونا انسان کی بدبختی کا نشان ہوگا۔ اس آیت سے درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

1۔ قیامت کے برپا ہونے پر اعمال کو جانچنے کیلئے ترازو نصب کیے جائیں گے۔

2۔ وہ اُسی وقت اچھے اور برے انسانوں کو ظاہر کردیں گے۔

3۔ اچھے اعمال کی جزاء اور برے اعمال کی سزا اُسی وقت دے دی جائے گی۔

4۔ جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا، اُن کی سزا بہت سخت ہوگی کیونکہ اللہ فرماتا ہے: "فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ"۔

"اُس دن اُن کی پناہ گاہ (دُنیا میں ماں بہترین جائے پناہ ہے) دوزخ ہوگی"۔

ترازو کے وزن کو سنگین کرنیوالے اعمال

اصولی طور پر تمام نیک اعمال قیامت کے دن ترازو کے پلڑے کو وزن دار بناتے ہیں اور تمام بُرے اعمال پلڑے کو ہلکا کرتے ہیں لیکن چند اعمال ایسے ہیں جو پلڑے کو زیادہ وزن دار بناتے ہیں۔ ہم آپ کی توجہ اُن اعمال کی طرف مبذول کرواتے ہیں:

ا۔ درود پڑھنا

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَا فِی الْمِیْزَانِ شَیْءٌ اَثْقَلُ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّد....."

"(قیامت کے روز) اعمال کے پلڑے میں محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود شریف پڑھنے سے بڑا عمل کوئی نہ ہوگا"۔ (اصولِ کافی)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے روز جب اعمال کا وزن کیا جارہا ہوگا تو میں اُس میزان کے قریب ہوں گا۔ جس شخص کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہو رہا ہوگا، میں:

"جِئْتُ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیَّ حَتّٰی اُثْقِلُ بِھَا حَسَنَا تَہٗ".

"اُس شخص کے درود جو اُس نے مجھ پر بھیجے ہوں گے، لے آؤں گا، یہاں تک کہ اُس کا پلڑا بھاری ہوجائے گا"۔

جنابِ رسولِ خدا نے شعبان کے آخری جمعہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی رمضان میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھے گا، پروردگار اُس روز جب اعمال کے پلڑے ہلکے ہو رہے ہوں گے، اُس کے پلڑے کو (درود شریف کی برکت سے) بھاری کردے گا"۔ (عیون الاخبار الرضا، ج 1، ص 296)

۲۔شہادتین یعنی کلمہ طیبہ

حضرت علی علیہ السلام نے پروردگار کی وحدانیت اور پیغمبرؐ خدا کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا:

''شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ وَتُرفَعَان الْعَمَلَ لاٰ يَخِفُّ مِيْزَانٌ توضعانِ فِيْهِ وَلاٰ يَثْقُلُ مِيْزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ''.

''دوشہادتین انسان کے قول کو بلندی بخشتی ہیں اور انسان کے عمل کو قبولیت کا شرف بخشتی ہیں اور کوئی میزان اُن کے بغیر سنگین نہیں ہوسکتا''۔

۳۔حُسنِ خُلق

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

''مَامِنْ شَيءٍ يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلْقِ''.

''اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی چیز انسان کے نامہ اعمال کے ترازو میں نہیں''۔

۴۔تسبیح وتقدیس خدا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جو کوئی اس دُعا کو نمازِ صبح کے بعد پڑھے گا تو اُس کے نامہ اعمال کا پلڑا بھاری ہوجائے گا''۔

یہ دُعا خدا کی تسبیح وتقدیس اور تکبیر وتحلیل پر مبنی ہے۔کلمہ (لا الہ الا اللہ) اعمال کی سنگینی کا باعث بنتا ہے۔

۵۔اخلاصِ عمل اور رضائے خدا

مناجاتِ حضرت داؤد علیہ السلام کے سلسلہ میں جو حدیث پہلے بیان کی جاچکی ہے، اُس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب میں بندے سے راضی ہوجاتا ہوں تو اُس کے میزان کو ایک کھجور کے دانے سے (جو راہِ خدا میں دیا گیا ہو) پُر کر دیتا ہوں'' (تفسیر روح البیان، ج5،ص 486)

۶۔کلمہ توحید و کلمہ تقویٰ

پیغمبر اسلام نے کلمہ ''لا الٰہ الّا اللّٰہ'' کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا:

''یہ کلمہ توحید خداوندی کو بیان کرتا ہے اور کوئی عمل بھی اس کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا''۔

''وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقْوىٰ،يُثْقِلُ اللّٰهُ بِهَاالْمَوَازِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''.

''اور یہ کلمہ تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے ذریعہ سے نامہ اعمال کے وزن کو بڑھائے گا''۔

۷۔مومن کی قبر پر خاک ڈالنا

علامہ تو سرکانی کتاب ''لئالی الاخبار'' میں نقل کرتے ہیں کہ ایک نیک شخص کو خواب میں دیکھا گیا۔اُس سے پوچھا گیا کہ بتا اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا؟ وہ شخص کہنے لگا کہ میرے ہر عمل کا حساب لیا گیا۔نتیجہ کے طور پر میری نیکیوں والا پلڑا ہلکا نکلا۔میں پریشان ہوگیا۔اچانک ایک تھیلا میرے نیکیوں والے پلڑے میں ڈالا گیا جس سے یہ پلڑا بھاری ہوگیا۔

میں نے پوچھا کہ یہ تھیلا کیا ہے جس نے میرے نیکیوں والے پلڑے کو بھاری کر دیا؟ جواب ملا کہ یہ تھیلا وہ خاک ہے جو تو نے اپنے مسلمان بھائی کو دفن کرتے وقت اُس کی قبر پر ڈالی تھی۔

۸۔تہمتیں جو تم پر لگ جائیں

جنابِ رسولِ خدا سے روایت کی گئی ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص کو میدانِ حشر میں لایا جائے گا۔ جب اُس کی نیکیاں ایک پلڑے میں اور برائیاں دُوسرے پلڑے میں رکھی جائیں گی تو برائیوں والا پلڑا نیچے کو لٹک جائے گا یعنی اُس کی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں گی۔ اس صورتحال میں اچانک ہوا میں اُڑتا اُڑتا ایک پتا اُس کی نیکیوں والے پلڑے میں آ گرے گا۔ وہ شخص دیکھے گا کہ اُس کی نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوگیا ہے۔ وہ پروردگارِ عالم سے عرض کرے گا:

''اے میرے پروردگار! یہ پتا کیا ہے؟ میں نے تمام شب و روز اعمال کیے تھے۔ اُن کا تو حساب ہوگیا لیکن یہ پتا کہاں سے آیا ہے جس نے میرے نیکیوں والے پلڑے کو بھاری کردیا ہے؟''

پروردگار کی طرف سے اُسے جواب ملے گا:

''یہ وہ تہمتیں ہیں جو تجھ پر لگائی گئی تھیں اور تو ان تہمتوں سے پاک تھا (تہمت لگانے والوں کی نیکیاں لے لی گئیں اور تیرے حساب میں ڈال دی گئی ہیں) اور یہی تیری نجات کا باعث بنی ہیں''۔

۹۔محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محبت

پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا:

''حُبِّيْ وَحُبُّ اَهْلِ بَيْتِيْ نَافِعٌ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ،

اَهْوَالُهُنَّ عَظِيْمَةٌ "۔

''میری اور میرے اہل بیتؑ کی محبت سات مقامات پر فائدہ دے گی۔ اُن مقامات پر جن کی وحشت اور خوف بہت زیادہ ہے''۔

وہ سات مقامات یہ ہیں:

1۔ وقتِ موت۔

2۔ قبر میں۔

3۔ قبروں سے دوبارہ زندہ ہونے کے وقت۔

4۔ محشر میں اعمال نامہ ملنے کے وقت۔

5۔ محشر میں حساب کتاب کے وقت۔

6۔ میزان قائم ہونے کے وقت۔

7۔ پلِ صراط پر۔

۱۰۔ محبت و عشقِ علیؑ

روایت کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز ایسے گروہ بھی ہوں گے جن کے نامہ اعمال میں برائیاں زیادہ ہوں گی۔ اُن سے کہا جائے گا کہ تمہارے پلڑے میں تو برائیاں ہی برائیاں ہیں، نیکیاں کہاں ہیں؟ اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو تم پر غضب ہوگا اور سزا دی جائے گی۔

وہ جواب دیں گے کہ پروردگار! ہم اپنی نیکیاں نہیں پہچانتے۔

اُس وقت خدا کی طرف سے ندا دی جائے گی کہ اگر تم اپنی نیکیاں نہیں پہچانتے تو میں تو تمہاری نیکیاں پہچانتا ہوں اور میں اُن کو تمہارے اختیار میں دیتا ہوں۔

اُس وقت ایک لکھا ہوا پرچہ لایا جائے گا اور اُس کو اُن کے نیکیوں کے پلڑے میں

رکھ دیا جائے گا۔ اُس وقت نیکیوں والا پلڑا اتنا بھاری ہو جائے گا کہ دو پلڑوں کے درمیان فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلے سے بھی زیادہ ہو جائے گا۔ اس وقت اُس گروہ کے افراد سے کہا جائے گا کہ اپنے ماں باپ، دوستوں، بہن بھائیوں کے ہاتھوں کو پکڑو اور جنت میں چلے جاؤ۔

اہل محشر کہیں گے کہ ہم ان کے گناہوں کو تو جانتے تھے لیکن کونسی ایسی نیکیاں تھیں جن کی وجہ سے اُن کی نیکیوں والا پلڑا اتنا بھاری ہو گیا؟

پروردگار اُن کے سوال کے جواب میں فرمائے گا کہ ان کی نیکیاں اس طرح ہیں کہ ان میں سے ایک اپنے مقروض بھائی کے پاس جاتا ہے، وہ مقروض اس کو قرض کی رقم دے کر کہتا ہے کہ اس رقم کو لے لو اور سنو:

"فَاِنِّیْ اُحِبُّکَ بِحُبِّکَ عَلِیَّ بْنِ اَبِیْ طَالِب".

"میں تم سے علیؑ ابن ابی طالبؑ سے تمہاری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہوں"۔

طلبگار یہ سننے کے بعد اُس سے یہ کہتا ہے کہ میں نے باقی ماندہ معاف کر دی اور یہ حضرت علی علیہ السلام کے عشق کی برکت کی وجہ سے ہے۔ پروردگار اِن دونوں کی رحم دلی کو قبول کرتا ہے، دونوں کو بخش دیتا ہے اور اس عمل کو اُن کے نامہ اعمال میں رکھتا ہے تو اُن کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ زیارتِ روضۂ امام رضا علیہ السلام

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کسی نے معرفت کے ساتھ میری غربت میں میری زیارت کی تو میں تین مواقع پر اُس کی فریاد کو پہنچوں گا:

1۔ پل صراط پر۔ 2۔ میزان قائم ہونے کے مقام پر۔

3۔ نامہ اعمال دینے کے وقت۔

۱۲۔فوت ہونے والے پسر و دُختر

پیغمبرؐ خدا نے خطبہ میں فرمایا:

"وَرَاَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدْخَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَجَائَہٗ اَفْرَاطُہٗ فَثَقَّلُوْا مَوَازِیْنُہٗ".

"میں نے کل شب (شبِ گزشتہ خواب میں یا شبِ معراج) اپنی اُمت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا تھا۔اس دوران اُس کے بیٹے جو اُس کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے، وہ آئے تو اُس شخص کا پلڑا بھاری ہو گیا (بحار، ج 7،ص 291)۔

۱۳۔ترازو کے وزن کو سبک کرنے والے اعمال

ہر قسم کا گناہ، لغزش اور خدا اور رسولؐ کے احکام سے انحراف ترازوئے اعمال میں وزن کو کم کرتے ہیں اور انسان کی بدبختی اور روسیاہی کا باعث بنتے ہیں۔روایات کی روشنی میں وہ اعمال جو نیکیوں کے پلڑے کے وزن کو کم کردیتے ہیں، بیان کئے جارہے ہیں:

1۔ کفر اور گمراہی انسان کے اعمال کو صفر کردیتے ہیں اور وہ میزان میں کم وزن اور ناچیز ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

'فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا'

"تو ضائع ہوگئے اُن کے اعمال اور قیامت کے روز ہم (ان کے اعمال کو) کوئی وزن نہ دیں گے"۔(سورۂ کہف:105)

2۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ كَانَ ظَاهِرُهٗ اَرْجَحُ مِنْ بَاطِنِهٖ خَفَّ مِيْزَانُهٗ".

"جس کا ظاہر اُس کے باطن سے بہتر ہو (یہ نفاق کی ایک قسم ہے) تو (قیامت کے روز) یہ اُس کے میزان کو ہلکا کرنے کا موجب ہوگا" (نور الثقلین:66:5)

پس ریاکاری اور منافقت انسان کے نیک اعمال کو بھی بے وزن کردیتے ہیں۔
پیغمبرؐ خدا نے بھی اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"هِيَ الْاَعْمَالُ حَسبُوْهَا حَسَنَاتٍ فَوَجَدُوْهَا فِيْ كَفَّةِ السَّيِّئَاتِ".

"یہ وہ اعمال ہیں جن کو انسان اپنی نیکیاں تصور کرتا ہے لیکن (قیامت کے روز) وہ اُنہیں برائیوں کے پلڑے میں پائیں گے"۔ (روح البیان، 8، ص 121)

3۔ یہ قابل توجہ اور دلچسپ ہے کہ بعض روایات کے مطابق میزان (عدل قائم کرنے کا عمل) کے مکمل ذمہ دار حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں (امالی الاخبار، ج 5، ص 112) اور اس سے ظاہر ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حق اور عدل کو قائم کریں گے۔ اُن کے اس عمل پر کوئی بھی اثر انداز نہیں ہو سکے گا۔ میزان کا قائم ہونا ایک حقیقی عدل کا آئینہ دار ہوگا۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ روزِ قیامت میزان قائم ہوگا اور یہ ایک انتہائی سخت مرحلہ ہوگا۔ پس ہم سب کو ایسے اعمال کرنے چاہئیں کہ کل ہم سرخرو ہوں ورنہ رُسوائی ہے۔ اسی چیز کو مدِنظر رکھتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"عِبَادَ اللّٰهِ! زِنُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُوْزَنُوْا وَحَاسِبُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوْا".

"اے اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کی جانچ کرو، اس سے قبل کہ تمہارے نفسوں کی جانچ کی جائے اور اپنے اعمال کا حساب کرو، قبل اس کے کہ تمہارے اعمال کا حساب کیا جائے"۔

✿✿✿

2۔ اعمال انسان مجسم صورت میں

خدائی نظامِ عدل میں سب سے اہم چیز انسانی اعمال کا مجسم صورتوں میں ظاہر ہو کر گواہ کے طور پر پیش ہونا ہے۔ اس سے مؤمن، کافر، مجرم اور پرہیز گار میں فرق معلوم ہو جائے گا۔ قیامت کے روز انسانوں کے اعمال مناسب صورت میں مجسم نظر آئیں گے۔ انسان اپنے اعمال سے کسی صورت انکار نہ کر سکے گا۔ یہی اُس کیلئے ایک محکم دلیل ہوگی اور انسان اپنے اعمال کو دیکھ کر انہیں قبول کرے گا۔

عمل کے مجسم ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان کا دُنیا میں کیا ہوا عمل دکھایا جائے گا۔ یہ بات اگر زمانہ قدیم میں کہی جاتی تو شاید دانشمندوں اور مفکروں کیلئے قابل قبول نہ ہوتی لیکن آج کے ترقی یافتہ دَور میں جب تیس سال پہلے فوت ہونے والے انسان کی آواز اور اُس کی حرکات کو فلم کی صورت میں دُہرایا جا سکتا ہے تو قیامت کے روز پروردگار کیلئے کیا مشکل ہے کہ ساری انسانی زندگی کے ہر لمحہ کو عملی شکل میں دُہرا سکے۔

اس بحث سے مراد یہ ہے کہ انسان کے باطنی اعمال جو لوگوں کی نظروں سے چھپ کر کئے جاتے ہیں، قیامت کے روز وہ بھی سب پر آشکار ہو جائیں گے۔ اسی طرح انسان کے نیک اعمال اچھی اور خوبصورت شکل بن کر ظاہر ہوں گے اور بُرے اعمال بری اور بدصورت شکل بن کر ظاہر ہوں گے۔

جیسا کہ پہلے قبروں سے نکلنے کے وقت کی ایک حدیث معاذ بن جبل سے روایت کی جا چکی ہے، جس کے مطابق پیغمبرؐ خدا نے آیت:

"فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا". (سورہ نبا:8)

کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ "گناہگار قیامت کے روز مختلف حیوانوں کی شکلوں میں اُٹھائے جائیں گے۔ کوئی گناہگار بندر کی شکل میں، کوئی خنزیر کی شکل میں، کوئی اندھے، بہرے اور

کو نگے اُٹھائے جائیں گے"۔

اعمال کا مجسم ہونا قرآن کی نظر میں

قرآن مجید میں بہت سی آیات انسانی اعمال کے مجسم ہونے کے بارے میں آئی ہیں۔ ہم آپ کی توجہ اُن میں سے چند آیات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں:

"يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا". (سورۂ آلِ عمران:30)

"اُس دن ہر شخص، جو نیکی اُس نے کی ہوگی، اپنے سامنے موجود پائے گا اور جو برائی کی ہوگی، اُسے بھی موجود پائے گا۔ آرزو کرے گا کہ اے کاش! اُس کے اور اُس بدی کے درمیان بہت دُور کا فاصلہ ہوتا"۔

"وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ". (سورۂ زمر:48)

"بُرے اعمال جو وہ کماتے رہے، اُن کے نتائج اُن پر ظاہر ہو جائیں گے اور وہ چیز جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے، اُن پر مسلط ہو جائے گی"۔

"يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ. فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ. وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ". (سورۂ زلزال:6، 7، 8)

"اُس دن لوگ گروہ در گروہ پلٹیں گے تاکہ اُن کو اُن کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ سو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اُسے بھی دیکھ لے گا"۔

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا'

''اور وہ اپنے اعمال کو سامنے پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا''۔ (سورۂ کہف:49)

''يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ. وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ. هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ''.

''اُس دن جب کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے کہا جائے گا) اچھا! تم ہو جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تھا؟ لو چکھو اب عذاب کا مزا، اُس کفر کے بدلے میں جو تم کرتے رہے ہو اور وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے''۔

(سورۂ آلِ عمران:106، 107)

مختصر تشریح (پہلی آیت)

تمام انسان اپنے اپنے اعمال کو دیکھ سکیں گے یعنی ہمارے آج کے اعمال قیامت کے روز مجسم ہو جائیں گے، خواہ نیک ہوں یا بد۔ انسان جب اپنے برے اعمال کو بعینہٖ اُسی طرح دیکھے گا جس طرح وہ آج عمل کر رہا ہے تو بہت پریشان اور نادم ہوگا اور چاہے گا کہ اے کاش! اُس کے اور اُس عمل کے درمیان ہزار میل کا فاصلہ ہوتا اور میں اپنے اعمال کو نہ دیکھتا۔ لیکن اُس روز انسان کی پریشانی اُس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

دُوسری آیت

اس دُنیا میں انسان جو جو برے کام انجام دیتا ہے، قیامت کے روز وہ اُس پر

ظاہر ہو جائیں گے، نہ صرف ظاہر ہوں گے بلکہ وہ برے اعمال اصلی شکل میں دیکھے جا سکیں گے۔ ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ انسان کے باطنی برے اعمال اُس روز عیاں ہو جائیں۔

تیسری آیت

قیامت کے روز لوگ اپنے اعمال کو دیکھیں گے، پہلے مرحلہ میں ارشاد ہو رہا ہے "لِّيُرَوْا" تا کہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ سکیں۔ آگے چل کر ارشاد ہو رہا ہے "خَيْرًا يَّرَهٗ"، خود نیک اعمال کو بھی دیکھے گا، تیسرے مقام پر ارشادِ پروردگار ہو رہا ہے "شَرًّا يَّرَهٗ"، وہ خود برے اعمال کو بھی دیکھے گا۔

پس اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کو اُسی حالت میں قیامت کے روز مشاہدہ کر سکے گا۔

ابن عباسؓ، جو اصحابِ رسولؐ میں برگزیدہ اور قرآن مجید کے مفسر تھے، اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کوئی مؤمن یا کافر ایسا نہیں جو اچھے یا برے کام تو انجام دے:

"اِلَّا اَرَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ".

"مگر اللہ اُس کو قیامت کے روز نہ دکھائے"۔ (روح البیان، ج10: 494)

حضرت علی علیہ السلام نے بھی اسی موضوع پر فرمایا کہ "ہر مؤمن جو اس دُنیا میں ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا، قیامت کے روز اُسے پائے گا اور اسی طرح جو برا کام کرے گا، قیامت کے روز اُسے بھی پالے گا"۔

اعمال کا مجسم ہونا روایات کی نظر میں

اُستاد شہید مطہری اپنی کتاب "عدلِ الٰہی" صفحہ 212، 213 میں لکھتے ہیں کہ الحاج میرزا علی آقا شیرازی ایک روز درس دے رہے تھے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل

نکل کر اُن کی سفید ریش پر گر رہے تھے۔درس کے دوران انہوں نے اپنا خواب سنایا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میری موت کا وقت آن پہنچا ہے۔میری روح میرے جسم سے جدا ہوگئی ہے۔پھر میرے جسدِ خاکی کو غسل وکفن دیا گیا اور مجھے دفن کرنے کیلئے قبرستان لے جایا گیا۔میری میت کو قبر میں اُتا ردیا گیا اور مجھے دفن کر کے سب واپس چلے گئے۔میں قبر میں تنہا پریشان تھا کہ اب مجھ پر کیا گزرے گی!

میں نے اچانک ایک سفید کتے کو قبر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔میں نے اُسی وقت اندازہ کرلیا کہ یہ سفید کتا میری ترش کلامی ہے جو اِس عالم برزخ میں جسمانی شکل میں ظاہر ہوا ہے اور مجھے عذاب پہنچانے کیلئے آیا ہے۔میں پریشان ہوگیا۔اچانک اُس پریشانی کی حالت میں دیکھا کہ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام قبر میں تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھے آتے ہی کہا:

'پریشان نہ ہو، میں اس کتے کو تم سے جدا کردوں گا'۔

امامؑ نے کتے کو مجھ سے جدا کیا اور میں سکون میں ہوگیا''۔

قارئین محترم !جس طرح انسان کی ترش کلامی قبر میں کتے کی صورت میں انسان کو تکلیف پہنچانے کیلئے ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح انسان کی نیک صفات اور نیک اعمال اولیاءاللہ سے رابطہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

برزخ انسان کیلئے قیامتِ صغریٰ ہے اور جب یہاں انسان کے اعمال اچھی یا بری صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں تو قیامتِ کبریٰ میں یقیناً ظاہر ہوکر رہیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

''اِنَّ الْعَمَلَ الصَّالِحَ يَذْهَبُ اِلَى الْجَنَّةِ فَيُمَهِّدُ لِصَاحِبِهٖ كَمَايَبْعَثُ الرَّجُلُ غُلَامَهٗ فَيَفْرِشُ لَهٗ''.

''اچھا عمل (انسان کو) جنت میں لے جاتا ہے اور جنت کو اپنے صاحب کیلئے آمادہ کرتا ہے، جس طرح کوئی مالک اپنے غلام کو کسی جگہ خود پہنچنے سے پہلے بھیجتا ہے تا کہ وہ آمادہ کر سکے''۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ہر مسلمان کے تین طرح کے دوست ہیں:

1۔ وہ دوست جو یہ کہتا ہے کہ اے انسان! میں تیری موت تک تیرے ساتھ ہوں۔ یہ اُس کا مال و دولت ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے، اُس کا مال و دولت اُس سے جدا ہو جاتا ہے اور وہ کسی کا ورثہ بن جاتا ہے۔

2۔ وہ دوست جو انسان کی قبر تک ساتھ دیتے ہیں۔ یہ اُس کے بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہیں۔ قبر تک پہنچا کر یہ اُس سے جدا ہو جاتے ہیں۔

3۔ تیسرے دوست اس طرح کے ہیں جو کہتے ہیں:

''اَنَامَعَکَ حَیًّا وَمَیِّتًا وَھُوَ عَمَلُہٗ''.

''میں زندگی اور موت میں تمہارے ساتھ ہوں، وہ اس کا عمل ہے''۔

یعنی مرنے کے بعد بھی تمہارے ساتھ ہوں اور یہ اُس کے اعمال ہیں (بحار، ج 71، صفحہ 185)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب انسان کو موت کے بعد قبر میں لٹایا جاتا ہے تو اُس کی نمازیں ایک صورت میں اُس کے دائیں، اُس کی زکوٰۃ اُس کے بائیں، اُس کی نیکیاں اُس کے سرہانے کی طرف اور اُس کا صبر دُوسری طرف کھڑے ہوتے ہیں۔ جب منکر و نکیر اُس کی قبر میں حساب کتاب کیلئے آتے ہیں تو صبر اُس وقت نماز و زکوٰۃ اور دُوسری نیکیوں کو یہ کہتا ہے:

"دُوْنکُمْ صَاحِبکُمْ،فَاِنْ عَجزْتُمْ عَنْهُ فَاَنَا دُوْنَهُ".

"اپنے صاحب کی حفاظت کرو اور اگر اُس کی حفاظت میں سخت مشکل ہو اور تم عاجز ہو جاؤ تو میں اُس کے دفاع کیلئے آمادہ ہوں" (اصولِ کافی، ج 2 ص 90)

4۔ اسی طرح ایک روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے:

"اعمال میں سے ہر نیک عمل خوبصورت شکل میں انسان کے اردگرد آجاتا ہے۔ اس طرح قبر میں کئی خوبصورت شکلیں اکٹھی ہو جائیں گی۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گی کہ تم کون ہو؟ ایک کہے گی کہ میں اس شخص کی نماز ہوں، دوسری شکل کہے گی کہ میں اس شخص کے روزے ہوں، تیسری کہے گی کہ میں اس شخص کا حج ہوں۔ اسی طرح ہر شکل اُس شخص کی کوئی نیکی ہوگی۔ جب سب سے خوبصورت شکل سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گی:

"اَنَا الْوِلَایَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ".

"میں ولایتِ آلِ محمدؐ ہوں"۔

5۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا خَرَجَ مِنْ قَبْرِهِ، صُوِّرَ لَهُ عَمَلُهُ فِیْ صُوْرَةٍ حَسَنَةٍ، فَیَقُوْلُ لَهُ مَا اَنْتَ؟ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکَ امْرَءَ صِدْقٍ. فَیَقُوْلُ لَهُ: اَنَا عَمَلُکَ، فَیَکُوْنُ لَهُ نُوْرًا وَقَائِدًا اِلَی الْجَنَّةِ".

"قیامت کے روز جس وقت مؤمن اپنی قبر سے باہر آئے گا تو اُس کے اعمال ایک نیک شخص کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ وہ مؤمن اُس سے پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ خدا کی قسم! مجھے تو تم ایک سچے شخص نظر آتے ہو۔ وہ نیک صورت شخص اُس کے جواب میں کہے گا

کہ میں تیرے اعمال ہوں۔ اُس وقت وہی شخص اُس مؤمن کیلئے نور، روشنی اور رہنما بن جائے گا اور اُس مؤمن کو جنت کی طرف لے جائے گا"۔

3۔ مختلف گواھیاں

دُنیا کی ہر عدالت میں حق یا جرم کو ثابت کرنے کیلئے گواہوں کی شہادتیں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی طرح خدائی عدالت میں بھی گواہوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ قیامت کے دن کے گواہ اتنے زیادہ واضح ہیں کہ اُن سے انکار ممکن نہیں۔ اُن کی گواہیاں حق پر مبنی ہوں گی۔

قرآن اور روایات میں ان گواہوں کا بہت تذکرہ ہوا ہے۔ یہ گواہ وہ ہوں گے جن کو دیکھ کر انسان کانپنا شروع کر دے گا، ندامت و وحشت کے دریا میں غرق ہو جائے گا اور یہ گواہ اتنے ثابت قدم ہوں گے کہ ان سے انکار نہ ہو سکے گا۔

بعض علمائے اخلاق کا کہنا ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی بنیادی وجہ تین قوتیں ہیں یعنی: قوتِ شہوت، قوتِ غضب اور قوتِ وہم وخیالات۔

اگر تینوں میں سے کسی ایک کو بھی بے مہار چھوڑ دیا جائے تو انسان غیر مشروع طریقہ سے نفسانی خواہشات کو پورا کرنا، ناپاکی، بے حیائی، غصہ، جھگڑا، فتنہ وفساد، تکبر، نفرت اور ظلم وستم جیسے گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے اور اُسے گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے۔ جو چیز اِن گناہوں کے ارتکاب کو روکتی ہے، وہ قیامت کا انعقاد، گواہوں کی موجودگی اور رازوں کا افشاء ہونا ہے۔ پس ہر مرد وعورت کو چاہیئے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اِن قوتوں کو بے قابو نہ ہونے دے۔

ہر عمل کے گیارہ گواہ

پہلے سے زیادہ ذمہ داری کے احساس کیلئے ہم قرآن و احادیثِ معصومینؑ کا

مطالعہ کرتے ہیں۔ ہر روز ہمارے اُوپر گیارہ قسم کے گواہ موجود ہیں۔ ہمارے ہر عمل اور ہر کلام کو، گو اچھا ہو یا بُرا، لکھتے ہیں یا محفوظ کر لیتے ہیں تا کہ قیامت کے روز ہمارے خلاف یا ہمارے حق میں گواہی دیں۔ وہ گواہ یہ ہیں:

ا۔ مکان

سورۂ زلزال کی آیت 4 میں ارشادِ خداوندی ہے:

"یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا".

"اُس دن زمین اپنے اوپر بیتے ہوئے حالات کہہ دے گی"۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مستحق فقراء میں بیت المال تقسیم کیا اور اُس جگہ پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپؑ نے اُس زمین کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے زمین! تو گواہ رہنا کہ میں نے تجھے راہِ حق پر بیت المال سے پُر کیا اور پھر اسی اساس پر تجھے خالی کر دیا"۔

سیدِ سجاد امام زین العابدین علیہ السلام ایک شب و روز میں اپنے جد کی طرح ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ انہوںؑ نے پانچ سو خرمے کے درختوں کو اپنی نظر میں رکھا ہوا تھا اور ہر خرمے کے درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے:

"میں ان مختلف مقامات پر اس لئے نماز پڑھتا ہوں تا کہ اِن میں سے ہر مکان قیامت کے دن گواہی دے کہ میں نے وہاں نماز پڑھی ہے"۔

۲۔ زمان

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَامِنْ یَوْمٍ یَمُرُّ عَلٰی ابْنِ آدَمَ اِلَّا قَالَ لَهُ ذٰلِکَ الْیَوْمُ: اَنَا یَوْمٌ جَدِیْدٌ وَاَنَا عَلَیْکَ لَشَهِیْدٌ، اَشْهَدُ

لَکَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"۔

"کوئی دن انسان پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ وہ انسان کو تنبیہ کرتا ہے: میں آج تمہارے لئے ایک اور نیا دِن ہوں اور جو عمل انجام دو گے، میں اُس پر گواہ رہوں گا اور قیامت کے روز اُس کی گواہی دوں گا"۔

۳۔زبان

قرآن مجید کی سورہ نور، آیت 24 میں پڑھتے ہیں:

"یَوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ"۔

"اُس دن اُن کے خلاف خود اُن کی زبانیں گواہی دیں گی"۔

۴۔اعضائے انسان

سورہ یٰسین کی آیت 65 میں ارشاد ہوتا ہے:

"اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْھِمْ وَ تَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ"۔

"آج ہم اُن کے منہ بند کئے دیتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور اُن کے پاؤں اُن اعمال کی گواہی دیں گے جو یہ دُنیا میں کماتے رہے"۔

۵۔فرشتے

سورہ انفطار، آیت 10 میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ"۔

"اور بے شک تم پر نگرانی کرنے والے مقرر ہیں"۔

سورہ اسراء کی آیت 78 میں ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا".

"بے شک صبح کے قرآن (یعنی نماز) کے بارے میں گواہی دی جائے گی"۔

(اگر نماز اوّل وقت پڑھی جائے تو رات کے معمور فرشتے اور صبح کے فرشتے دونوں گواہی دیں گے)۔

٦۔نامہ اعمال

قرآن مجید سورہ جاثیہ کی آیت 29 میں ارشاد ہوتا ہے:

"هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ. اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ".

"یہ ہے ہماری کتاب (ہماری تحریر) جو تمہارے اُوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دے رہی ہے۔ یقیناً ہم لکھواتے جارہے تھے وہ تمام اعمال جو تم کیا کرتے تھے"۔

۷۔پیغمبر اور امام

قرآن مجید سورہ نساء میں آیت 41 میں ارشاد ہے:

"فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا".

"پھر کیا کیفیت ہوگی (اُن لوگوں کی) جب ہم ہر اُمت میں سے گواہ لائیں گے اور تمہیں اُن پر (اے محمدؐ) بطور گواہ لائیں گے"۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت پیغمبرؐ خدا کی اُمت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا ہر زمانے میں امام ہوگا اور وہ اُن کے اعمال کا گواہ ہوگا۔ ہمارے جد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہم اماموں پر گواہ ہیں (اصولِ کافی، ج 1، ص 190)۔

۸۔ خدائے رحمٰن

سب سے بڑھ کر پروردگارِ عالم ہمارے ہر عمل پر گواہ ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس کی آیت 61 میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُھُوْدًا".

"اور تم لوگ کوئی عمل نہیں کرتے مگر ہم تم پر گواہ (حاضر) ہوتے ہیں"۔

۹۔ انسان کا ضمیر

قیامت کے روز انسان کا ضمیر زندہ ہوگا اور عقل و چشم بیدار ہوں گے۔ یہ اُس روز ایک گواہ کے طور پر پیش ہوگا۔ پروردگار نے اسی کے بارے میں سورۂ اسراء کی آیت 14 میں فرمایا ہے:

"اِقْرَاْ کِتَابَکَ، کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا".

"پڑھ اپنا حساب نامہ، آج تو تو خود ہی اپنا حساب لگانے کیلئے کافی ہے"۔

۱۰۔ حیوانات

گواہوں میں حیوانات بھی شامل ہوں گے جنہیں قیامت کے روز محشور کیا جائے گا۔ فرشتے اُن سے کہیں گے:

"اے حیوانات! تمہیں کسی جزاء و سزا کیلئے آج محشور نہیں کیا جارہا بلکہ تمہیں یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ تم انسانوں کی بداعمالیوں کی گواہی دو"۔

۱۱۔ عمل بذاتِ خود

گواہوں میں ایک گواہ خود انسان کا عمل ہوگا۔ تمام اعمال جو انسان اس دُنیا میں

انجام دیتا ہے، وہ سب کے سب گواہ بن کر پیش ہوں گے۔ گزشتہ صفحات میں اعمال کے مجسم ہونے کے بارے میں بحث ہوچکی ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ انعام کی آیت 31 میں ارشادِ خداوندی ہے:

"وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ".

"اور وہ اُٹھائے ہوں گے بوجھ (اپنے گناہوں کا) اپنی پشتوں پر"۔

قارئین کرام! اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت کے روز ہماری حالت ایک انتہائی مضطرب اور پریشان حال انسان کی طرح ہوگی جو کسی سہارے اور رحم کا طلبگار ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں کبھی بھی رحمتِ خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر چھائی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا بجائے خود گناہِ کبیرہ ہے۔ ہمیں ہمیشہ توبہ کرتے رہنا چاہئے اور خدا پر حُسنِ ظن رکھنا چاہئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ پر ہر ظاہر و باطن عیاں ہے تو پھر گواہوں کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور اُن کو اپنے بندوں پر گواہ بھی بنایا ہے تاکہ اُس کے بندے اِن فرشتوں کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے گناہ و نافرمانی سے بچے رہیں۔

4۔ شکایت کرنے والے

دُنیا کی ہر عدالت میں شکایت کرنے والے موجود ہوتے ہیں اور عدالت کا کام یہ ہے کہ اُن کی شکایت پر صحیح طور سے فیصلہ کرے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

عزیزانِ محترم! ہمیں آیاتِ قرآنی اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ روزِ قیامت کچھ شکایت کرنے والے عدالتِ الٰہی میں شکایت کریں گے، لہٰذا ہمیں دُنیا میں ایسے رہنا ہے کہ کل روزِ قیامت کوئی ہماری شکایت نہ کرے۔ہم یہاں کچھ شاکیانِ قیامت کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتے ہیں:

ا۔پیغمبرِ اسلام

قیامت کے روز پیغمبرِ خدا بارگاہِ خداوندی میں شکایت کریں گے اور کہیں گے:

"یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْاهٰذَاالْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا"۔

"اے میرے رب! بے شک میری قوم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا"۔

یہ آیت اس چیز کو ثابت کرتی ہے کہ قیامت کے روز پیغمبرِ خدا اپنی اُمت میں سے اُن کے بارے میں شفاعت کی بجائے شکایت کریں گے جنہوں نے قرآن سے لاتعلقی اختیار کی یا کوتاہی دکھائی یا اس پر عمل نہ کیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ اُن کے جدِ امجد حضرت محمد مصطفیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے روز خدا کی بارگاہ میں پہنچنے والا پہلا شخص میں ہوں گا اور میں اپنی اُمت سے سوال کروں گا کہ بتاؤ! تم نے قرآن اور میرے اہل بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" (اصولِ کافی: ج2، ص600)

۳،۴۔قرآن ومسجد

قرآن مجید قیامت کے روز پروردگارِ عالم کے حضور شکایت کرے گا:

''خدایا! مسلمانوں نے مجھے نہ پہچانا۔

خدایا! مسلمانوں نے میرے دستور پر عمل نہ کیا۔

خدایا! مسلمانوں نے صرف خوبصورت و دلکش آواز میں پڑھنے تک اکتفا کیا۔

خدایا! مسلمانوں نے زندہ انسانوں کے دلوں کو زندہ کرنے کی بجائے مردہ انسانوں کیلئے پڑھا۔

خدایا! مسلمانوں نے مجھے صرف استخارہ کرنے کیلئے کھولا۔

خدایا! مسلمانوں نے میرے الفاظ کی ترتیب یا اُس کے معنی میں تحریف کی۔

پیغمبرؐ اسلام سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ قیامت کے روز شکایت کرنے والوں میں ایک قرآن بھی ہوگا اور بحضورِ پروردگار عرض کرے گا:

''یَارَبِّ حَرَّفُوْنِیْ وَمَزَّقُوْنِیْ''۔

''خدایا! میرے معنی کو تبدیل کر دیا گیا اور (میرے دستور) کو پارہ پارہ کر دیا گیا'' (وسائل الشیعہ: ج3،ص484)۔

آپؐ نے مزید فرمایا: ''دُنیا میں چار چیزیں عجیب (مظلوم) ہیں:

1۔ قرآن، جو ظالم کی جیب میں ہو۔

2۔ وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔

3۔ گھر میں رکھا ہوا وہ قرآن جو پڑھا نہ جائے اور اُس پر گرد جم جائے۔

4۔ ایک صالح انسان جو ظالم اور بدکار معاشرے میں ہو۔

اسی مطلب کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

''قیامت کے روز تین چیزیں عدالتِ الٰہیہ میں شکایت کریں گی:

1۔ ویران مسجد جہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو۔

2۔ جاہلوں کے درمیان عالم جس کے علم سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔

3۔ وہ قرآن جس پر غبار جم جائے اور اُسے تلاوت نہ کیا جاتا ہو۔

۴۔ آئمہ معصومینؑ اور عترتِ پیغمبرؐ

شکایت کرنے والوں میں آئمہ معصومینؑ اور عترتِ پیغمبرؐ خدا بھی ہیں۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے:

''یَارَبِّ قَتَلُوْنَا وَطَرَدُوْنَا وَشَرَّدُوْنَا''.

''پروردگار! ظالم لوگوں نے ہمیں قتل کیا اور ہمیں ملک بدر کیا اور ہمیں بے یار و مددگار کر دیا''۔

پیغمبرؐ اسلام اور آلِ اطہار دو زانو بیٹھ جائیں گے اور ربِ اکبر سے انصاف کے طلبگار ہوں گے۔ پروردگار کا ارشاد ہوگا:

''میں ان کی شکایت کو سننے کیلئے اور انصاف دلانے کیلئے اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کیلئے زیادہ بہتر اور حق رکھتا ہوں''۔

۵۔ نادانوں میں گھرا ہوا عالم

شکایت کرنے والوں میں وہ عالم بھی ہوگا جو نادانوں اور جاہلوں میں گھرا ہوا ہے۔ وہ پروردگارِ عالم سے اس بات کی شکایت کرے گا کہ پروردگار! میرے ارد گرد نادان اور جاہل تھے اور کسی نے بھی میرے علم کا فائدہ نہ اُٹھایا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔

۶۔ اولاد کی شکایت باپ سے

اگر باپ دستورِ اسلامی کا لحاظ نہ رکھے اور رزقِ حلال اور حرام میں تمیز نہ کرے تو

نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس کا گوشت پوست اور حتیٰ کہ افزائش نسل کا ذریعہ نطفہ بھی حرام ہوگا۔اس سے جو اولاد وجود میں آئے گی، وہ فطرتاً گناہ اور حرام کاموں کی طرف راغب ہوگی۔ایسی اولاد قیامت کے روز پروردگار کی عدالت میں شکایت کرے گی کہ پروردگار! میرے گناہوں میں میرا باپ بھی شریک ہے۔اس نے حرام لقمہ کھایا اور ہمیں بھی کھلایا۔اگر یہ اس طرح نہ کرتا تو ہم بھی غلط کام نہ کرتے۔اس چیز کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

بعض روایات کے مطابق یہ شکایت چالیس نسل تک جائز ہے، مثلاً چالیسویں نسل سے اولاد بھی قیامت کے روز اپنے جد کے بارے میں شکایت کرے گی کہ میرے چالیسویں جد نے اگر حرام نہ کھایا ہوتا تو اُس کا اثر ہم تک نہ پہنچتا۔اسی چیز کی بنیاد پر آئمہ معصومینؑ کے آباء واجداد نسل در نسل پاک وپاکیزہ تھے اور اعلیٰ انسان تھے۔

ہم زیارتِ امام حسینؑ میں پڑھتے ہیں:

"اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ".

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا نور پاک صلبوں میں اور پاک ارحام میں تھا"۔

5۔ انسان کا نامۂ اعمال

قرآن مجید اور روایات میں نامہ اعمال کے بارے میں تفصیل سے گفتگو ہوئی ہے یعنی اس کو کتاب، صحف، صحیفہ اعمال اور زبر وطائر کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ فرشتے جو نامہ اعمال لکھنے پر معمور ہیں، اُن کو رقیب وعتید، کراماً کاتبین، رسولانِ پروردگار اور متلقیان کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔

نامہ اعمال کے معنی

نامہ اعمال یعنی وہ تمام نیک یا بد اعمال جو انسان دُنیا میں انجام دیتا ہے، لکھ لئے جاتے ہیں۔ کوئی عمل چاہے کتنا ہی چھوٹا یا بڑا ہو، لکھنے میں کوئی بھول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ".

"اور ہر چیز کو ہم نے امامِ مبین میں جمع کر لیا ہے"۔ (سورۂ یٰسین: 12)

قرآن کی رُو سے گناہگاروں کو اُن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور نیکوکاروں کو اُن کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ اسی بنیاد پر نیکیاں کرنے والوں کو اصحاب یمین یا اصحاب میمنہ اور برائیاں کرنے والوں کو اصحاب شمال یا اصحاب مشئمہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں:

"وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ. وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا".

"اور ہر انسان کا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے اُس کی تقدیر اُس کی گردن میں لٹکا دی ہے اور ہم روزِ قیامت اُس کو دکھانے کیلئے ایک نوشتہ کھولیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی مانند پائے گا"۔ (سورۂ بنی اسرائیل: 13)

نامہ اعمال کا بند ہو جانا

عبداللہ بن سلام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا سے جب میں نے پوچھا:
''یا رسولؐ اللہ! قبر میں منکر و نکیر فرشتوں کے آنے سے پہلے کیا کوئی اور فرشتہ قبر میں آئے گا؟''

جواب میں آپؐ نے فرمایا: ''ہاں! ایک فرشتہ جس کا نام رومان ہے اور جس کا چہرہ سورج کی طرح چمکتا ہوگا، قبر میں داخل ہوگا اور میت کے پاس آ کر کھڑا ہو جائے گا اور روح کو دوبارہ میت میں داخل کر دے گا اور میت سے کہے گا:

رومان: لکھو!

میت: میرے پاس قلم دوات نہیں ہے، میں کیسے لکھوں؟

رومان: تیری اُنگلیاں تیری قلم ہیں اور تیرا لعاب دہن تیری سیاہی یا دوات ہے۔

میت: میں کس پر لکھوں؟ میرے پاس کاغذ نہیں ہے۔

اس موقع پر فرشتہ رومان کفن کا ایک حصہ پھاڑ کر اُس میت کو دے گا اور کہے گا کہ اس پر لکھو۔

میت اُس پر تمام اعمالِ نیک و بد جو انجام دیئے گئے ہوں گے، لکھے گی۔ اس کے بعد فرشتہ رومان اُس کو حکم دے گا کہ اب اس پر دستخط کرو اور اس کو مہر کر دو۔

میت پوچھے گی کہ مہر کس طرح کروں اور دستخط کس طرح کروں؟ رومان فرشتہ اُس کو کہے گا کہ اپنے ناخن سے دستخط کرو اور ناخن سے اس کو مہر کر دو۔

اس عمل کے بعد رومان فرشتہ اس کو میت کی گردن میں لٹکا دے گا۔ قیامت کے روز یہی نامہ اُس کی گردن میں ہوگا اور محشر کے میدان میں کھولا جائے گا۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (سورہ بنی اسرائیل: 13)

"وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ".

اس کے بعد دو فرشتے منکر ونکیر قبر میں وارد ہوں گے۔

نامہ اعمال قرآن کی نظر میں

قرآن میں بہت سی آیات اس ضمن میں آئی ہیں۔ہم اُن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کریں گے:

"وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا".

"اور رکھ دیا جائے گا اعمال نامہ، سو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے جو اس میں درج ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ تحریر کیسی ہے جس نے کوئی چھوٹی یا بڑی حرکت نہیں چھوڑی مگر یہ کہ اُس کو لکھ لیا ہے"۔ (سورۂ کہف:49)

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً کُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰی اِلٰی کِتٰبِهَا. اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. هٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ. اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ'

"اور تم ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھو گے۔ہر گروہ کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامہ اعمال دیکھے۔آج تمہیں اُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے"(سورۂ جاثیہ، آیت 28، 29)۔

"وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ. وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ. وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ. وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ. عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ".

''جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی، ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے''۔ (سورۃ تکویر: 10 تا 14)

وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ. وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ.

''اور ہر عمل جو اُنہوں نے کیا تھا، اعمال ناموں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بات اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے''۔ (سورۃ قمر: 52، 53)

''فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ. فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا. وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا. وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ وَرَآءَ ظَھْرِہٖ. فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا''.

''اور جس کو اُس کا اعمال نامہ اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اُس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل کی طرف خوش وخرم لوٹے گا اور جس کو اُس کا اعمال نامہ اُس کی پیٹھ پیچھے سے پکڑا دیا جائے گا تو وہ ضرور موت مانگے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا''۔ (سورۃ انشقاق: 7 تا 12)

نامہ اعمال کون لکھتے ہیں؟

قرآن مجید سے رہنمائی لیتے ہیں کہ لکھنے والے دو فرشتے رقیب وعتید ہیں اور دُوسرے فرشتے انسان کے اعمال کے رقیب ہیں۔ اسی چیز کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

''اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ. مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ''.

''اُس وقت بھی دو کاتب دائیں اور بائیں لکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اُس کے قریب ہی کاتب لکھنے کیلئے تیار ہوتا ہے''(ق: 17، 18)۔

ایک اور جگہ قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

''وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ. كِرَامًا كَاتِبِيْنَ. يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ''.

''بے شک تم پر نگرانی کرنے والے اور معزز (اعمال) لکھنے والے مقرر ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو، وہ جانتے ہیں''۔(سورۂ انفطار: 10 تا 12)

اس آیت کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ لکھنے والے فرشتوں کے چار خصائل ہیں:

1۔ وہ محافظ و مراقب ہیں۔

2۔ مہربان ہیں۔

3۔ تمام اعمال کو لکھتے ہیں۔

4۔ انسان کے تمام کاموں، نیک یا برے، سب سے واقف ہیں۔

اسی آخری مطلب کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

''اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ''. (یونس: 21)

''بے شک ہمارے فرشتے تمہاری چالاکیاں اور چالبازیاں لکھ رہے ہیں''۔

کن لوگوں کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ہو گا؟

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کوئی دیارِ غربت میں میری زیارت کرے گا، میں تین مقامات پر اُس کی مدد کو پہنچوں گا۔ ان تین مقامات میں سے ایک:

''عِنْدَ تَطَايُرِ الْكُتُبِ''.

''جب نامہ اعمال پرواز کر کے انسان کے ہاتھ میں آئے گا''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام اُس وقت مدد فرمائیں گے جب انسانوں کو اُن کے نامہ اعمال دیئے جارہے ہوں گے۔ آپ کی شفاعت سے وہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں آئیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ وَقَّرَ مَسْجِدًا لَقِىَ اللّٰهُ يَوْمَ يَلْقَاهُ ضَاحِكًا مُسْتَبْشِرًا وَاَعْطَاهُ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ".

"جس نے مسجد کے احترام کا خیال رکھا اور اُس کی عزت کو بڑھایا، وہ قیامت کے روز اپنے پروردگار کے حضور مسکراتا ہوا آئے گا اور اُس کو نامہ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا"۔ (تفسیر نور الثقلین: ج5،ص 512)

رسولِ اکرم نے ارشاد فرمایا:

"وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ قَدْ هَوَتْ صَحِيْفَتُهُ قِبَلَ شِمَالِهِ، فَجَائَهُ خَوْفُهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَاَخَذَ صَحِيْفَتَهُ فَجَعَلَهَا فِىْ يَمِيْنِهِ".

"میں اپنی اُمت میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کا نامہ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دینے کیلئے روانہ کیا گیا لیکن اچانک اُس کا خوفِ الٰہی راہ میں آجاتا ہے اور اُس کے نامہ اعمال کو لے لیتا ہے اور پھر اُسے اُس کے دائیں ہاتھ میں دے دیتا ہے"۔

6۔ مکمل حساب کتاب

قیامت کے روز عدالتِ الٰہیہ میں جب لوگ پیش ہوں گے تو میزان قائم ہوگا۔ انسانوں کا اعمال نامہ کھولا جائے گا۔شکایت کرنے والوں کو عدل کے ساتھ مطمئن کیا جائے گا۔گواہ پیش ہوں گے۔ہر عمل کا حساب ہوگا اور حساب اتنا سخت ہوگا کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی چھوڑ انہیں جائے گا۔اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے۔وہ جلد جزاء وسزا سنادے گا۔

شیخ مفیدؒ کہتے ہیں: ”قیامت کے حساب سے مراد اعمال کا جائزہ لینا ہے۔اگر اعمال نیک ہوں گے تو وہ انسان کیلئے باعثِ بلندیٔ درجات ہوں گے ورنہ وہ قابل سزا ہوں گے“۔(بحار: ج7،ص252)

بعض قرآنی آیات کے مطابق تمام مخلوق سے سوال ہوں گے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ.

”پس یہ ضرور ہوکر رہنا ہے کہ ہم اُن لوگوں سے بازپرس کریں گے جن کی طرف پیغمبر اور رسول بھیجے گئے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے“۔(اعراف: 6)

حساب کا قائم ہونا قرآن کی نظر میں

قرآن میں بہت سی آیات میں لوگوں کے حساب کتاب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے:

”وَاِنْ تُبْدُوْامَافِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْتُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ“. (سورۂ بقرہ: 284)

”خواہ تم ظاہر کرو جو تمہارے دِلوں میں ہے یا چھپاؤ، اللہ تو ہر حالت میں اُس کا تم سے حساب لے گا“۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ انسانوں کا حساب بہت سخت ہوگا اور اُن کے تمام اعمال

کا حساب ہوگا۔ اسی لئے قیامت کے دن کو یوم الحساب بھی کہا گیا ہے۔

قرآن میں لقمان کا اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

"یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْفِی السَّمٰوٰتِ اَوْفِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَااللّٰهُ.اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ".

"اے میرے بیٹے! حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ کسی چٹان میں چھپی ہو یا آسمان میں یا زمین میں چھپی ہو تو بے شک اللہ اُسے نکال لائے گا۔ اللہ بہت باریک بین اور ہر بات سے باخبر ہے"۔ (سورہ لقمان: 16)

اس آیت میں دو چیزوں کی خبر ملتی ہے: پہلی یہ کہ علم اور قدرتِ خدا کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر جگہ اُس کی قدرت ہے۔ دُوسری یہ کہ انسان کے اعمال کی مکمل جانچ ہوگی اور اُس کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی حساب ہوگا۔ اس لئے انسان کو اپنا محاسبہ خود کرنا چاہئے۔

"لَایَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَافِی الْاَرْضِ وَلَآاَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ".

"اُس سے کوئی ذرہ برابر بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں اور نہیں کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی بڑی چیز مگر وہ درج ہے کتابِ مبین (لوحِ محفوظ) میں"۔ (سورہ سبا: 3)

یہ آیت اس چیز کو ظاہر کرتی ہے کہ دُنیا میں بھی اعمال کا حساب ہونا موجود ہے۔ البتہ آخرت میں یہ واضح طور پر ہوگا۔

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا. وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا. وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ".

"اور ہم قیامت کے دن ٹھیک تولنے والے ترازو رکھیں گے۔ کسی جان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں"۔ (سورۂ انبیاء:47)

حساب کا قائم ہونا، روایات کی نظر میں

پیغمبرؐ خدا کی احادیث اور روایاتِ آئمہؑ کے مطابق اعمال کا حساب ہونا ثابت ہے۔ اس موضوع پر بہت سے اقوالِ معصومینؑ موجود ہیں۔ ہم اُن میں سے صرف چند کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کروائیں گے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"قَيِّدُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالْمُحَاسَبَةِ".

"اپنے نفس کو محاسبہ کے ذریعہ خود قابو میں رکھو" (میزان الحکمہ: ج22، 405)

جنابِ رسولِؐ خدا کا فرمان ہے:

"اَكْيَسُ الْكَيِّسِيْنَ مَنْ حَاسَبَهٗ نَفْسَهٗ".

"عقلمندوں میں سب سے بڑا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے" (بحار، ج70، صفحہ70)۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَعْرِفُنَا اَنْ يَعْرِضَ عَمَلَهٗ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ عَلٰى نَفْسِهٖ فَيَكُوْنَ مُحَاسِبَ

نَفْسِہٖ، فَاِنْ رَأی حَسَنًا اِسْتَزَادَ مِنْھَا، وَاِنْ رَأی سَیِّئَۃً اِسْتَغْفَرَ مِنْھَالِئَلَّا یَخْزِیَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"۔

''ہر مسلمان جو ہماری معرفت رکھتا ہے، اُس پر واجب ہے کہ ایک شب و روز میں جو اعمال وہ انجام دیتا ہے، اُن کا محاسبہ کرے۔ اگر وہ اُن کو نیک پائے تو اُن کو مزید بڑھائے اور اگر اُن کو برا یا گناہ سے بھرا ہوا پائے تو فوراً توبہ و استغفار کرے تا کہ روزِ قیامت رُسوا نہ ہو''۔

متعدد روایات میں ذکر ہوا ہے کہ مؤمنین کے اعمال پیغمبرؐ خدا اور آئمہ معصومینؑ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ بعض روایات سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ یہ اعمال روزانہ پیش کیے جاتے ہیں۔ اصولِ کافی میں اس بارے میں چھ روایات آئی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہاں درج کی جاتی ہے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ،اَعْمَالُ الْعِبَادِ، کُلَّ صَبَاحٍ اَبْرَارُھَا وَ فُجَّارُھَا فَاحذَرُوْھَا، وَھُوَ قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی:اِعْمَلُوْافَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ"۔

''ہر روز صبح تمام بندوں کے اعمال و کردار کو، چاہے نیک ہوں یا فاسق، جنابِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ پس (بداعمالی) سے احتیاط کیجئے اور فرمانِ خدا (سورۂ توبہ، آیت 105) کا یہی مفہوم ہے کہ ''عمل کرتے رہو، اللہ اور اُس کا رسولؐ اُن کو دیکھنے والے ہیں''۔

✿✿✿

چند دلچسپ داستانیں

مکہ میں ہارون الرشید نے ایک بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دعوت دی گئی۔ ہارون الرشید نے امامؑ سے چند سوالات پوچھے۔ اُن میں سے ایک سوال یہ تھا:

''یابن رسول اللہ! دین کیا ہے؟ میرے لئے دین کی تشریح کیجئے''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''1، 5، 17، 34، 89، 135، 12 میں سے 1، 40 میں سے 1، 205 میں سے 1 اور ساری عمر میں ایک اور ایک کے بدلے ایک''۔

ہارون الرشید نے کہا: ''میں نے آپ سے دین کے بارے میں پوچھا ہے اور آپ مجھے چند اعداد بتا رہے ہیں؟''

امامؑ نے فرمایا:

''اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الدِّیْنَ کُلُّهٗ حِسَاب''.

''کیا تجھے معلوم نہیں کہ دین تو کُل کا کُل حساب ہے''۔

اگر حساب نہ ہوتا تو قرآن یہ نہ کہتا:

''وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَابِهَا. وَکَفٰی بِنَاحٰسِبِیْنَ''.

''اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں''۔ (سورہ انبیاء: 47)

ہارون الرشید نے کہا: ''آپ مجھے اِن اعداد کے بارے میں بتائیں''۔

امامؑ نے فرمایا: ''1 سے مراد توحید ہے جس نے دین اسلام واجب کیا۔ 5 سے مراد دین اسلام میں ہر روز 5 واجب نمازیں ہیں، کُل 17 رکعات بنتی ہیں۔ 34 سجدے

ہیں، 94 تکبیریں اور 135 تسبیحات ہیں۔ 12 میں سے 1 کا مطلب سال میں ایک ماہ کے روزے، 40 میں سے 1 زکوٰۃ ہے جو اڑھائی فیصد بنتی ہے۔ ساری عمر میں 1 سے مراد حج بیت اللہ ہے اور ایک کے بدلے ایک قصاص ہے جیسے قرآنِ پاک نے فرمایا ہے:

"اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ".

"نفس کے بدلے نفس"۔

محدث قمی یہ نقل کرتے ہیں:

احمد بن ابی الجواری ایک نہایت متقی شخص تھا۔ اُس کا اُستاد ابوسلیمان دارانی تھا۔ ابوسلیمان دُنیا سے رُخصت ہوگیا۔ ایک سال کے بعد احمد بن ابی الجواری نے اپنے اُستاد کو خواب میں دیکھا اور اُس سے اُن کا حال پوچھا اور کہا:

"اے اُستاد! موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟"

ابوسلیمان نے جواب میں کہا: "اے احمد! ایک روز میں باب الصغیر (دمشق) کے کنارے عبور کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص جس کے آگے آگے ایک اونٹ چل رہا تھا اور اُس پر کچھ لکڑی کی کٹی ہوئی شاخیں رکھی تھیں۔ میں نے اُن میں سے ایک چھوٹی سی لکڑی لے لی۔ مجھے یاد نہیں کہ اُس سے میں نے خلال (دانتوں میں سے ذرّے نکالنا) کیا یا دُور پھینک دیا۔ جب سے میں مرا ہوں، اُس وقت سے لے کر آج تک میرا اسی چیز کا محاسبہ ہو رہا ہے کہ میں نے مالک کی اجازت کے بغیر وہ چھوٹی سی لکڑی کیوں لی؟"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اِتَّقُوا الْمُحَقَّرَاتِ مِنَ الذُّنُوبِ، فَاِنَّهَا لَا تُغْفَرُ".

"چھوٹے یا حقیر گناہوں سے پرہیز کرو کیونکہ یہ بھی (توبہ کے بغیر) نہیں بخشے جائیں گے"۔

عدالتِ الٰہی میں سوال و جواب

روزِ قیامت انسان سے اُس کے ہر عمل اور گفتار کے بارے میں سوال و جواب ہوگا۔ کچھ انسانوں کو جن کے گناہ بہت زیادہ ہوں گے، بغیر حساب کے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور جن کی نیکیاں بہت زیادہ ہوں گی، اُن کو بغیر حساب کے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ جن کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں گے، اُن کا حساب سخت ہوگا اور جن کی نیکیاں اُن کے گناہوں سے زیادہ ہوں گی، اُن کا حساب آسان ہوگا۔ اعمال کے اسی حساب و کتاب اور سوال و جواب کے بارے میں مندرجہ ذیل احادیث و روایات درج کی جاتی ہیں:

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"اَوَّلُ مَایُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُالصَّلٰوةَ،فَاِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَاسِوَاهَا،وَاِنْ رُدَّتْ رُدَّ مَاسِوَاهَا".

"(قیامت کے روز) سب سے پہلے بندوں سے جس چیز کا حساب لیا جائے گا، وہ نماز ہے۔ اگر یہ قبول ہوگئی تو باقی اعمال بھی قبول کئے جائیں گے اور اگر یہ رد ہوگئی تو تمام اعمال بھی رد کردیئے جائیں گے"۔ (بحار: ج7،ص 267)

پیغمبرِ اسلام نے ارشاد فرمایا:

"فَيَقِفُوْنَ فَيَسْئَلُهُمْ مَا فَعَلْتُمْ فِىْ كِتَابِىْ وَ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ". (بحار: ج7،ص 263)

"انسانوں کو میرے نزدیک روک دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھے گا کہ بتاؤ تم نے میری کتاب (قرآن مجید) اور اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ سے کیا سلوک کیا؟"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا:

"اِتَّقُوااللّٰهَ فِىْ عِبَادِهٖ وَبِلَادِهٖ،فَاِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ

حَتّٰی عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ“.

”اللہ کی ناراضگی سے ڈرو اور اللہ کے بندوں اور اُن کے شہروں کی رعایت کرو کیونکہ یقیناً تم سے زمین اور حیوانات کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا“۔(نہج البلاغہ: خطبہ 167)۔

بعض روایات کے مطابق ہر شخص سے اُس کی عقل کے مطابق، جو اُس کو دُنیا میں دی گئی ہے، حساب لیا جائے گا۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: ”جس کسی میں تین خصائل ہوں، پروردگارِ عالم اُس پر قیامت کے روز حساب آسان کر دے گا اور اُسے بہشت میں داخل کرے گا۔ وہ تین صفات یہ ہیں:

”تُعْطِیْ مَنْ حَرَمَکَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ، وَتَعْفُوْا عَمَّنْ ظَلَمَکَ“.

”جو تمہیں محروم کرے، تم اُس کو عطا کرو، تمہارے عزیز و اقارب میں سے جو تم سے قطع رحم کریں، تم اُن سے صلہ رحم کرو اور جو تم پر ظلم کرے، تم اُس کو معاف کرو“۔

اِن کے علاوہ حسنِ خلق، خوش گفتاری، خوفِ خدا میں آنسو بہانا، نمازِ تہجد اور لوگوں پر احسان جیسی صفات انسان کے حساب میں آسانی پیدا کرتی ہیں۔

جنابِ رسولِؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

”لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعٍ، عَنْ عُمْرِهٖ فِیْ مَا اَفْنَاهُ، وَشَبَابِهٖ فِیْ مَا اَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ، وَفِیْمَا اَنْفَقَهٗ، وَعَنْ حُبِّنَا اَهْلَ الْبَیْتِؑ“.

''قیامت کے روز کوئی شخص اپنا قدم نہ اُٹھا سکے گا مگر جب تک کہ چار چیزوں کے بارے میں سوالوں کے جواب نہ دے گا:

1۔ اپنی عمر کو کس راستے میں استعمال کیا؟

2۔ اپنی جوانی کو کس طرح گزارا؟

3۔ مالِ دُنیا کہاں سے حاصل کیا اور کس راستے پر خرچ کیا؟

4۔ ہمارے خاندانِ رسالتؐ سے محبت''۔ (بحار: ج 7، ص 258)

جنابِ رسولِ خداؐ نے مزید ارشاد فرمایا: ''چھ قسم کے افراد بغیر حساب کے جہنم میں داخل کئے جائیں گے:

1۔ حکومتوں کے فرمانروا اپنے ظلم کی وجہ سے۔

2۔ عرب اپنے تعصب کی وجہ سے۔

3۔ سردارانِ قبائل اپنے تکبر کی وجہ سے۔

4۔ تاجر لوگ اپنے جھوٹ کی وجہ سے۔

5۔ علماء اپنے حسد کی وجہ سے۔

6۔ اُمراء بخل کی وجہ سے''۔ (میزان الحکمہ)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو بال و پر عطا کرے گا تاکہ وہ اپنی قبر سے نکل کر جنت کی طرف پرواز کرسکیں اور جس طرح چاہیں، جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکیں۔ فرشتے اُن لوگوں سے سوال کریں گے کہ کیا تم سے حساب لیا گیا ہے؟

یہ لوگ جواب دیں گے کہ نہیں۔ پھر فرشتے سوال کریں گے کہ کیا تم نے پلِ صراط عبور کیا ہے؟ یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم نے تو پلِ صراط کو دیکھا تک نہیں۔

فرشتے اُن سے پھر سوال کریں گے کہ کیا تم نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

پھر سوال پوچھا جائے گا کہ آپ کس نبی کی اُمت سے ہیں؟

جواب دیا جائے گا کہ ہم اُمتِ محمدیؐ سے ہیں۔

فرشتے دوبارہ اُن سے سوال کریں گے کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں بتائیں کہ آپ لوگ دُنیا میں کونسے عمل کرتے تھے؟

جواب میں وہ کہیں گے کہ دو صفات نے ہمیں اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا ہے۔

فرشتے سوال کریں گے کہ وہ دو خصلتیں کونسی ہیں؟

وہ جواب میں کہیں گے:

"کُنَّا اِذَا خَلَوْنَا نَسْتَحِیْ اَنْ نَعْصِیَهٗ، وَ نَرْضٰی بِالْیَسِیْرِ مِمَّاقُسِّمَ لَنَا".

"جب ہم تنہائی میں ہوتے تھے تو گناہ و بے حیائی کرنے میں خدا سے شرم کرتے تھے اور جو خدا نے ہمیں مقدر کیا، ہم اُس پر راضی رہتے تھے"۔

اس جواب پر فرشتے اُن سے کہیں گے:

"یَحِقُّ لَکُمْ هٰذَا".

"تم اِن اعلیٰ مقامات کے حقدار ہو"۔ (مجموعہ ورام، ص 190)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے ہر بندے کیلئے ساری عمر ہر دن اور رات میں چوبیس خزانے کھولے جاتے ہیں، اُن میں:

1۔ ایسے خزانے انسان پر کھولے جائیں گے جو نور و سرور سے بھرے ہوں گے۔ اُن کو دیکھ کر وہ انسان اتنا خوش ہوگا کہ اگر اُس کی خوشی کو تمام دوزخیوں میں بانٹ

دیا جائے تو وہ اپنی پریشانی بھول جائیں گے۔ یہ وہ گھنٹے ہیں جو اُس نے پروردگارِ عالم کی اطاعت میں گزارے ہوں گے۔

2۔ ایسے خزانے انسان پر کھولے جائیں گے جو تاریکی وبدبو سے بھرپور ہوں گے۔ اُن کو دیکھ کر وہ انسان اتنا پریشان ہوگا کہ اگر اُس کی پریشانی کو تمام اہل بہشت میں بانٹ دیا جائے تو تمام جنتی جنت کی نعمتوں کی لذتوں کو بھول جائیں گے۔ یہ وہ گھنٹے ہیں جو انسان نے گناہوں میں گزارے ہوں گے۔

3۔ ایسے خزانے اُس پر کھولے جائیں گے جو خالی ہوں گے۔ اُن میں نہ تو خوشی کے سامان ہوں گے اور نہ ہی پریشانی کے اسباب۔ یہ وہ گھنٹے ہیں جو انسان نے سونے میں گزارے ہوں گے یا اُن کاموں میں گزارے ہوں گے جو مباح ہیں۔ اُس وقت انسان کفِ افسوس ملے گا کہ کیوں نہ اُس نے اُن کو نیک کاموں میں خرچ کیا۔ یہ وہ مقام ہے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنْ''.

''وہ دن، احساس اور پریشانی کا دن ہوگا''۔ (سورۂ تغابن، 9)

امام جعفر صادق علیہ السلام درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا''.

''بے شک کان، آنکھ اور مرکزِ حواس دل ودماغ ان سب کے بارے میں تم سے بازپرس ہوگی''۔ (سورۂ بنی اسرائیل: 36)

قیامت کے دن کانوں سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیا سنا؟ آنکھوں سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیا دیکھا اور دل سے سوال کیا جائے گا کہ کن کن چیزوں کو تو نے

جگہ دی؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''قیامت کے روز تمام لوگ چند گروہوں میں تقسیم کردیئے جائیں گے۔ایک گروہ وہ ہوگا جس کا بہت کم حساب لیا جائے گا اور وہ خوش و خرم جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ایک گروہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ ایک گروہ وہ ہوگا جن کا بہت سخت حساب لیا جائے گا اور ایک ایک عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور بالآخر ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا''۔

اسی ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ''.

''سوائے اس کے نہیں کہ جنہوں نے صبر کیا، اُن کو اُس کا بے حد اجر دیا جائے گا'' (سورہ زمر، آیت 10)۔

۞۞۞

باب ہشتم

مقاماتِ شفاعت

مقامِ شفاعت اور ردِّ شفاعت

دین اسلام میں ایک واضح اور قطعی امر شفاعت ہے کیونکہ اس کے بارے میں متعدد آیات اور روایات موجود ہیں۔ یہ بھی قیامت کے مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے کیونکہ لوگوں کی اکثریت کی نجات کا دارومدار اولیاء اللہ کی شفاعت پر ہے۔ انسان کو دُنیا میں ایسی زندگی گزارنا چاہئے کہ روزِ قیامت وہ شفاعت کے قابل ہو۔ اگر خدانخواستہ وہ قابلِ شفاعت نہ ہوا تو غالب امکان یہی ہے کہ وہ جنت سے محروم ہوجائے گا۔

شفاعت کے معنی

شفاعت اصل میں لفظِ شفع سے ہے جس کے معنی ہیں "ضمیمہ کرنا"، کسی چیز کو کسی دُوسری چیز کے ساتھ منسلک کرنا۔

اس کی تشریح اس طرح سے ہے کہ گناہگار کے بعض افعال جیسے ایمان، اعمالِ صالح اس طرح کے ہوں گے کہ اولیاء اللہ سے ملتے جلتے ہوں گے اور اولیاء اللہ اُن کو کمال کی طرف لے جائیں گے اور بارگاہِ خداوندی سے اُس کیلئے معافی کے خواستگار رہوں گے۔ اس کے نتیجہ میں اُس کے نیک اعمال کے ساتھ لطفِ اولیاء اللہ ضمیمہ کردیئے جائیں گے اور یہ اُس کی نجات کا باعث ہوگا۔

یہاں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ شفاعت کرنا اصولوں کی پامالی نہیں بلکہ یہ اصول پر ہی مبنی ہے۔ اگر مدد کرنا اصول کے خلاف ہوتا تو کسی کی شفاعت نہ ہوسکتی۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"اَلشَّفِیْعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ".

''شفاعت کا چاہنے والا، بال و پر چاہنے والا ہے''۔

یعنی جس طرح پرندے کے بچہ پر نہ ہونے کی وجہ سے پرواز نہیں کرسکتا اور وہ اُڑنے کیلئے ماں باپ کی مدد کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح شفاعت چاہنے والے شفاعت کرنے والوں کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں تاکہ وہ بھی آسمانوں پر پرواز کی سعادت حاصل کرسکیں۔

شفاعت اپنی ایک نوع میں اس دُنیا میں بھی موجود ہے۔فرق یہ ہے کہ اس دُنیا میں اکثر شفاعتیں عدل اور قانونِ الٰہی کے خلاف ہوتی ہیں لیکن کچھ صحیح بھی ہوتی ہیں، مثلاً مظلوموں کو ظالموں کے ظلم وستم سے نجات دینے کیلئے جو شفاعت کی جائے، عین حق ہے۔

شفاعت کے بارے میں شیخ صدوق نقل کرتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَنْکَرَ ثَلاَ ثَۃَ اَشْیَاءٍ فَلَیْسَ مِنْ شِیْعَتِنَا اَلْمِعْرَاجُ وَالْمَسْأَلَۃُ فِی الْقَبْرِ وَالشَّفَاعَۃِ.

''جو تین چیزوں کا انکار کرے، وہ ہمارے محبوں میں سے نہیں:

1۔واقعہ معراج۔ 2۔قبر میں منکر ونکیر کا سوال کرنا۔

3۔روزِ قیامت شفاعت

شفاعت قرآن کی نظر میں

قرآن مجید میں شفاعت کے بارے میں تقریباً تیس مرتبہ ذکر ہوا ہے اور ہر آیت میں شفاعت کا ایک الگ پیغام ہے۔ یہاں پر اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے چند آیات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواتے ہیں:

"فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ" (مدثر:48)

'اُس دن اُن کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی'۔

"وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ". (سورہ بقرہ:48)

"اُس دن سے ڈرو جب کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آئے گا اور نہ کسی شخص کی اس کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی کسی قسم کی امداد کی جائے گی"۔

مندرجہ بالا دونوں آیات اور اسی طرح دوسری آیاتِ قرآنی سے ثابت ہے کہ شفاعت کرنا اور کسی کیلئے شفاعت کا ہونا یقینی امر ہیں۔ لیکن یہ شفاعت مجرموں کیلئے نہیں ہو گی، مثلاً جو روزِ قیامت کا منکر ہے، اُس کیلئے کوئی شفاعت نہیں۔ اسی طرح تارک اصلوٰۃ اور فقراء کو کھانا نہ کھلانے والے بھی اس سے محروم رہیں گے۔

"قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ". (سورہ زمر:44)

"کہہ دیجئے کہ تمام کی تمام شفاعت اللہ ہی کیلئے ہے، اُسی کیلئے تمام آسمان اور زمینیں ہیں اور پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے"۔

"مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ" (سجدہ:4)

"تمہارا اُس کے سوا کوئی حامی و مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا"۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شفاعت پر قدرت تو مخصوص اللہ کیلئے ہے اور اپنے بعد وہ جس کو چاہے، یہ حق عطا فرمادے۔ بے شک اللہ ہی زمینوں اور آسمانوں کا مالک

وقادر ہے اور وہی گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ یہ بھی شفاعت کی ایک قسم ہے۔

"مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" (بقرہ:255)

"کون ہے جو سفارش کرسکے اُس کے حضور اُس کی اجازت کے بغیر"۔

"یَوْمَئِذٍلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّامَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا". (سورہ طٰہٰ:109)

"اُس دن شفاعت فائدہ نہ دے گی مگر اُسے جس کو وہ رحمٰن اجازت دے اور اُس کا بولنا پسند کرے"۔

"مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّامِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ" (یونس:3)

"نہیں ہے کوئی شفاعت کرنے والا مگر اُس کی اجازت کے بغیر"۔

"وَلَایَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ". (زخرف:86)

"اور جن کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں، وہ شفاعت کا اختیار نہ رکھیں گے، سوائے اُن کے جو حق کی گواہی دے، جس حال میں وہ جانتے بھی ہوں"۔

"وَلَایَشْفَعُوْنَ اِلَّالِمَنِ ارْتَضٰی". (انبیاء:28)

"اور نہیں سفارش کرتے وہ مگر اُس کی جس کیلئے اللہ سفارش کو پسند کرے"۔

مندرجہ بالا تمام آیاتِ قرآنی سے واضح ہے کہ شفاعت کرنے والا مقامِ شفاعت تک پہنچا ہو اور جس کی شفاعت کی جائے، وہ بھی کم از کم رضایتِ خدا رکھتا ہو یعنی وہ ایسے گناہوں کا مرتکب نہ ہوا ہو جس پر خدا غضبناک ہوتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام بطور شفیعِ اُمت

امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا محمد حنفیہؒ

نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ ایک روز میرے بابا علی علیہ السلام اہل کوفہ سے خطاب کر رہے تھے تو فرمایا کہ پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

''میں قیامت کے روز ایک ارفع و اعلیٰ مقام یعنی مقامِ شفاعت پر کھڑا ہوں گا اور اپنی اُمت کے اتنے گناہگاروں کی شفاعت کروں گا کہ پروردگار فرمائے گا:

''اَرَضِیْتَ یَامُحَمَّد؟''

''اے محمدؐ! کیا تم راضی ہوگئے؟''

پیغمبرؐ خدا کا فرمان سنانے کے بعد آپؑ نے اہل کوفہ کے ایک گروہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ سب سے زیادہ (گناہگاروں کو) اُمید دلانے والی آیت یہ ہے:

''قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا''. (زمر:53)

''کہہ دے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے''۔

اُس گروہ نے کہا: جی ہاں! یا علیؑ۔

اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا: ''لیکن ہم اہل بیتؑ یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ اُمید دلانے والی آیت یہ ہے، جب پروردگار اپنے محبوب سے فرمائے گا:

''وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی''(ضحیٰ:5)

''اور عنقریب تمہارا رب تمہیں عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔

روایت میں ہے کہ محمد حنفیہؒ نے یہ کہنے کے بعد کہا: خدا کی قسم! یہ عطیہ وہی شفاعت کا عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ اسلام کو اہل لا الٰہ الا اللہ کیلئے دیا ہے، یہاں تک کہ پیغمبرؐ راضی ہو جائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"رِضَا جَدِّیْ اَنْ لَایَبْقٰی فِی النَّارِ مُوَحِّدٌ".

"میرے جد کی خوشنودی تو یہ ہے کہ ایک بھی توحید پرست آتش جہنم میں نہ ہو"۔

پیغمبرؐ کا مقام محمود پر فائز ہونا

قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا".

"اور رات کو تہجد پڑھو، یہ زائد عبادت ہے، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے"۔ (بنی اسرائیل: 79)

جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ مقامِ محمود وہ مقام ہے جہاں پر میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ روزِ قیامت جب لوگ قبروں سے نکلیں گے اور میدانِ حشر میں جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی کرنے والے کی آواز آئے گی:

"یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپؐ کے محبوں اور آپؐ کے اہل بیتؑ کے محبوں کی جزا کیلئے امان دی ہے۔ آپ جس طرح چاہیں، اُن کی مشکلات کو حل کریں"۔

اُس وقت میں (محمدؐ) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا:

"پروردگار! میں اُن کیلئے تجھ سے جنت مانگتا ہوں"۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

"بَوِّاْهُمْ مِنْهَا حَيْثُ شِئْتَ".

"جس طرح چاہتے ہو، اُن کو جنت میں جگہ دو"۔

پھر فرمایا: "یہ ہے مقامِ محمود جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے"۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ میدانِ حشر میں کافی مدت سے سخت گرمی میں پابند ہوں گے۔ اِن حالات میں حضرت آدم علیہ السلام اُن کے قریب آئیں گے۔ وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت کیلئے کہیں گے، وہ اُن کو حضرت نوحؑ کے حوالے کر دیں گے۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے شفاعت کیلئے کہیں گے، حضرت نوحؑ اُن کو حضرت ابراہیمؑ کے حوالے کر دیں گے۔ لوگ حضرت ابراہیمؑ سے شفاعت کیلئے کہیں گے، وہ اُن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ لوگ اُن سے شفاعت کیلئے کہیں گے، وہ اُن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے کر دیں گے۔ لوگ اُن سے شفاعت کیلئے کہیں گے، وہ اُن کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا دیں گے۔

لوگ آپؐ سے شفاعت کی درخواست کریں گے، پیغمبرِ خداؐ اُن کو ہاں میں جواب دیں گے۔ آپؐ ان سب کو لے کر در بہشت تک آئیں گے، دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ پوچھا جائے گا کہ کون ہے؟ آپؐ جواب دیں گے کہ میں محمدؐ ہوں۔

ایک ندا آئے گی کہ بہشت کے دروازہ کو محمدؐ کے لئے کھول دو۔ دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپؐ سجدہ ریز ہو جائیں گے اور اپنے سر کو سجدہ سے نہیں اُٹھائیں گے، یہاں تک کہ پروردگارِ عالم کی طرف سے کہا جائے گا:

"تَكَلَّمْ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ".

"آپ بات کریں اور مانگیں جو چاہتے ہیں، آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت

کریں، آپ کی شفاعت قبول ہوگی"۔

پیغمبرؐ خدا سجدہ سے سر اُٹھائیں گے، پھر سجدہ میں چلے جائیں گے۔ خدا کی طرف سے پھر وہی صدا آئے گی۔ اس کے بعد پیغمبرؐ خدا خوشی سے اُن گناہگاروں کو لے کر بہشت میں داخل ہوں گے۔

شفاعت، روایات کی نظر میں

شفاعت کے بارے میں سینکڑوں روایات کتب اہل سنت اور اہل شیعہ میں پائی جاتی ہیں جن کو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں۔ صرف چند روایات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے:

ا۔ قیامت، شفاعت کا مقام

شفاعت اپنے وسیع معنی کے اعتبار سے تو دُنیا، برزخ اور قیامت، تینوں مقامات پر ہوتی ہے لیکن اس کا مقامِ اصلی قیامت ہی ہے۔ یہ شفاعت کسی وقت اور کسی بھی مقام پر ہوسکتی ہے، مثلاً قبر سے باہر نکلنے کے وقت، اعراف کے مقام پر، پُل صراط پر، حوضِ کوثر پر یا جنت کے دروازے پر۔ ان میں سے کسی بھی مقام پر شفاعت ہو سکے گی لیکن شفاعت کا اصلی مقام حساب و کتاب کے آخری مرحلہ پر ہی ہوگا جس کے بعد گناہگار بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔

۲۔ شفاعت اور عدلِ الٰہی ساتھ ساتھ

سوال کیا جاتا ہے کہ عدلِ الٰہی کے مطابق گناہگاروں کو سزا ملنی چاہئے لیکن شفاعت اُن کو نجات دلاتی ہے۔ تو پھر یہ عدلِ الٰہی اور شفاعت اکٹھے کیسے ہوسکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شفاعت صرف اُن کی ہوگی جو شفاعت کی کم از کم اہلیت رکھتے ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ شفاعت، عدل سے بالاتر ہے۔ پروردگار اپنے فضل و کرم اور احسان سے لوگوں کیلئے شفاعت قبول کریں گے۔ پس شفاعت عدالتِ الٰہیہ کے مقابل

نہیں بلکہ اُس کے کرم کی ایک مثال ہے۔

۳۔منکرینِ شفاعت

بعض عناصر ایسے ہیں جو شفاعت سے محروم ہوں گے، مثلاً:

(ا)۔ **شفاعت پر یقین نہ کرنے والے۔** جو شخص شفاعت پر یقین ہی نہیں رکھتا اور یہ تسلیم ہی نہیں کرتا کہ روزِ قیامت پیغمبرؐ خدا، یا اُن کی آلِ اطہار گناہگاروں کی سفارش کریں گے، اُن کے بارے میں پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں:

"مَنْ لَمْ یُوْمِنْ بِشَفَاعَتِیْ فَلاَ اَنَالَهُ اللّٰهُ شَفَاعَتِیْ".

"جس کا میری شفاعت پر ایمان نہ ہو، پروردگار میری شفاعت اُس تک نہیں پہنچائے گا"۔

(ب)۔ **دشمنِ اہلِ بیتؑ۔** پیغمبرؐ خدا کی آلِ اطہار کو اذیت پہنچانے والا یا اُن کا دشمن آپؐ کی شفاعت کا حقدار نہ ہوگا۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب پروردگار مجھے مقامِ محمود پر پہنچائے گا تو میں اپنی اُمت کے بڑے بڑے گناہگاروں کی شفاعت بھی کروں گا اور اللہ تعالیٰ اُسے قبول بھی فرمائے گا لیکن:

"وَاللّٰهِ لاَ تَشَفَّعْتُ فِیْمَنْ آذٰی ذُرِّیَّتِیْ".

'خدا کی قسم! میں اُن کی شفاعت نہیں کروں گا جنہوں نے میری اولاد (ذریت) کو اذیتیں پہنچائیں'۔

(ج)۔ **شرک و ظلم۔** پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ شرک اور ظلم کرنے والوں تک میری شفاعت نہیں پہنچے گی۔

(د)۔ گمراہ اور برے ساتھی رکھنے والے کو نبی کی شفاعت میسر نہ ہوگی (سورۂ شعراء: آیات 99، 100 اور سورۂ مدثر: آیات 45 تا 47)۔

(و)۔ قیامت کا انکار کرنے والے کو حضورؐ اکرم کی شفاعت میسر نہ ہوگی ۔ یہ بات سورۃ مدثر کی آیت 46 میں بھی بیان کی گئی ہے ۔

(ز)۔ تارک الصلوٰۃ اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے والوں کو پیغمبرؐ خدا کی شفاعت نہیں مل سکے گی۔

(ح)۔ ظالم حکمران، جھوٹ بولنے والے اور حق تلفی کرنے والے بھی شفاعت نبیؐ اکرم سے محروم رہیں گے۔

(ط)۔ نماز کو خفیف اور کم اہم سمجھنے والوں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا:

"لَایَنَالُ شَفَاعَتِیْ مَنْ اِسْتَخَفَّ بِصَلَاتِہٖ".

"نماز کو خفیف سمجھنے والے تک میری شفاعت نہ پہنچے گی"۔

(ی)۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اگرچہ مقرب فرشتے اور رسولانِ خدا بھی ناصبی (دشمن اور گستاخِ اہل بیتؑ) کی شفاعت کریں تو بھی اُسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

(ک)۔ خدا اور رسولؐ پر شک کرنے والوں کے بارے میں پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

"وَالشَّفَاعَۃُ لَا تَکُوْنُ لِاَھْلِ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَلَا لِاَھْلِ الْکُفْرِ وَالْجُحُوْدِ".

"شفاعت اُن کیلئے نہیں جو شک کرنے والے ہیں (جن کے ایمان متزلزل ہوں) جو مشرک ہیں، جو کافر ہیں اور جو انکار کرنے والے ہیں"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے تین بار فرمایا:

"مجھے خدا کی قسم ہے، مجھے خدا کی قسم ہے، مجھے خدا کی قسم ہے، ہم اپنے حبداروں کی، جو گنا ہگار ہیں، شفاعت کریں گے"۔ (تفسیر نور الثقلین، ج4، ص 61)

قیامت کے روز شفاعت کرنے والے

قیامت کے روز بہت سے اُمور، گناہگار انسان کی شفاعت کریں گے۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو شفاعت کرنے والے زیادہ ہوں گے مگر خود انسان میں شفاعت حاصل کرنے کیلئے کم از کم اہلیت موجود ہونی چاہئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی". (انبیاء:28)

"اور اُن میں سے کسی کی شفاعت نہیں کی جائے گی مگر جن سے اللہ راضی ہو"۔

شفاعت کرنے والے بہت ہیں، مثلاً:

1۔ قرآن مجید

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ شَافِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ".

"قرآن کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ یہ قیامت کے روز شفاعت کرنے والا ہے"۔

اسی چیز کو حضرت علی علیہ السلام نے اس طرح فرمایا ہے:

"فَاِنَّهٗ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ".

"قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا"۔

2 تا 5۔ پیغمبرؐ اسلام

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"اَلشُّفَعَاءُ خَمْسَةٌ: اَلْقُرْآنُ وَالرَّحِمُ، وَالْاَمَانَةُ وَ نَبِیُّکُمْ وَاَهْلُ بَیْتِ نَبِیِّکُمْ".

"قیامت کے روز شفاعت کرنے والے پانچ ہیں: قرآن، صلہ رحم، امانتداری، پیغمبرؐ خدا اور اہل بیتؑ اطہار"۔

6۔روزہ

پیغمبرؐخدا نے ارشادفرمایا:

"اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ"۔

"بندے کیلئے روزہ اورقرآن قیامت کے روز شفاعت کریں گے"۔

7تا9۔پیغمبرؐخدا

رسولِؐخدا نے ارشادفرمایا:

"ثَلاَثَةٌ یَشْفَعُوْنَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَیُشَفَّعُوْنَ، اَلاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ"۔

"قیامت کے روز تین گروہ خدا کے حضور سفارش کریں گے اور اُن کی سفارش قبول ہوگی: انبیاء،علماءاورشہداء"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:"جب قیامت برپا ہوگی تو عابد سے کہا جائے گا کہ بہشت میں داخل ہوجاؤ مگرعلماء سے کہا جائے گا:

"قِفْ تَشْفَعْ لِلنَّاسِ بِحُسْنِ تَأدِیْبِکَ لَهُمْ"۔

"رُک جاؤ اورلوگوں کی شفاعت کروکیونکہ تم اُن کوبہتر طور پرنیکی کی تربیت کرتے تھے"۔

10۔حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام نےفرمایا:

"لاَ شَفِیْعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ"۔

"کوئی بھی شفاعت کرنے والاتوبہ سےزیادہ کامیاب نہیں"۔

11۔ آئمہ سلام اللہ علیہم

سے نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنے حبداروں (شیعوں) سے خطاب کے دوران فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ آخِذٌ بِحُجْزَۃِ رَبِّہٖ، وَنَحْنُ آخِذُوْنَ بِحُجْزَتِہٖ وَاَنْتُمْ آخِذُوْنَ بِحُجْزَتِنَا۔

''قیامت کے روز، رسولؐ خدا اپنے پروردگار کے دامن بخشش کو تھامیں گے اور ہم بخشش کیلئے پیغمبرؐ خدا کے دامن کو تھامیں گے اور ہمارے شیعہ بخشش کیلئے ہمارے دامن کو تھامیں گے''۔

12۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیَشْفَعُ فِیْ مِثْلِ رَبِیْعَۃَ وَمُضَرٍ، وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیَشْفَعُ حَتّٰی لِخَادِمِہٖ''۔

''مومن ربیعہ و مضر (دو جمعیت والے قبیلے) کی تعداد کے برابر شفاعت کریں گے، حتی کہ اپنے خدمت گزار کی بھی سفارش کریں گے''۔

پیغمبرؐ خدا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَاَقَلُّ الْمُؤْمِنِیْنَ شَفَاعَۃً مَنْ یَشْفَعُ ثَلَاثِیْنَ اِنْسَانًا

''مومن کی کم ترین شفاعت یہ ہوگی کہ وہ تین انسانوں کی شفاعت کرے''۔

13۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اِنَّ الْجَارَ یَشْفَعُ لِجَارِہٖ، وَالْحَمِیْمَ لِحَمِیْمِہٖ''۔

''ہمسایہ اپنے ہمسائے کی اور مخلص دوست اپنے مخلص دوست کی شفاعت کرے گا''۔

14۔امیر المؤمنینؑ نے فرمایا:

"شَافِعُ الْخَلْقِ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ وَلُزُوْمُ الصِّدْقِ".

"عملِ حق اور گفتار کی سچائی انسان کے شفیع ہوں گے"۔

15۔آئمہ معصومینؑ

آئمہ معصومینؑ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"تمام اُمت کیلئے پیغمبرؐ خدا ہی شفاعت ہیں اور ہم اپنے شیعوں کیلئے شفاعت کرنے والے ہیں اور ہمارے شیعہ اپنے عزیز و اقارب کی شفاعت کرنے والے ہیں"۔

(بحار: ج8،ص42)۔

16۔شہداء

شہداء کی شفاعت بہت وسیع ہوگی۔اُن کے بارے میں پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"وَيَشْفَعُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًامِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ وَجِيْرَانِهِ".

"ایک شہید اپنے گھر والوں،عزیز و اقارب، ہمسایوں اور دُوسرے افراد سب کو ملا کر ستر ہزار افراد کی شفاعت کر سکے گا"۔(تفسیر مجمع البیان: ج2،ص538)

17۔امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان

آپ اس بیان کے بارے میں کہ "ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے" فرماتے ہیں:

"فَنَبْعَثُ عَلَيْهِمْ شِيْعَتَنَا كَسَلْمَانَ وَمِقْدَادٍ وَاَبِيْ ذَرٍّ وَنُظَرَائِهِمْ فِي الْعَصْرِ الَّذِيْ يَلِيْهِمْ ثُمَّ فِيْ كُلِّ

عَصْرٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ"۔

"ہم قیامت کے روز اپنے شیعوں میں سے اعلیٰ افراد جیسے سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ یاسر کو اپنے شیعوں کی طرف بھیجیں گے اور وہ انسانوں کے بے پناہ ہجوم میں سے ہمارے شیعوں کو ایسے چن لیں گے جیسے عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، اور اسی طرح اپنے برجستہ دوستوں اپنے نیک شیعوں کی طرف روانہ کریں گے اور وہ اُن کو ایسے چن لیں گے جیسے کبوتر اپنا دانا چنتا ہے۔ پھر اُن کو بہشت کی جانب ہمارے سامنے ایسے روانہ کردیں گے جیسے دُلہن کو روانہ کیا جاتا ہے"۔

نتیجہ بحث

یہ روایاتِ بالا شفاعت کرنے والوں کا مختصر تعارف کرواتی ہیں کہ روزِ قیامت انبیاء، آئمہ معصومینؑ، اولیاء اللہ، شہدائے فی سبیل اللہ، علمائے حقہ قرآن مجید، اصحاب باوفا، مؤمنین کرام وشیعانِ متقی، دوستانِ برجستہ، اعمالِ صالح، توبہ، روزہ، نماز اور حج وغیرہ سب کے سب باجازتِ خدا اپنے اپنے مقام ومنزلت کے مطابق شفاعت کریں گے۔

قابلِ شفاعت کون ہوں گے؟

اس سے پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ انسان ایسے اعمال بجالائے کہ وہ شفاعت کے قابل ہوجائے۔ اس کا دارومدار صرف اور صرف اعمالِ صالحہ، جناب امیر المؤمنینؑ کی ولایت پر ایمان، اعتقاداتِ دینی قرآن سے وابستگی اور عترتِ رسولؐ سے مودّت پر ہے۔

علماء میں سے ایک عالم روایت کرتے ہیں کہ ایک شاعر، جس کا نام حاجب تھا، شفاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوگیا اور اُس نے یہ شعر کہا:

حاجب اگر محاسبۂ حشر با علیؑ است

من ضامنم کہ ہر چہ بخواہی گناہ کن

رات کو خواب میں اُس نے جناب امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ وہ سخت ناراض تھے اور فرمایا: ''حاجب! تم نے اچھا شعر نہیں کہا''۔

حاجب نے عرض کی: ''مولا! شعر کس طرح کہتا؟''

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''حاجب! اپنے شعر کی اس طرح اصلاح کرو''۔

حاجب اگر محاسبۂ حشر با علیؑ است

شرم از رخِ علیؑ کن و کمتر گناہ کن

شفاعت کے بارے میں چند مزید روایات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروائی جاتی ہے:

(ا)۔اہل بیتؑ کی محبت

حضرت علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

'اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ شَفِيْعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ، وَالسَّاعِیْ فِیْ اُمُوْرِهِمْ مَا اضْطُرُّوْا اِلَيْهِ، وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوْا''. (بحار: ج8، ص49، 50)

''قیامت کے روز میں چار گروہوں کی شفاعت کروں گا:

1۔ جنہوں نے میرے بیٹوں اور میری اولاد کی عزت و احترام کیا ہوگا۔

2۔ جنہوں نے میرے بیٹوں اور اولاد کی ضروریات کو مہیا کیا ہوگا۔

3۔ جنہوں نے اُنؑ کی مشکلات کو حل کرنے میں کوشش کی ہوگی۔

4۔ جنہوں نے مشکل حالات میں بھی اُن سے دل و جان سے محبت کی ہوگی''۔

(ب)۔آئمہ معصومینؑ کا فرمان

”لَنَا شَفَاعَةٌ فِیْ شِیْعَتِنَا وَلِشِیْعَتِنَا شَفَاعَةٌ فِیْ اَھْلِ بَیْتِھِمْ“.

”یہ ہمارے اُوپر ہے کہ ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کریں اور ہمارے شیعوں پر ہے کہ وہ اپنے عزیز واقارب کی شفاعت کریں“۔(بحار:ج8،ص42)

ابن مسعود کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جب قیامت برپا ہوگی تو پروردگار مجھے اور علیؑ کوفرمائے گا:

”اُدْخُلَا الْجَنَّةَ مَنْ شِئْتُمَا وَاُدْخُلَا النَّارَ مَنْ شِئْتُمَا“

”آپ جس کو چاہیں، جنت میں داخل کریں اور جس کو چاہیں، دوزخ میں بھیج دیں“۔

(ج)۔گناہگار کی پشیمانی

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

”شَفِیْعُ الْمُجْرِمِ خُضُوْعُهُ بِالْمَعْذِرَةِ“.

”پروردگار کی بارگاہ میں گناہگار کا توبہ کرنا اور گڑگڑانا اُس کی شفاعت کا باعث بنے گا“۔(غرر الحکم،ترجمہ:محمد علی انصاری،ج1،ص449)

(د)۔آئمہؑ سے توسّل

جنابِ رسولِؐ خدا نے ارشاد فرمایا:”جوکوئی میرے بیٹے حسینؑ کے امام بیٹوںؑ کی اطاعت کرے گا تو گویا اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جوکوئی اُنؑ کی نافرمانی کرے گا تو گویا اُس نے خدا کی نافرمانی کی۔وہ محکم ایمان والے اور خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں“۔

اسی لئے ہم دُعائے توسّل میں پڑھتے ہیں:

''یَاوَجِیۡهًاعِنۡدَاللّٰهِ اشۡفَعۡ لَنَاعِنۡدَاللّٰهِ''.

''اے اللہ کی بارگاہ میں بڑی عزت اور شان والے! اُس کی بارگاہ میں ہماری بھی شفاعت فرما''۔

(ھ)۔ جنابِ رسولِ خدا کا ارشاد

''اِنَّ اَقۡرَبَکُمۡ مِنِّیۡ غَدًا، وَاَوۡجَلَکُمۡ عَلَیَّ شَفَاعَةً، اَصۡدَقُکُمۡ لِسَانًا، وَ اَدَّاکُمۡ لِلۡاَمَانَةِ، وَاَحۡسَنُکُمۡ خُلُقًاوَاَقۡرَبُکُمۡ مِنَ النَّاسِ''.

''قیامت کے روز مجھ سے نزدیک ترین اور میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہو، سب سے زیادہ امانتدار ہو، سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو اور لوگوں کے سب سے زیادہ نزدیک ہو''۔(بحار: ج69 ص 381)

دلچسپ داستان

بنیادی طور پر تقویٰ اور اعمالِ صالح شفاعت حاصل کرنے کیلئے ضروری اور اہم ارکان ہیں۔یہی قیامت کے روز بعض گناہوں کی معافی کا سبب ہوں گے۔ یہ اس دُنیا میں بھی باعثِ نجات ہیں اور آخرت میں بھی۔ اسی سلسلہ میں قرآن مجید میں سورۂ کہف کی آیت 9 میں اصحاب رقیم کا ذکر آیا ہے۔ہم یہاں آپ کی توجہ ایک دلچسپ داستان کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ کس طرح اخلاصِ عمل اس دُنیا میں باعثِ نجات ہے۔

کتاب ''محاسن برقی'' میں جنابِ رسولِ خدا سے اس طرح نقل کیا گیا ہے:

تین افراد جو عابد و زاہد تھے، اپنے گھروں سے نکلے اور اکٹھے مل کر سیر و سیاحت کی غرض سے کوہ و بیابان کی طرف روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ ایک غار تک پہنچے جو ایک بلند پہاڑ میں واقع تھی۔ طوفان و بارش کی وجہ سے غار میں پناہ لی اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔

طوفان اتنا شدید تھا کہ ایک بہت بڑا پتھر لڑھک کر غار کے منہ پر آ گیا اور اُس نے غار کے دہانے کو مکمل طور پر بند کر دیا۔

غار میں اندھیرا چھا گیا۔ وہ ایک دُوسرے کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ جب اُن تینوں نے اپنے آپ کو اس مصیبت میں دیکھا تو پریشان ہو گئے اور ایک دُوسرے سے اس کا حل ڈھونڈنے کیلئے گفتگو کرنے لگے۔ کوئی راستہ نظر نہ آ رہا تھا کہ اس مصیبت سے کیسے نجات ہو! آخر میں اُن میں سے ایک نے کہا کہ اب ہمارے پاس کوئی حل نہیں رہا تو آؤ ہم بارگاہِ خدا میں اپنے اپنے خالص نیک اعمال کو پیش کریں اور اُسی بنیاد پر خدا سے شفاعت حاصل کریں۔ یہاں پر چونکہ ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے گرفتار ہوئے ہیں، لہٰذا ہم میں سے ہر کوئی اپنے کسی خالص نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ سے دُعا مانگے تا کہ یہ مصیبت ٹل سکے۔

پہلے نے کہا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ایک روز ایک خوبصورت عورت کا دیوانہ ہو گیا اور اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب میں اُس پر مسلط ہو گیا اور قریب تھا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا، ناگاہ جہنم کی آگ کا خیال آیا اور تیرے مقام سے ڈرا۔ میں اُسی بناء پر اُس حرام فعل سے باز رہا۔ میرے مالک! میرے اُس عمل کی خاطر اس پتھر کو یہاں سے ہٹا دے۔

جب اُس شخص نے دُعا تمام کی تو پتھر نے اچانک حرکت کی اور وہ تھوڑا سا اپنی جگہ سے سرک کر پیچھے ہٹ گیا جس سے چھوٹے سے سوراخ سے روشنی آنا شروع ہو گئی۔

دُوسرے شخص نے کہا: خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے چند افراد کو زراعت کے کام کیلئے مزدوری پر رکھا اور یہ قرار ہوا کہ میں ہر شخص کو آدھا درہم مزدوری دوں گا۔ جب کام مکمل ہو گیا تو میں نے تمام افراد کو مزدوری عطا کر دی لیکن اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں نے دو مزدوروں کے برابر کام کیا ہے، لہٰذا مجھے مزدوری میں ایک درہم دیا جائے، میں آدھا

درہم قبول نہیں کروں گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور اپنی مزدوری نہ لی۔ میں نے اُس آدھے درہم کو بھی زراعت میں استعمال کر لیا۔ خدا کے کرمِ بے پایاں سے بہت زیادہ منافع ہوا۔ اس طرح کچھ ہی مدت کے بعد جب میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ اُس آدھے درہم سے دس ہزار درہم منافع ہوا ہے۔ میں نے وہ تمام رقم اُس شخص کو دے دی تاکہ اُس کا حق تلف نہ ہو۔

پروردگارا! میں نے یہ کام صرف اور صرف تیری رضا کیلئے کیا اور تیرے مقام کے ڈر سے کیا۔ اب تجھے واسطہ ہے میرے اس عمل کا کہ تو اس پتھر کو یہاں سے ہٹا دے۔

جب دُوسرے شخص کی یہ دُعا ختم ہوئی تو پتھر ہلا اور تھوڑا سا مزید پیچھے ہٹ گیا۔ اب غار میں سورج کی کامل روشنی ہوگئی لیکن اب بھی کوئی باہر نہ نکل سکتا تھا۔

تیسرے شخص نے کہا: خدایا! تو جانتا ہے کہ ایک شب میرے ماں باپ سوئے ہوئے تھے، میں اُن کیلئے دودھ سے بھرا برتن لے کر جب اُن کے پاس پہنچا تو ڈر گیا کہ اگر دودھ اُن کے قریب رکھ کر واپس آجاؤں تو کوئی نہ کوئی پتنگا اُس میں گر جائے گا۔ دُوسری طرف میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اُن کو خواب سے بیدار کروں جو اُن کیلئے بے آرامی کا سبب بنتا۔ اس واسطے میں نے وہیں صبر کیا، یہاں تک کہ وہ بیدار ہو گئے اور انہوں نے دُودھ پیا۔

اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف اور صرف تیری رضا کیلئے کیا۔ اگر تیری نظر میں میرا یہ عمل ٹھیک ہے تو اس پتھر کو ہٹا دے تاکہ ہم نجات پالیں۔

جب اُس کی دُعا تمام ہوئی تو وہ پتھر زور سے ہلا اور کافی پیچھے ہٹ گیا۔ اب وہ آسانی سے اُس غار سے باہر آ گئے اور انہوں نے اُس مصیبت سے نجات حاصل کر لی۔

اس کے بعد پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"مَنْ صَدَّقَ اللّٰهَ نَجَا".

''جس نے خلوص اور نیک نیتی سے عمل انجام دیا اور اپنے رب سے رابطہ قائم کیا، اُسے خدا نے نجات دی''۔ (تفسیر نور الثقلین: ج 3، ص 249، 250)

شفاعتِ ابوطالبؑ

جب جناب ابو طالبؑ، (والد بزرگوار امیر المؤمنین علی علیہ السلام) اس دُنیا سے وفات پا گئے تو علیؑ پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کو اطلاع دی۔ جنابِ رسولِؐ خدا یہ خبر سن کر بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا:

''یا علیؑ! تم جاؤ اور اپنے بابا کے غسل و کفن کا انتظام کرو اور جب تم اُن کو تابوت میں رکھ لو تو مجھے اطلاع دینا''۔

حضرت علی علیہ السلام نے یہ اُمور انجام دیئے اور جب جنازۂ ابو طالبؑ تابوت میں رکھ دیا گیا تو پیغمبرؐ اسلام کو اطلاع دی گئی۔

پیغمبرؐ خدا تشریف لائے اور میت کے قریب آئے تو آپ کی نظر حضرتِ ابو طالبؑ کے جسدِ خاکی پر پڑی۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوگئے۔ آپؐ نے حضرت ابو طالبؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے میرے چچا ابو طالبؑ! آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ ایک یتیم کی سرپرستی کی، اُس کو بڑا کیا اور جب وہ بڑا ہوگیا تو اُس کی حفاظت اور مدد فرمائی''۔

اس کے بعد آپؐ نے موجود لوگوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

''لَاَ شْفَعَنَّ لِعَمِّیْ شَفَاعَةً یُعْجِبُ بِهَا الثَّقَلَیْنِ''۔

''میں یقیناً اپنے چچا کی شفاعت کروں گا اور تمام جن و انس تعجب کریں گے''۔

امام حسین علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میرے بابا علی علیہ السلام

رُحبہ (کوفہ کا مشہور و معروف میدان) میں بیٹھے تھے اور لوگ آپؑ کے گرد حلقہ کی صورت میں جمع تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

''یا امیر المومنینؑ! آپ اللہ کی طرف سے ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہیں لیکن آپ کے بابا دوزخ کی آگ میں کیوں؟''

یہ سُننا تھا کہ علی علیہ السلام کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا:

''فَضَّ اللّٰهُ فَاکَ وَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَوْشَفَّعَ اَبِیْ فِیْ کُلِّ مُذْنِبٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ لَشَفَّعَهُ اللّٰهُ''.

''خدا تیرے منہ کو توڑے۔ مجھے قسم ہے اُس کی جس نے حضرت محمدؐ کو برحق نبی بنایا، اگر میرے بابا اس روئے ارض پر تمام گناہگاروں کی شفاعت کریں تو اللہ اُن کی شفاعت کو قبول فرمالے گا''۔

آپؑ نے مزید فرمایا: ''کیا تم گمان کرتے ہو کہ اُس کا باپ دوزخ میں ہوگا جو جنت اور دوزخ کو تقسیم کرنے والا ہے؟ مجھے پیغمبرؐ برحق کی قسم! قیامت کے روز میرے بابا ابو طالبؑ کا نور باقی تمام خلائق کے انوار پر چھایا ہوا ہوگا، سوائے نورِ محمدؐ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور باقی آئمہ معصومینؑ کے۔

یاد رکھو! نورِ ابو طالبؑ ہمارے نور سے ہے جو پروردگار نے حضرت آدمؑ کو خلق کرنے سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا تھا''۔ (الغدیر: ج 7، ص 386، 387)

شفاعتِ پیغمبرؐ

امام جعفر صادق علیہ السلام قیامت اور شفاعتِ پیغمبرؐ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لوگ اُس دن گرمی کی شدت کی وجہ سے پسینے میں شرابور ہوں گے اور کہیں گے کہ حضرت

آدمؑ کے پاس چلیں کہ وہ خدا کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔

جب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچیں گے اور عرض کریں گے کہ یا آدمؑ! ہماری شفاعت فرمائیں تو جواب میں حضرت آدمؑ فرمائیں گے کہ میری گردن پر (ترکِ اولیٰ کا) بوجھ ہے۔ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

جب لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے تو وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیج دیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ لوگوں کو حضرت موسیٰؑ کے پاس اور اس طرح آخر میں یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس پہنچیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے:

"فَعَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ".

"تم پر لازم ہے کہ حضرت محمدؐ، رسولؐ اللہ کی بارگاہ میں جاؤ"۔

لوگ پیغمبرؐ اسلام کی خدمت میں آئیں گے اور شفاعت کیلئے درخواست کریں گے۔ آپؐ ان سے کہیں گے کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔

حضورؐ آگے آگے ہوں گے اور لوگ پیچھے پیچھے آرہے ہوں گے، یہاں تک کہ جنت کے دروازے "باب الرحمٰن" تک پہنچ جائیں گے۔ وہاں محبوبؐ خدا، خاتم الانبیاء سجدہ ریز ہوجائیں گے۔ خدائے رحمٰن کی جانب سے ندا آئے گی:

"میرے محبوب! اپنا سر اُٹھاؤ اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہے" (بحار: ج8، ص35، 36)۔

ایک روز ایک شخص ابوایمن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: "آپؑ لوگوں کو مغرور کرتے ہیں جب آپؑ شفاعتِ محمدؐ، شفاعتِ محمدؐ کہتے ہیں"۔

یہ سن کر امامؑ سخت رنجیدہ ہوگئے اور فرمایا:

"افسوس ہے تم پر اے ابوایمن! دُنیا سے پرہیزگاری نے تمہیں مغرور کردیا ہے۔

اگر تم نے قیامت کی وحشت کو دیکھا ہوتا تو تمہیں معلوم ہوتا کہ شفاعتِ پیغمبرؐ کی اُس روز کتنی ضرورت ہوگی!

صد افسوس ہے تم پر! اُس روز جس کیلئے قرار پایا کہ وہ دوزخ میں جائے، اُس کیلئے سوائے شفاعتِ محمدؐ کے اور کونسا نجات کا راستہ ہوگا؟

قیامت کے روز ہم اپنے حبداروں (شیعوں) کی شفاعت کریں گے، ہمارے شیعہ مؤمن اپنے عزیز و اقرباء کی شفاعت کریں گے اور ہر مؤمن قبیلہ ربیعہ ومضر کے افراد کے برابر افراد کی شفاعت کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مؤمن اپنے خادموں اور نوکروں کی شفاعت بھی کریں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کریں کہ یہ دُنیا میں میرا خدمت گزار تھا، سردی و گرمی سے بچانے میں میری مدد کرتا تھا، اسے بھی بخش دے''۔ (بحار: ج8، ص 38)

شفاعتِ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو میری جدہ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا عظیم شان و شوکت کے ساتھ درِ بہشت پر آئیں گی۔ وہاں آکر رُک جائیں گی اور پریشان ہوں گی۔ خدا کی طرف سے ندا آئے گی:

''اے میرے حبیبؐ کی دُختر! پریشان کیوں ہو؟ بہشت میں داخل ہوجاؤ''۔

حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا عرض کریں گی: ''پروردگار! میں چاہتی ہوں کہ آج کے روز میری قدر و منزلت پہچانی جائے''۔

خدا کی طرف سے ندا آئے گی: ''اے میرے حبیبؐ کی بیٹی! واپس جاؤ اور جس جس کے دل میں تمہاری اور تمہارے بیٹوں کی محبت ہے، اُن کے ہاتھ پکڑ کر لے آؤ اور اُن کو بہشت میں داخل کردو''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ مجھے قسم ہے پروردگار کی کہ اُس روز

جناب فاطمہؑ اپنے شیعوں کو اور اپنے بیٹے کے غم خواروں کو میدانِ حشر سے ایسے چن لیں گی جیسے پرندہ ڈھیر دانوں میں سے اچھے دانے چن لیتا ہے۔

اس کے بعد اُن سب کو بہشت کی طرف لے جائیں گی۔ جب یہ سب بہشت کے دروازے پر پہنچیں گے تو رُک جائیں گے اور پریشان ہوں گے۔ اُس وقت خدا کی طرف سے ندا آئے گی: ''کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تمہاری شفاعت میرے حبیبؐ کی بیٹی نے کی ہے اور میں نے اُس کی شفاعت قبول کرلی ہے''۔

لوگ عرض کریں گے: ''پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ آج کے دن ہماری قدرو منزلت معلوم ہوجائے''۔

خدا اُن سے فرمائے گا: ''اے میرے دوستو! واپس جاؤ اور ہر اُس شخص کو، جس نے تمہیں فاطمہؑ سے دوستی کی وجہ سے عزیز رکھا، کو ہاتھ سے پکڑ کر لے آؤ اور اُسے بہشت میں داخل کردو''۔ (تفسیر فرات: ص 113۔ بحار: ج 8 ص 52)

شفاعتِ حضرت عباسؑ

روایت کی گئی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو جناب رسولِؐ خدا حضرت علیؑ سے فرمائیں گے کہ میری بیٹی زہراؑ سے پوچھو کہ اُمت کی شفاعت اور نجات کیلئے کیا سامان ہے؟

علی علیہ السلام، پیغمبرؐ خدا کا پیغام سیدہ فاطمہ زہراؑ تک پہنچائیں گے۔ جناب زہرا سلام اللہ علیہا جواب میں کہیں گی:

''یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَفَانَا لِاَجْلِ ھٰذَا الْمُقَامِ اَلْیَدَانِ الْمَقْطُوْعَتَانِ مِنْ اِبْنِی الْعَبَّاسُ''۔

''اے امیر المؤمنینؑ! میرے بیٹے عباسؑ کے دو کٹے ہوئے بازو مقامِ شفاعت کیلئے کافی ہیں''۔ (معالی السبطین: ج 1 ص 452)

وقتِ شہادت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے عباسؑ کو طلب فرمایا اور اپنے سینے سے لگا کر فرمایا:

"وَلَدِیْ اِوَسَتقرُّ عَیْنِیْ بِکَ فِیْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ".

"بیٹا! جلدی روزِ قیامت تیرے وجود سے میری آنکھیں روشن ہوجائیں گی"۔

شفاعتِ معصومۂ قم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، حضرتِ معصومہ قم کے متعلق پیشین گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تَدْخُلُ لِشَفَاعَتِہَاشِیْعَتِی الْجَنَّۃَ بِاَجْمَعِہِمْ".

"حضرتِ معصومہ کی شفاعت سے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے"۔

امامؑ کے اس فرمان سے حضرتِ معصومہ سلام اللہ علیہا کی پروردگار کے حضور قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ کی توجہ ایک حکایت کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

مرحوم آیت اللہ شیخ باقر ناصری دولت آبادی (اصفہان کے ایک محلّہ سے وابستہ) نقل کرتے ہیں کہ 1295 ہجری قمری میں قم کے اطراف میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط اور خشک سالی ہوگئی۔ وہاں کے لوگ تنگ آ گئے۔ انہوں نے اپنے درمیان سے چالیس نیک افراد کا انتخاب کیا۔ وہ چالیس افراد قم میں آئے، انہوں نے اپنے آپ کو بی بی معصومہ قم کے مزار کے ساتھ باندھ لیا اور بیٹھ گئے، خدا کی بارگاہ میں دُعا و مناجات کرنے لگے اور معصومہ سے سفارش چاہنے لگے۔

تین دن اور تین راتیں گزرنے کے بعد اُن میں سے ایک نے خواب میں مرحوم آیت اللہ العظمیٰ میرزا قمی (متوفی سال 1231 ھ قمری) کو دیکھا۔ میرزا نے اُس سے پوچھا کہ یہاں کیوں اس حالت میں بیٹھے ہو؟

اُس شخص نے عرض کی کہ ہمارے ہاں خشک سالی اور قحط پڑ گیا ہے، اس لئے یہاں بیٹھے ہیں۔

میرزا نے جواب دیا: کیا تم اس چھوٹے سے کام کیلئے حضرتِ معصومہؑ کے مزار پر آئے ہو؟ یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ اس طرح کے چھوٹے کاموں کیلئے میرے پاس آیا کرو۔ ہاں! اگر ساری دُنیا کی شفاعت چاہیے تو پھر سیدہ معصومہؑ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور اُنؑ سے توسل پیدا کرو۔

امام رضا علیہ السلام نے بھی اسی نقطہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہمیں زیارتِ معصومہؑ میں یہ کہنے کی تاکید کی ہے:

"يَافَاطِمَةُ اِشْفَعِیْ لِیْ فِی الْجَنَّةِ فَاِنَّ لَکِ عِنْدَ اللّٰهِ شَأْنًامِنَ الشَّأْنِ".

"اے فاطمہؑ (معصومہ) پروردگار کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں کہ پروردگار کے حضور آپؑ کا بڑا مقام ہے"۔

❁❁❁

باب نہم

بہشت کے دروازے

قیامت کے مراحل میں سے ایک مرحلہ درِ بہشت ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص بہشت کے دروازے تک پہنچ جائے لیکن اُسے اپنے اُوپر بند پائے یا اُسے بہت دیر تک انتظار کرنا پڑے۔

قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ میدانِ محشر میں منافقین کو مؤمنین سے جدا کر دیا جائے گا۔ وہ اچانک اپنے سامنے ایک بہت بڑی دیوار دیکھیں گے جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ دیوار کے اُس طرف بہشت کے باغ و بہار ہیں، رحمتِ الٰہی کے دریا ہیں اور مؤمنین وہاں موجود ہیں۔ منافقین اُس دیوار کے اِس طرف عذابِ الٰہی میں گرفتار ہیں۔ یہ چیخ چیخ کر پکاریں گے کہ ہمیں بھی اُس طرف جانے دیا جائے اور دروازے کو کھول دیا جائے مگر دُنیا میں ہم آپ کے ساتھ نہیں تھے۔

اُس طرف سے بہشتی جواب دیں گے:

''بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَاءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ''۔ (سورہ حدید: 14)

''ہاں! مگر تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا اور (پیغمبرؐ کے دُنیا سے جانے کا) انتظار کرنے لگے۔ ہر چیز میں شک کرنے لگے۔ لمبی اُمیدوں نے تمہیں دھوکہ دیا، یہاں تک کہ حکمِ الٰہی آن پہنچا اور شیطان نے خدا کے مقابلہ میں تمہیں دھوکہ دیا''۔

پیغمبرؐ خدا سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص ایک گناہ کی وجہ سے جنت کے در کے پاس ایک سال تک حبس میں رہے گا۔ (بحار: ج 73، ص 372)

ایک اور روایت پیغمبرؐ اسلام سے نقل کی گئی ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا نے نماز باجماعت پڑھانے کے بعد اپنا رخ مسلمانوں کی طرف کیا اور فرمایا:

''کیا کوئی شخص بنی النجار سے یہاں موجود ہے؟ کیونکہ اس قبیلہ کا ایک سردار جو شہید ہو گیا تھا، بہشت کے دروازے پر یہودی کو تین درہم قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے روکا گیا ہے اور حبس میں ہے''۔

بہشت کے دروازوں کی کنجی تقویٰ اور اعمالِ صالح ہیں اور اس کے قفل گناہ اور اعمالِ بد ہیں۔ روایات کے مطابق جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور سورۂ حجر کی آیت 44 کے مطابق دوزخ کے سات دروازے ہیں۔

بھشت کے دروازے قرآن کی نظر میں

قرآن مجید میں تین مقامات پر جنت کے دروازوں کا ذکر ہوا ہے جو یہ ہیں:

1۔ ''وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ''.

''اور فرشتے ان کے پاس ہر (سمت کے) دروازہ سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے، بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے۔ سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے''۔ (سورۂ رعد: 23، 24)

2۔ ''حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ''.

''یہاں تک کہ جب اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے

(پہلے سے) کھلے ہوئے ہوں گے (تا کہ ذرا بھی دیر نہ لگے) اور وہاں محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے، السلام علیکم، آپ کو یہ نعمتیں مبارک ہوں، سو اس جنت میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ"۔ (سورۂ زمر:73)

3۔ "جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ" (سورۂ ص:50)

"ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے"۔

جنّتیوں کا استقبال

آیاتِ مذکورہ سے ثابت ہے کہ جنت کے دربان اور فرشتے آنے والے جنتیوں کا گرم جوشی سے استقبال کرتے ہیں اور یہی چیز روایاتِ اسلامی میں بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں چند ایک روایات درج کی جا رہی ہیں:

1۔ یہ روایت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"جب بہشتی لوگ جنت کے دروازے تک پہنچیں گے تو وہاں وہ ایک درخت دیکھیں گے جس کے نیچے دو چشمے جاری ہوں گے۔ ایک چشمے سے وہ اپنے آپ کو دھولیں گے، اس طرح جسمانی اور ظاہری ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو جائیں گے۔ اُن کے چہرے نہایت نورانی، خوبصورت اور لطیف ہو جائیں گے۔ دُوسرے چشمے سے وہ آبِ خنک پئیں گے۔ اس کو پینے کے بعد وہ باطنی طور پر بھی پاک ہو جائیں گے یعنی حسد، کینہ اور اس طرح کی دُوسری داخلی روحانی بیماریاں ختم ہو جائیں گی۔ فرشتے اب اُنہیں بڑی گرمجوشی سے کہیں گے کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ اور یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہو۔

غلامانِ بہشت اُن کو اُن کی ازواج (ہمسرانِ نورانی) کی خبر دیں گے۔ اُن کی ہمسر اُن کا استقبال کریں گی اور اُن کو بہشت میں اُن کے گھروں کی رہنمائی

کریں گی جہاں اُن کی آسائش کے تمام سامان مہیا ہوں گے" (امالی الاخبار: ج 4، ص 289)۔

2۔ دُوسری روایت جناب رسولِ خدا سے منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جب بہشتی لوگ جنت کے مرکزی دروازے تک پہنچیں گے تو اُس وقت فرشتے دروازے کی دستی کو بجائیں گے۔ اس سے ایسی صدا بلند ہوگی جو بہت دلنشین ہوگی۔ جنت کی حوریں ایک دوسرے کو کہیں گی کہ آمادہ ہوجاؤ، اولیاء اللہ آ گئے ہیں۔ اُس وقت وہ بہشت کے دروازے کی طرف آئیں گی اور دروازہ کھولیں گی۔ اُن کا استقبال کریں گی اور اپنے اپنے ہمسروں کو لے کر جنت میں اعلیٰ مقام پر جائیں گی اور اُن سے کہیں گی: مرحبا! ہم آپ کو ملنے کیلئے خود آپ سے زیادہ مشتاق تھیں"۔ (امالی الاخبار: ج 4، ص 403)

3۔ رسولِ اکرم نے فرمایا:

"اَنَا اَوَّلَ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ مَعِیْ".

"بہشت کے دروازے کو سب سے پہلے کھٹکھٹانے والا میں ہوں گا اور علیؑ میرے ساتھ ہوں گے"۔ (کنز الفوائد۔ بحار: ج 39، ص 230)

آپ نے مزید فرمایا کہ میں قیامت کے روز بہشت کے دروازے پر پہنچوں گا اور اُس کو کھولوں گا۔ بہشت کا دربان مجھ سے سوال کرے گا: "آپ کون ہیں؟" میں جواب دوں گا کہ میں محمدؐ ہوں تو وہ کہے گا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ بہشت کے دروازے کو آپ سے پہلے کسی کیلئے نہ کھولوں۔ (بحار: ج 8، ص 195)

4۔ امام حسین علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا:

"اَنَا ابْنَ اَوَّلُ مَنْ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ التُّرَابِ وَيَقْرَعُ

بَابَ الْجَنَّةِ".

"میں اُس کا بیٹا ہوں جو (قیامت کے روز) سب سے پہلے مٹی سے اپنا سر باہر نکالے گا اور جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا"۔(بحار: ج44،ص122)

5۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب قیامت کے روز لوگوں کا حساب و کتاب ہو رہا ہوگا، اُس وقت اُن کی ہمسران (حوریں) جنت کے دروازے پر اُن کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ اس دوران نمائندۂ خدا اُن کے پاس آئے گا اور اُن کو خوشخبری دے گا کہ خدا کی قسم! جن کا تم انتظار کر رہی ہو، اُن کا حساب مکمل ہوگیا اور اُن کو چھٹکارہ مل گیا۔

وہ کہیں گی: کیا حقیقت میں اُن کو حساب و کتاب کے مرحلہ سے رہائی مل گئی؟

نمائندۂ خدا کہے گا: ہاں! خدا کی قسم۔

اُس وقت وہ ہمسران اُس مؤمن کے استقبال کیلئے جلدی کریں گی۔

6۔ پیغمبرِ خدا نے ایک نہایت دلچسپ بات بیان فرمائی، آپؐ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے کا دستہ یاقوتِ سرخ کا ہوگا۔ جب اُس کو ہلایا جائے گا تو اُس میں سے آواز بلند ہوگی جو کہے گی: "یا علیؑ، یا علیؑ"۔(بحار: ج8،ص122)

بہشت کے آٹھ دروازے

پیغمبرِ خدا سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں، اُن کے مطابق:

"اِنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ".

"جنت کے آٹھ دروازے ہیں"۔(بحار: ج8،ص121)

البتہ قرآن مجید نے جہنم کے دروازوں کے بارے میں فرمایا ہے:

"لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ". (سورۂ حجر: آیت 44)

''جہنم کے سات دروازے ہیں''۔

جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

''اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اَمَرَ اللّٰهُ مَالِکًا اَنْ یُسَعِّرَ النِّیْرَانَ السَّبْعَ وَاَمَرَ رِضْوَانًا اَنْ یُزَخْرِفَ الْجَنَّةَ الثَّمَانِ.....''۔

''جس دن قیامت برپا ہوگی، پروردگار مالکِ دوزخ کو حکم دے گا کہ سات دوزخوں کو آگ لگا دے اور رضوانِ جنت کو حکم دے گا کہ آٹھ جنتوں کو سجایا جائے اور میکائیل کو حکم دے گا کہ دوزخ کے اُوپر پُل صراط کو بچھایا جائے اور جبرئیل کو حکم دے گا کہ عرش کے سایہ میں میزانِ عدل کو نصب کیا جائے اور حضرت محمدؐ سے فرمائے گا کہ اے محمدؐ! اپنی اُمت کو حساب دینے کیلئے آمادہ فرمائیے''۔

وہ، جن کے دلوں میں ولایتِ علی ابن ابی طالب علیہما السلام راسخ ہے اور وہ اہل بیتؑ کی محبت سے سرشار ہیں، پُل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور جن کو یہ سعادت حاصل نہیں، اُن کو سر کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا، چاہے اُن کے اعمالِ صالح ستر صدیق کے برابر ہی کیوں نہ ہوں (کنز جامع الفوائد: ص 286 بحار: ج 27 ص 110)

قرآن مجید کے مطابق بہشت کے مختلف نام ہیں:

جَنَّتَانِ	دو مخصوص بہشتیں	(رحمٰن: آیت 46)
جَنَّاتُ النَّعِیْمِ	نعمتوں سے بھری بہشت	(واقعہ: آیت 12)
جَنَّاتُ عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے والی جنت	(کہف: آیت 31)
جَنَّاتُ الْمَاوٰی	ہمیشہ رہنے والی جنت	(الم سجدہ: آیت 19)
جَنَّةُ الْخُلْدِ	ہمیشہ قائم رہنے والی جنت	(فرقان: آیت 15)

جَنَّاتُ الْفِرْدَوْس باغاتِ فردوس (کہف: آیت 107)

جَنَّتٍ عَالِیَه جنتِ عالیہ (حاقہ: 22، غاشیہ: 1)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جنت کا اپنا مقام ہے، الگ درجہ ہے اور یہ فرق اللہ نے اس لئے رکھا ہے کہ لوگ اعمال واخلاص کے اعتبار سے مختلف درجے رکھتے ہیں۔ پس عدلِ الٰہی کی وجہ سے ہر ایک کو جنت میں مختلف مقام حاصل ہوگا۔ اسی کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لَا تَقُوْلَنَّ وَاحِدَةً اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ، وَلَا تَقُوْلَنَّ دَرَجَةً وَاحِدَةً، اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ دَرَجَاتٌ بَعْضُهَافَوْقَ بَعْضٍ، اِنَّمَا تَفَاضُلُ الْقَوْمِ بِالْاَعْمَالِ".

"نہ کہئے کہ بہشت صرف ایک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نچلے درجے میں بھی دو اور جنتیں ہیں اور یہ نہ کہئے کہ اُن کا ایک ہی درجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی کا درجہ کسی سے بلند ہے اور یہ فرق اُن کے اعمال کی وجہ سے ہے"۔

دُوسری روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں، مثلاً امامِ سجاد علیہ السلام اپنے چچا حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وَاِنَّ لِلْعَبَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَنْزِلَةً يَغْبِطُهُ بِهَا جَمِيْعُ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

"اللہ کے نزدیک حضرت عباسؑ کا وہ مقامِ اعلیٰ ہے کہ روزِ قیامت تمام شہداء اُس کی حسرت کریں گے"۔

جنت کے دروازوں کی چوڑائی

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے دروازوں کی چوڑائی اور اونچائی بہت زیادہ ہے، مثلاً اس بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَحْسِنُوا الظَّنَّ بِاللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ عَرْضُ كُلِّ بَابٍ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةٍ".

"اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک گمان رکھو اور جان لو کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے"۔

جنت کے دروازوں کے نام

جنت کے کل آٹھ دروازے ہیں، کچھ لوگوں کا مقام ایسا ہوگا کہ وہ جس دروازے سے چاہیں گے، بہشت میں داخل ہوں گے لیکن کچھ افراد اپنے مخصوص اعمال یا مخصوص صفات کی وجہ سے خصوصی دروازوں سے بہشت میں داخل ہوں گے۔ ان دروازوں کے مختلف نام ہیں جو یہ ہیں:

1۔باب الرحمۃ یا باب الرحمٰن۔
2۔باب الصغیر۔
3۔باب الشکر۔
4۔باب البلاء۔
5۔باب الاعظم۔
6۔باب المعروف۔
7۔باب المجاہدین
8۔باب الریان۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"لِلْجَنَّةِ بَابٌ يُقَالُ لَهٗ بَابُ الْمُجَاهِدِيْنَ".

جنت کا ایک دروازہ ہے جس کو باب مجاہدین کہا جاتا ہے۔ جب مجاہدین اس حالت میں کہ اُن کی شمشیریں اُن کی کمروں میں لٹکی ہوئی ہوں گی، اُس طرف جائیں گے تو

وہ دروازہ کھل جائے گا اور فرشتے اُن کو خوش آمدید کہیں گے۔

اسی طرز کی ایک حدیثِ پاک جناب امیر المومنینؑ سے نقل کی گئی ہے:

"اِنَّ لِلْجَنَّةِ بَابًا یُدْعَی الرَّیَان، لَا یَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ".

"جنت کا ایک دروازہ ہے جسے باب الریان کہتے ہیں یعنی سیراب کرنے والا دروازہ اور اس میں سے صرف روزہ دار ہی گزریں گے"۔

پیغمبرِؐ خدا نے مزید فرمایا:

"اِنَّ لِلْجَنَّةِ بَابٌ یُقَالُ لَهُ بَابُ الْمَعْرُوْفِ، لَا یَدْخُلُهُ اِلَّا اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ".

"جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام باب المعروف ہے اور اس میں سے صرف نیک لوگ ہی گزر سکیں گے"۔

بابِ علیؑ و حسینؑ

بعض روایات کے مطابق جنت کے دروازوں میں سے دو دروازے بنام بابِ علیؑ اور بابِ حسینؑ موجود ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ عَلِیًّا بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ".

"جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام بابِ علیؑ ہے"۔

جنابِ رسولِؐ خدا نے امام حسین علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اَلَا وَاَنَّ الْحُسَیْنَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، مَنْ عَانَدَهُ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ رِیْحَ الْجَنَّةِ".

"آگاہ ہو جاؤ! جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام بابِ حسینؑ

ہے۔جو میرے حسینؑ سے دشمنی کرے گا، پروردگار جنت کی خوشبو اُس پر حرام کردے گا‘‘۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں: ایک دروازے سے پیغمبر وصدیق داخل ہوں گے، دُوسرے دروازے سے شہید اور صالح داخل ہوں گے، پانچ دروازوں میں سے ہمارے شیعہ اور حبدار داخل ہوں گے اور ایک دروازے میں سے دُوسرے مسلمان جو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں اور جن کے دِلوں میں ذرہ برابر بھی ہم اہل بیتؑ سے بُغض نہ ہوگا۔

جنت میں داخل ہونے کی شرائط

جنت کے دروازوں کی کنجیاں ایمان اور اعمالِ صالح ہیں۔قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کیلئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

1۔	ایمان	(بقرہ:82)
2۔	تقویٰ وپرہیزگاری	(مریم:63)
3۔	احسان اور نیک اعمال	(مائدہ:85، زمر:34، مرسلات:44)
4۔	جہاد وشہادت	(توبہ11، 20، 21، 88، 89)
5۔	ترکِ شہوت	(نازعات:40، 41)
6۔	ایمان میں سبقت لے جانا	(واقعہ: 10، حدید:21)
7۔	ہجرت وجہاد کرنا	(توبہ:20، 21، 22، 100)
8۔	صبر تحمل	(دہر:12، رعد:21 تا 24، فرقان:75)
9۔	ایمان واستقامت	(احقاف:13، 14)
10۔	اطاعتِ خدا ورسولؐ	(نساء:13)
11۔	اخلاص	(صافات:39 تا 43)

12۔ سچائی (مائدہ:19)

13۔ تزکیہ نفس (طٰہٰ:75اور76)

14۔ استغفار اور راہِ خدا میں خرچ (آلِ عمران:133 تا 136)

15۔ خوفِ خدا (رحمٰن:46)

16۔ تولّیٰ وتبرّیٰ (مجادلہ:22)

17۔ نماز قائم کرنا (معارج:22)

18۔ معرفتِ حق اور فقراء پر خرچ کرنا (معارج:24)

19۔ قیامت پر یقین (معارج:26)

20۔ آتش جہنم کا خوف (معارج:27)

21۔ عفت اور حفظِ پاک دامنی (معارج:29)

22۔ امانتداری (معارج:32)

23۔ وفائے عہد (معارج:32)

24۔ حق کی گواہی دینا (معارج:33)

25۔ نماز کی شرائط کی پاسداری (معارج:34)

"اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ".

"یہ وہ ہیں جن کا جنت میں عزت واحترام کیا جائے گا"۔(معارج:35)

سورۂ اعراف کی آیت 40 کے مطابق وہ انسان جو اللہ کی آیات (نشانیوں) کا انکار کرتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں تکبر کرتے ہیں، اُن کیلئے جنت کے دروازے ہرگز نہیں کھولے جائیں گے۔

جنت کے دروازوں میں داخلہ کی شرائط

قرآنی آیات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صفات رکھنے والوں کیلئے جنت کے دروازے کھلیں گے اوریہی اُن افراد کے جنت میں داخل ہونے کا باعث بنے گا:

عہد کو پورا کرنا۔صلہ رحم۔صبر۔رضائے خدا کو چاہنے والا۔نیکیوں کے ذریعہ برائیوں کوختم کرنا۔تقویٰ اور پرہیزگاری۔

روایاتِ اسلامی کے مطابق جنت کے دروازے اُن افراد کیلئے کھولے جائیں گے جودرج ذیل شرائط پر پورے اتریں گے:

1۔کلمہ توحید کی گواہی

پیغمبرِ خدا کا ارشادِ گرامی ہے کہ جوشخص ہرروز سومرتبہ اس کلمہ کودُہرائے گا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْن"

تو دوزخ کے دروازے اُس پر بند کردیئے جائیں گے اور جنت کے دروازے اُس کیلئے کھول دیئے جائیں گے۔

جناب رسولِ خدا نے مزید فرمایا کہ شبِ معراج میں نے دیکھا کہ ایک شخص جنت کے دروازوں کے پاس پہنچا ہوا تھا لیکن وہ جس دروازے کے پاس جاتا تھا، اُس کیلئے بند ہوجاتا تھا، یہاں تک کہ صدقِ دل سے خدا کی وحدانیت کی گواہی اُس کے پاس آئی اور وہی اُس کیلئے جنت کے دروازے کھلوانے کا باعث بنی۔(بحار: ج 7 ص 291)

2۔تکامل ایمان

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کوئی شخص کامل وضو کرتا ہے اور نماز کو احسن طریقہ سے ادا کرتا ہے، زکوٰۃ ادا

کرتا ہے، اپنے غصے اور زبان کو قابو میں رکھتا ہے، اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اہل بیتِ اطہار کا خیر خواہ ہے یعنی محبّ ہے تو اُس نے گویا ایمان کو مکمل کر لیا۔ ایسے انسان کیلئے جنت کے دروازے کھلے ہیں"۔

3۔واجب اور مستحب نمازیں

پیغمبر خدا نے فرمایا: "نماز جنت کی کنجی ہے"۔

اس کے علاوہ انسان اگر اتوار اور منگل کے دنوں کی مخصوص نمازیں ادا کرے تو وہ جس دروازے سے چاہے گا، جنت میں داخل ہو سکے گا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی تین رات مسلسل نمازِ شب (نماز تہجد) ادا کرے گا تو آسمان کے تمام فرشتے خدا کے حضور اُس کے مقام کی حسرت کریں گے اور اُس شخص سے کہا جائے گا کہ تم جس دروازے سے چاہو، جنت میں داخل ہو جاؤ۔

4۔ولایتِ علیؑ اور محبتِ اہل بیتؑ

پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا:

"اَلاٰ وَمَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا اِسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْمَلاٰئِکَةُ،وَ فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةِ؛فَیَدْخُلُ مِنْ اَیِّ بَابٍ بِغَیْرِ حِسَابٍ".

"جو کوئی علیؑ کو دوست رکھتا ہے، فرشتے اُس کیلئے استغفار کرتے ہیں، جنت کے دروازے اُس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہے، بغیر حساب کے داخل ہو جائے"۔ (بحار: ج68، ص124، 125)

امام رضا علیہ السلام کا فرمان ہے: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اُن میں سے ایک دروازہ اہل قم کیلئے ہے۔ آپؑ نے تین بار فرمایا: "خوش قسمت ہیں وہ"۔ (بحار: ج

60، صفحہ 215)۔

5۔اطاعتِ خدا اور فرمانبرداریٔ آئمہؑ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "آئمہ حق کی اطاعت اور فرمانبرداری جنت کے تمام دروازوں کے کھلنے کا باعث ہے۔ وہ جس دروازے سے چاہیں، اپنے امامِ حق کے ہمراہ داخل ہو سکیں گے"۔

6۔رمضان کے روزے

پیغمبرؐ اسلام نے آخری جمعہ شعبان، 2 ہجری کو رمضان المبارک کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

'اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَانِ فِیْ هٰذَاالشَّهْرِ مُفَتَّحَةٌ فَاسْئَلُوْا رَبَّكُمْ اَنْ لَا یُغَلِّقَهَا عَلَیْكُمْ ، وَ اَبْوَابَ النِّیْرَانِ مُغَلَّقَةٌ،فَاسْئَلُوْا رَبَّكُمْ اَنْ لَا یُفَتِّحَهَاعَلَیْكُمْ'.

"جنت کے دروازے اس ماہ کھول دیئے جاتے ہیں۔اپنے رب سے دُعا کرو کہ یہ دروازے تم پر بند نہ ہوں اور دوزخ کے دروازے تم پر بند رہیں اور اپنے رب سے دُعا کرو کہ یہ تم پر نہ کھولے جائیں"۔(عیون الاخبار الرضا: ج1، ص296)

مندرجہ بالا ارشادِ پیغمبرؐ خدا سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ روزے، عبادات اور مناجات جو انسان کی کردار سازی کے کام آتے ہیں، ماہِ مبارک رمضان میں بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

ماہِ رجب کے بارے میں ایک مرتبہ پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی رجب کے مہینہ میں سات روزے رکھے گا تو پروردگارِ عالم ہر روز جہنم کا ایک دروازہ اُس شخص کیلئے بند کر دے گا اور اگر آٹھ روزے رکھے تو پروردگار اُس کیلئے جنت

کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور اُس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! تو جس دروازے سے چاہتا ہے، جنت میں داخل ہوجا''۔(امالی شیخ صدوق:ص319، بحار: ج8،ص170)۔

7۔ جہاد وحج

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

''اللہ کی راہ میں جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے''۔

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں اس طرح فرمایا:

''فَاِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ،فَتَحَهُ اللّٰهُ لِخَاصَّةِ اَوْلِیَائِهٖ''.

''جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے پروردگار نے اپنے مخصوص اولیاء کیلئے کھولا ہے''۔

پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مراسم حج ادا کرتے ہوئے طواف کعبہ کے بارے میں فرمایا: ''جو کوئی کعبہ کا طواف کرتے ہوئے جب پشت کعبہ (ملتزم) پہنچتا ہے تو پروردگار اُس کیلئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے اور اُس سے کہا جائے گا کہ تو جس دروازے سے چاہے، جنت میں داخل ہوجا''۔

اس پر ایک شخص نے پوچھا: ''کیا یہ ساری جزا صرف طواف کیلئے ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''کیا تو چاہتا ہے کہ طواف سے بہتر عمل کی تجھے خبر دوں؟''

اُس شخص نے کہا: ''جی ہاں! یابن رسول اللہ''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جوکوئی کسی مؤمن کی حاجت روائی کرتا ہے تو اُس کو دس طوافوں کے برابر اجر دیا جائے گا''۔(ثواب الاعمال: شیخ صدوق، ص 44)

8۔چار اہم اعمال

پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جوکوئی چاہتا ہے کہ ان دروازوں میں سے داخل ہوتو وہ یہ چار اعمال بجالائے:

1۔سخاوت　　2۔خوش خلقی　　3۔صدقہ

4۔لوگوں کو اُس کی ذات سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

9۔رزقِ حلال

اس کے بارے میں پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا:

'مَنْ اَکَلَ مِنْ کَدِّ یَدِہٖ حَلَالًا فُتِحَ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَدْخُلُ مِنْ اَیُّهَا شَاءَ'.

''جوکوئی اپنے ہاتھ کی محنت سے رزقِ حلال مہیا کرتا ہے اور اُسے کھاتا ہے تو جنت کے دروازے اُس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں۔وہ جس دروازے سے چاہے، جنت میں داخل ہوسکتا ہے''۔(بحار: ج 103، ص 10)

10۔جمعہ کے روز درُود شریف کا وِرد

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے روز دن مجسم شکلوں میں ظاہر ہوں گے۔ اِن کے آگے آگے جمعہ کا دن ایک خوبصورت دُلہن کی شکل میں ہوگا اور جس کسی نے اُس روز زیادہ درود شریف پڑھا ہوگا، اُس کی شفاعت کرے گا اور اُسے جنت

میں داخل کردے گا"۔

ایک شخص نے پوچھا کہ زیادہ درود پڑھنے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا:

"نمازِ عصر کے بعد سو مرتبہ"۔(بحار: ج89،ص353)

11۔صابر فقیر

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جب قیامت برپا ہوگی تو ایک گروہ جنت کے دروازے تک پہنچے گا اور درِ بہشت کو زور زور سے کھٹکھٹائے گا۔ اُن سے پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہیں؟ وہ گروہ جواب دے گا کہ ہم فقراء(صابر) ہیں۔ پھر اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا حساب و کتاب سے پہلے ہی آ گئے ہیں؟

وہ گروہ جواب دے گا کہ ہمیں دُنیا میں کچھ میسر نہ تھا تو اب حساب کس چیز کا؟

اس پر پروردگارِ عالم فرمائے گا: "یہ ٹھیک کہتے ہیں، ان کو جنت میں آنے دو"۔

(بحار: ج72،ص26)

12۔توحید، رسالتؐ، ولایتِ علیؑ اور محبتِ اہل بیتؑ

ایمان بر توحید، رسالتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ولایتِ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور محبتِ اہل بیتؑ اطہار جنت کی کنجیاں ہیں اور دوزخ کے قفل ہیں۔ اُن کیلئے یہ دُعائیں ہیں:

"اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ جَوِّزْنِیْ".

"پروردگار! محمدؐ و آلِ محمدؐ کی عظمت کا واسطہ! مجھے گزرنے کا اجازت نامہ عطا فرما"

پیغمبرؐ خدا کی زیارت میں آتا ہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامِفْتَاحَ الْجَنَّۃِ".

"اے جنت کی کنجی! تجھ پر سلام ہو"۔

13۔منافقین پر جنت کے دروازے بند

(ا)۔ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جب منافقین پُلِ صراط سے جہنم میں گریں گے تو مالکِ دوزخ کہے گا کہ دوزخ سے جنت کی طرف ایک دروازہ کھلا ہے۔اُس دروازے سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہ منافقین کافی کوشش اور تکلیف کے بعد اُس دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ اُن پر بند کر دیا جائے گا۔پھر وہ کسی دُوسرے دروازے کی تلاش شروع کر دیں گے۔کئی سالوں کی تلاش اور محنت کے بعد جب اُس دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بھی اُن پر بند کر دیا جائیگا۔مالکِ دوزخ اُن سے کہے گا:

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِءُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ

''اللہ اُن سے ہنسی کرتا ہے اور اُن کو اُن کی طغیانی میں گھیرے رکھتا ہے تا کہ اُسی میں سرگرداں رہیں''۔

(ب)۔ جابر بن عبد اللہ،صحابی رسولؐ سے یہ حدیث منقول ہے:

''مَكْتُوْبٌ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ:لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ''.

''جنت کے دروازے پر لکھا ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔محمدؐ اُس کے رسولؐ ہیں اور علیؑ،رسولؐ اللہ کے بھائی ہیں''۔

(ج)۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے:

''اَلصَّدَقَةُ بِعَشَرَةٍ وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرٍ''.

''اللہ کی راہ میں صدقہ دینے کا ثواب دس گنا ہے لیکن قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گنا ہے''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے مؤمن کی حاجت پوری ہوجاتی ہے اور مؤمن کی عزت بھی محفوظ رہتی ہے۔

جنت کے دروازوں پر کیا لکھا ہے!

عموماً دروازوں یا عمارتوں پر جو کچھ لکھا ہوتا ہے، وہ اُس کو ظاہر کرتا ہے جو اُن کے اندر موجود ہو یا وہ اُس کے ہدف کو ظاہر کرتا ہے۔ جنت کے دروازوں پر بھی جو کچھ لکھا ہے، وہ بہت نصیحت آموز ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شب معراج میں جبرئیلؑ کے ہمراہ بہشت اور دوزخ دیکھنے میں مصروف تھا۔ وہاں کی قابل دید چیزوں کا معائنہ کیا۔ جنت کے آٹھ دروازے تھے اور جہنم کے دروازوں کی تعداد سات تھی۔ اِن دروازوں پر توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدؐ کے بعد ولایت علی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اِن کے بعد چار نصیحت آموز کلمے لکھے ہیں اور یہ کلمے بہتر ہیں دُنیا سے یا جو کچھ اس دُنیا میں موجود ہے، اُس کیلئے جو جانتا ہے اور اُس پر عمل بھی کرتا ہے۔

جبرئیلؑ نے انہیں میرے لئے واضح کیا۔ جنت کے آٹھ دروزوں پر لکھے ہوئے کلمات یہ تھے:

- جنت کے پہلے دروازے پر یہ لکھا ہے:

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ،عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ.
لِکُلِّ شَیْ ءٍ حِیلَۃٌ وَحِیلَۃُ الْعَیْشِ اَرْبَعُ خِصَالٍ؛
اَلْقَنَاعَۃُ وَنَبْذُالْحِقْدِ،وَتَرْکُ الْحَسَدِ وَمُجَالِسَۃُ اَھْلِ الْخَیْرِ''.

''اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے

ولی ہیں۔

ہر چیز کیلئے کوئی سبب ہوتا ہے اور اچھی زندگی گزارنے کیلئے چار صفات کی ضرورت ہے: قناعت، ترکِ کینہ، ترکِ حسد، نیک لوگوں کی صحبت"۔

۞ جنت کے دُوسرے دروازے پر یہ لکھا ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ. لِکُلِّ شَیْءٍ حِیْلَةٌ، وَحِیْلَةُ السُّرُوْرِ فِی الْاٰخِرَةِ اَرْبَعُ خِصَالٍ؛ مَسْحُ رُؤُوْسِ الْیَتَامٰی، وَالتَّعَطُّفُ عَلَی الْاَرَامِلِ، وَالسَّعْیُ فِیْ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ تَفَقُّدُ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنَ".

"اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ ہر چیز کیلئے کوئی سبب ہوتا ہے، آخرت میں خوشحالی کے لئے چار صفات کی ضرورت ہے:

1۔ یتیموں کے سروں پر مہربانی کا ہاتھ پھیرنا۔

2۔ بیوہ عورتوں پر مہربانی کرنا۔

3۔ مسلمانوں کی حاجت روائی کیلئے کوششیں کرنا۔

4۔ فقراء اور مساکین کی دلجوئی کرنا"۔

۞ جنت کے تیسرے دروازے پر یہ لکھا ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ. لِکُلِّ شَیْءٍ حِیْلَةٌ وَحِیْلَةُ الصِّحَّةِ فِی الدُّنْیَا اَرْبَعَةُ خِصَالٍ؛ قِلَّةُ الْکَلَامِ، وَقِلَّةُ الْمَنَامِ، وَقِلَّةُ الطَّعَامِ وَ

قِلَّةُ الصِّیَامِ"۔

"اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ ہر چیز کا کوئی سبب ہوتا ہے، دُنیا میں اچھی صحت کیلئے چار چیزوں کی ضرورت ہے: کم بولنا۔ کم سونا۔ کم کھانا اور کم روزے رکھنا (واجب روزوں کے علاوہ)۔"

۞ جنت کے چوتھے دروازے پر یہ لکھا ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ. مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ، مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ جَارَهٗ، مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ وَالِدَیْهِ، مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ یَسْكُتْ"۔

"اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ جو کوئی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ جو کوئی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہئے کہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے۔ جو کوئی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہئے کہ اپنے والدین کی عزت کرے۔ جو کوئی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہئے کہ وہ نیکی کی بات کرے یا خاموش رہے"۔

۞ جنت کے پانچویں دروازے پر یہ لکھا ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ. مَنْ اَرَادَ اَنْ لَا یُشْتَمَ فَلَا یَشْتُمْ، مَنْ اَرَادَ اَنْ لَا

يُذَلَّ فَلا يَذِلُّ،مَنْ اَرَادَ اَنْ لا يُظْلَمَ فَلا يَظْلِمُ،مَنْ اَرَادَ اَنْ يَسْتَمْسِکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى فِي الدُّنْيَا فَلْيَقُلْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ".

"اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ جوکوئی چاہتا ہے کہ اُسے کوئی گالی نہ دے تو وہ بھی کسی کو گالی نہ دے۔ جوکوئی چاہتا ہے کہ کوئی اُسے ذلیل نہ کرے تو وہ بھی کسی کو ذلیل ورسوا نہ کرے۔ جوکوئی چاہتا ہے کہ کوئی اُس پر ظلم نہ کرے تو وہ بھی کسی پر ظلم نہ کرے۔ جوکوئی چاہتا ہے کہ اس دُنیا میں وہ ایسی رسی کو تھامے رکھے جو محکم اور نہ ٹوٹنے والی ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ یہ کلمہ (بکثرت) کہے:

"لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ"

- جنت کے چھٹے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے:

"لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ،عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ. مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ قَبْرُهُ وَاسِعًافَسِيْحًافَلْيَبْنِ الْمَسَاجِدَ،مَنْ اَرَادَ اَنْ لَايَأْكُلُهُ الدِّيْدَانُ تَحْتَ الْاَرْضِ فَلْيَسْكُنِ الْمَسَاجِدَ،مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ طَرِيًّامَطَرًافَلْيَكْسُواالْمَسَاجِدَ بِالْبُسْطِ،مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَرٰى مَوْضِعَهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَلْيَأْنُسِ الْمَسَاجِدَ".

"اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ جوکوئی چاہتا ہے کہ اُس کی قبر کشادہ اور کھلی ہو تو اُسے چاہئے کہ مسجدوں کو تعمیر کرے۔ جوکوئی چاہتا ہے کہ قبر میں اُس کے جسم کو کیڑے مکوڑے نہ کھائیں تو اُسے چاہئے

کہ وہ مسجد میں زیادہ وقت گزارے۔ جو کوئی چاہتا ہے کہ اُس کا جسم تر وتازہ اور شاداب رہے تو اُسے چاہئے کہ مساجد کیلئے فرش آمادہ کرے۔ جو کوئی چاہتا ہے کہ اُس کا مقام جنت ہو تو اُسے چاہئے کہ مساجد سے اُنس (محبت) پیدا کرے''۔

جنت کے ساتویں دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ. بَیَاضُ الْقَلْبِ فِیْ اَرْبَعِ خِصَالٍ؛ عِیَادَةُ الْمَرْضٰی وَالتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَشَرْیُ الْاَکْفَانِ، وَرَدُّ الْقُرُوْضِ''.

''اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ دل کی نورانیت اور اُس کی سفیدی چار وجوہات کی وجہ سے ہے:

1۔ مریضوں کی عیادت کرنے سے۔
2۔ تشییع جنازہ سے۔
3۔ کفن خریدنے سے (موت کی تیاری)۔
4۔ قرضوں کو اُن کے مالکوں تک لوٹا دینے سے''۔

جنت کے آٹھویں دروازے پر یہ لکھا ہے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ. مَنْ اَرَادَ الدُّخُوْلَ فِیْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ الثَّمَانِیَةِ، فَلْیَتَمَسَّکْ بِاَرْبَعِ خِصَالٍ؛ بِالصَّدَقَةِ، وَالسَّخٰی وَحُسْنِ الْخُلُقِ وَالْکَفِّ عَنْ اَذَی عِبَادِ اللّٰهِ''.

''اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ، اللہ کے ولی ہیں۔ جو کوئی چاہتا ہے کہ جنت کے آٹھوں دروزوں میں سے جنت میں داخل ہو تو اُسے

چاہئے کہ چار صفات کو تھام لے:

1۔صدقہ دینا 2۔سخاوت کرنا

3۔خوش اخلاقی 4۔خدا کے بندوں کیلئے ہر قسم کی ایذا رسانی سے بچنا“۔

باب دہم

دوزخ کے دروازے

قیامت کے سخت ترین مراحل میں سے ایک مرحلہ دوزخ کے دروازوں کا ہے۔ حقیقت میں یہ مرحلہ بھی بڑا سخت ہے۔ اگر انسان کے اعمال اس حد تک پست ہوں کہ اُسے دوزخ کے دروازے تک پکڑ کر لایا جائے تو دوزخ کی شدید گرمی اُسے اپنے اندر کھینچ لے گی، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ ایسے اعمال بجالائے کہ دوزخ کے دروازے اُس پر بند ہو جائیں اور اُسے پکڑ کر دوزخ تک لانے کی نوبت نہ آئے کیونکہ دوخ بہت بُری جگہ کا نام ہے۔ اُسے اتنی حرص ہے کہ قیامت کے روز پکار پکار کر کہے گی:

”هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ“.

”کیا کچھ اور ہیں (جو مجھ میں ڈالے جائیں)؟“

”يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ“.

”جس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟“ (سورۂ ق: آیت 30)

دوزخ کے دروازے قرآن کی نظر میں

قرآن میں چند آیات میں دوزخ کے دروازوں کا ذکر آیا ہے، مثلاً:

”وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ. لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ“. (سورۂ حجر: 44،43)

''اور بے شک اُن سب سے جہنم کا وعدہ ہے، اُس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کیلئے اُن میں سے تقسیم شدہ حصہ ہے''۔

''فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ''. (سورہ نحل:29)

''سو اَب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ تکبر کرنے والوں کیلئے بہت بُرا ٹھکانا ہے''۔

''وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا. حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا''. (زمر:71)

''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھولے جائیں گے''۔

''اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا''. (سورہ نساء:145)

''بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم اُن کیلئے ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے''۔

مندرجہ بالا آیات سے جو چیزیں واضح ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:

1۔ دوزخ مجرموں کا ٹھکانا ہے۔

2۔ دوزخ کے سات دروازے ہیں۔

3۔ کافر دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

4۔ دوزخ ایک انتہائی بُری جگہ ہے۔

5۔ ہر دروازے سے گروہ در گروہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

6۔ کفر، تکبر اور نفاق اُن عوامل میں سے ہیں جو جہنم میں داخلے کا سبب بنیں گے۔

7۔ درکِ اَسفل دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں واقع ہے۔

پیغمبرِؐ خدا، حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، آئمہ معصومین علیہم السلام اور اولیاء اللہ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے آیاتِ جہنم پر پہنچتے تو اُن کی حالت بدل جاتی اور خوفِ خدا سے اُن کا جسم لرزنا شروع کر دیتا اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو جاتے اور خدا کی پناہ مانگتے۔ اسی موضوع سے منسلک ہم آپ کی توجہ کیلئے ایک روایت تحریر کر رہے ہیں:

''جب سورہ حجر کی آیات 43،44 نازل ہوئیں تو پیغمبرِؐ خدا بہت روئے، صحابہ نے بھی آپؐ کی حالت دیکھ کر رونا شروع کر دیا لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جبرئیلؑ کیا مطلب لے کر آئے ہیں! کسی میں یہ حوصلہ بھی نہ تھا کہ رسولِؐ خدا سے پوچھتا کہ حضورؐ! آپ گریہ کیوں کر رہے ہیں؟

جب بھی رسولِؐ اکرم اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ کو دیکھتے تو خوشحال ہو جاتے، لہٰذا ایک صحابی اُٹھا اور جنابِ فاطمہؑ کے پاس گیا تا کہ اُنؑ کو بلا کر بابا کے پاس لائے اور جنابِ رسولِؐ خدا بیٹی کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور رونا بند کر دیں۔

جب وہ صحابی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے در خانہ تک پہنچا تو سیدہؑ دستی چکی سے جو پیس رہی تھیں اور فرما رہی تھیں:

''وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى''. (سورہ قصص:6)

''جو اللہ کے پاس ہے، وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے''۔

صحابی نے سلام عرض کیا اور رسولِؐ خدا کے رونے کی خبر دی۔ سیدہ فاطمہؑ اٹھیں اور بابا کی خدمت میں پہنچ کر پوچھا: ''بابا جانؐ! کس چیز نے آپ کو رُلایا؟''

جناب رسولِ خدا نے وہ آیات جو جبرئیلؑ لے کر آئے تھے، تلاوت فرمائیں۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا پر اُن کا اتنا اثر ہوا کہ بی بی نے بھی رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ نڈھال ہو کر یہ کہتے ہوئے گر پڑیں:

"اَلْوَيْلُ ثُمَّ الْوَيْلُ لِمَنْ دَخَلَ النَّار".

"خرابی ہے اور خرابی ہے اُس کیلئے جو جہنم میں داخل ہوا"۔

یہ دیکھ کر موجود اصحاب نے بھی سلمانؓ، مقدادؓ اور ابو ذرؓ کی طرح اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اے کاش! جنگل کے درندے مجھے پارا پارا کر دیتے اور میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تا کہ میں جہنم کے بارے میں یہ آیات نہ سنتا"۔

پھر آپ نے فرمایا:

"وَبُعْدَسَفَرَاهُ وَقِلَّةَ زَادِهُ فِيْ سَفَرِ الْقِيَامَةِ".

"اور قیامت کا سفر طولانی ہے اور زادِ راہ کم ہے"۔

جہنم کے دروازے کہاں کہاں ہیں!

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اسی طرح جہنم کے سات دروازے ہیں۔ اِن کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے:

آپ کی خدمت میں کچھ افراد بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا: جانتے ہو کہ جہنم کے دروازے کیسے ہیں؟ حاضرین نے عرض کی: انہی دروازوں کی طرح ہوں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر فرمایا:

"لاٰ وَلٰكِنَّهَاهٰكَذَاوَوَضَعَ يَدَهُ فَوْقَ يَدِهٖ وَبَسَطَ

یَدَہُ عَلٰی یَدِہٖ"۔

"نہیں! وہ اس طرح ہیں: پس امامؑ نے ایک ہاتھ کو دُوسرے ہاتھ پر رکھا اور کھول دیا"۔

یعنی جہنم طبقہ کے اُوپر طبقہ ہے اور ہر طبقے کا ایک دروازہ ہے۔

بعض روایات میں اِن کے جداجد اناموں کا بھی ذکر آیا ہے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"پروردگار نے دوزخ کی مختلف منزلوں کو ایک ترتیب سے ایک دُوسرے کے اُوپر قرار دیا ہے۔ دوزخ کی سب سے نچلی منزل کو جہنم کہتے ہیں۔ اس سے اُوپر والی منزل کو لظیٰ، اس سے اُوپر والی منزل کو حُطمہ، اس سے اُوپر والی منزل کو سقر، اس سے اُوپر والی منزل کو جحیم، اس سے اُوپر والی منزل کو سعیر اور اس سے اُوپر والی منزل کو ھاویہ کہتے ہیں۔

"ھاویہ" ایک دفعہ سورۂ قارعہ، سعیر آٹھ دفعہ، جحیم 25 دفعہ، سقر 4 دفعہ، حُطمہ دو دفعہ، لظیٰ ایک دفعہ، جہنم 77 دفعہ قرآن پاک میں آیا ہے۔

قرآن مجید میں، جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے، درکِ اسفل یعنی نچلی ترین جگہ (سب سے زیادہ عذاب والی جگہ) کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

"اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"۔

"بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے" (نساء: 145)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

'اِنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ یُحِبُّ اَنْ یَخْزُنَ عِلْمَہُ، وَلَا یُؤخَذُ عَنْہُ فَذَاکَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ'

"جو علماء یہ چاہتے ہیں کہ وہ علم کو تو اکٹھا کرتے جائیں اور اُس سے کوئی فائدہ نہ

اُٹھائے تو وہ ''دَرْکِ الْاَسْفَلِ'' یعنی دوزخ کے نچلے ترین مقام پر ہوں گے''(بحار: ج 8 صفحہ 310)۔

بحث بالا سے یہ معلوم ہوا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں کیونکہ اس کی سات منزلیں ایک دُوسرے کے اُوپر واقع ہیں۔ ہر منزل کا اپنا دروازہ ہے۔ روایات کے مطابق مختلف مقامات پر عذاب کی سختی مختلف ہے۔

دوزخ کے دروازے بند ہونے کے اسباب

بنیادی طور پر تو ایمان، اعمالِ صالح اور نیک عادات دوزخ کے دروازے بند ہونے کے اسباب ہیں لیکن کچھ عوامل اور بھی ہیں جن کی وجہ سے دوزخ کے دروازے کھلتے یا بند ہوتے ہیں، مثلاً:

1۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا:

''اِنَّ لِجَهَنَّمَ بَابًا لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا مَنْ شَفٰى غَيْظَهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ''.

''دوزخ میں ایک دروازہ ایسا ہے جس میں سے صرف وہ لوگ جائیں گے جو اپنے غصے کو گناہ کے ذریعے ٹھنڈا کرتے تھے''۔

2۔ پیغمبرِ خدا نے اپنے خطبہ شعبان میں رمضان المبارک کے بارے میں فرمایا:

''وَاَبْوَابُ النِّيْرَانِ مُغْلَقَةٌ فَاسْئَلُوْا رَبَّكُمْ اَنْ لَا يُفَتِّحَهَا عَلَيْكُمْ''.

''دوزخ کے دروازے اس مہینے میں بند کردیئے جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار سے دُعا مانگو کہ وہ تم پر نہ کھولے جائیں''۔

3۔ جنابِ رسولِ خدا نے یہ بھی فرمایا:

''اگر انسان ماہِ رجب کے سات روزے رکھے تو ہر روزے کے بدلے دوزخ کا ایک دروازہ بند کردیا جائے گا، نتیجہ کے طور پر دوزخ کے تمام دروازے اُس پر بند ہوجائیں گے۔ آپؑ نے پھر فرمایا کہ اگر کوئی ماہِ رجب کے تین روزے رکھے تو پروردگار اُس کے اور دوزخ کے درمیان ایک خلیج (خندق) حائل کردے گا جس کا طول اتنا ہوگا کہ اُس فاصلے کو طے کرنے میں کم از کم ستر سال لگیں گے''۔

4۔ آپؑ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اگر دُنیا میں کوئی شخص پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس طریقہ سے یعنی حلال یا حرام ذریعہ سے دولتِ دُنیا اور مال اکٹھا کررہا ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو بھی اُس شخص کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ دوزخ کے کس دروازے سے اُسے جہنم میں داخل کرے''۔

یعنی انسان کا حرام مال کھانا اُس پر دوزخ کے تمام دروازے کھلنے کا سبب ہے اور اسی طرح حلال روزی کھانا جنت کے تمام دروازے کھلنے کا سبب ہے۔

5۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص ہر منگل کو ایک مخصوص نماز ادا کرے گا تو اُس پر دوزخ کے دروازے بند کردیئے جائیں گے''۔ (بحار: ج 90، ص 301)

6۔ جنت اور جہنم کی کنجیاں علیؑ کے ہاتھ میں

ولایتِ علیؑ کا اقرار اور محبتِ علیؑ ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے انسان پر بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔

روایات کے مطابق جنت اور جہنم کی کنجیاں علی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوں گی۔

علیؑ قسیم النارِ والجنۃ ہیں۔ جنتیوں اور دوزخیوں میں جنت اور جہنم تقسیم کرنے والے

ہیں۔اسی لئے آپ کی شفاعت انتہائی اہم ہے۔اسی ضمن میں ایک حدیث آپ کی توجہ کیلئے درج کی جاتی ہے:

''حضرت علی علیہ السلام جب بستر شہادت پر تھے تو آپ کے ایک نزدیکی صحابی اصبغ بن نباتہ آپ کی عیادت کیلئے آپ کے پاس آئے۔عیادت کے بعد اُنہوں نے حضرت علیؑ سے ایک حدیث سنانے کی درخواست کی۔

علی علیہ السلام نے اصبغ بن نباتہ کو ایک حدیث سنائی لیکن آپ کی حالت بگڑ گئی اور علیؑ بیہوش ہو گئے۔جب ہوش آیا تو فرمانے لگے:'اے اصبغ! ابھی تک بیٹھے ہو؟'

اصبغ نے عرض کی: ہاں مولاؑ۔

حضرت علیؑ نے پوچھا:'کیا تم چاہتے ہو کہ میں دوسری حدیث بھی بیان کروں؟'

اصبغ نے عرض کیا:'مولاؑ! پروردگار آپ پر اپنی نعمات مزید بڑھائے'۔

اُس وقت علی علیہ السلام نے یہ حدیث بیان فرمائی:

اے اصبغ، سن! ایک روز پیغمبرؐ خدا مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے۔آپؐ نے مجھے دیکھا کہ میں پریشان ہوں تو مجھے کہنے لگے کہ اے علیؑ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کوئی حدیث سناؤں جو تمہاری پریشانی کو دُور کر دے؟ میں نے کہا: ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی تو پروردگار ایک منبر، جو نبیوں اور شہداء کے منبروں سے بلند ہوگا، نصب کرے گا۔پھر مجھے حکم دے گا کہ اُس پر جاؤں اور تمہیں بھی حکم دے گا کہ تم بھی اُس منبر پر جاؤ۔تم منبر پر ایک قدم نیچے بیٹھو گے۔

اُس وقت دو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ وہ مزید ایک ایک قدم نیچے منبر پر بیٹھیں۔جب ہم سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں گے تو گزشتہ یا آئندہ زمانوں کے سب انسانوں کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔اُس وقت ایک فرشتہ جو تم سے ایک قدم نیچے بیٹھا ہوگا،

بلند آواز میں فریاد کرے گا:

اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے، اُس کو تعارف کی ضرورت نہیں اور جو مجھے نہیں جانتا، جان لے کہ میں رضوانِ جنت ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے حکم دیا ہے کہ جنت کے (آٹھ) دروازوں کی کنجیاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دوں اور حضرت محمدؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ کنجیاں علی علیہ السلام کے حوالے کر دوں۔ آپ سب گواہ رہیں کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

وہ فرشتہ برسرِ عام جنت کی کنجیاں علی علیہ السلام کے حوالے کر دے گا۔

دُوسرا فرشتہ جو ایک قدم مزید نیچے بیٹھا ہو گا، اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے گا اور بلند آواز میں فریاد کرے گا:

اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے، اُس کو تعارف کی ضرورت نہیں اور جو مجھے نہیں جانتا، جان لے کہ میں مالک خازنِ دوزخ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے حکم دیا ہے کہ دوزخ کے دروازوں کی کنجیاں حضرت محمدؐ کے حوالے کر دوں اور حضرت محمدؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ کنجیاں علی علیہ السلام کے حوالے کر دوں۔ سب آگاہ ہو جاؤ، سب دیکھ لو اور گواہی دو کہ میں نے دوزخ کے دروازوں کی کنجیاں علی علیہ السلام کے حوالے کر دی ہیں اور اس طرح اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں جنت اور دوزخ کی کنجیاں پکڑوں گا تو اُس وقت پیغمبرؐ خدا کے ارشاد کے مطابق میں نے پیغمبرؐ خدا کے دامن کو پکڑا ہوا ہو گا۔ میرے اہل بیتؑ میرے دامن گیر ہوں گے اور سب شیعہ اُن کے دامن پکڑے ہوئے ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب پیغمبرؐ خدا یہاں تک پہنچے تو میں نے عرض کی:

یارسولؐ اللہ! کیا اس کے بعد ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے؟ تو جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھے ربِ کعبہ کی قسم! ہاں۔

اس طرح حضرت علیؑ جنت کے دروازوں کو مومنوں، متقیوں اور اپنے حبداروں کیلئے کھول دیں گے اور جہنم کے دروازوں کو کافروں، مجرموں اور اپنے دشمنوں کیلئے کھول دیں گے۔(بحار:ج 39،ص 198)

دوزخ کے دروازوں پر کیا لکھا ہے!

پیغمبرؐ خدا نے شبِ معراج جنت کے احوال بتانے کے بعد مزید فرمایا کہ دوزخ کے پہلے دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

”مَنْ رَجَی اللّٰہَ سَعَدَ وَمَنْ خَافَ اللّٰہَ اٰمِنَ، وَ الْھَلَاکُ الْمَغْرُوْرُ مَنْ رَجٰی غَیْرَ اللّٰہِ وَ خَافَ سِوَاہُ“.

”جو اللہ پر اُمید رکھتا ہے، سعادت مند ہو جاتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، امن میں ہو جاتا ہے اور وہ مغرور ہلاک ہوا جو غیر اللہ سے اُمید رکھتا ہے اور غیر اللہ سے ڈرتا ہے۔

❁ دوزخ کے دُوسرے دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

”مَنْ اَرَادَاَنْ لاَ یَکُوْنَ عُرْیَانًافِی الْقِیَامَۃِ فَلْیَکْسُ الْجُلُوْدَ الْعَارِیَ فِی الدُّنْیَا،وَمَنْ اَرَادَ اَنْ لاَ یَکُوْنَ عَطْشَانًافِی الْقِیَامَۃِ فَلْیَسْقِی الْعِطَاشَ فِی الدُّنْیَا، وَ مَنْ اَرَادَ اَنْ لاَ یَکُوْنَ جَائِعًا فَلْیُطْعِمِ الْبُطُوْنَ الْجَایِعَ فِی الدُّنْیَا“.

”جو کوئی چاہتا ہے کہ قیامت کے روز عریاں نہ ہو، اُسے چاہئے کہ دُنیا میں مستحق

عریاں انسانوں کو لباس پہنائے۔ جو کوئی چاہتا ہے کہ قیامت کے روز پیاسا نہ رہے تو اُسے چاہئے کہ دُنیا میں پیاسوں کو پانی پلائے اور جو کوئی چاہتا ہے کہ قیامت کے روز بھوکا نہ رہے تو وہ دُنیا میں بھوکوں کو کھانا کھلائے''۔

۞ دوزخ کے تیسرے دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

''لَعَنَ اللّٰہُ الْکَاذِبِیْنَ، لَعَنَ اللّٰہُ الْبَاخِلِیْنَ، لَعَنَ اللّٰہُ الظَّالِمِیْنَ''.

''اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر لعنت بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ بخیلوں پر لعنت بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ ظالموں پر لعنت بھیجتا ہے''۔

۞ دوزخ کے چوتھے دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

''اَذَلَّ اللّٰہُ مَنْ اَھَانَ الْاِسْلَامَ، اَذَلَّ اللّٰہُ مَنْ اَھَانَ اَھْلَ الْبَیْتِ، اَذَلَّ اللّٰہُ مَنْ اَعَانَ الظَّالِمِیْنَ عَلٰی ظُلْمِ الْمَخْلُوْقِیْنَ''.

''اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کرتا ہے جو اسلام کی اہانت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کرتا ہے جو اہل بیتؑ کی اہانت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کرتا ہے جو مخلوق پر ظلم کرنے والوں کی مدد کرتا ہے''۔

۞ دوزخ کے پانچویں دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

''لَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْھَوٰی یُجَانِبُ الْاِیْمَانَ، وَ لَا تُکْثِرْ مَنْطِقَکَ فِیْ مَا لَا یُعْنِیْکَ، فَتَسْقُطُ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ، وَلَا تَکُنْ عَوْنًا لِلظَّالِمِیْنَ''.

''ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو کیونکہ اس کا انجام ایمان سے دُوری ہے۔ بے مقصد

چیزوں پر زیادہ گفتگو نہ کرو کیونکہ اس کا انجام خدا کی رحمت کا سقوط ہے اور ظالموں کے مددگار نہ بنو"۔

- دوزخ کے چھٹے دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

"اَنَا حَرَامٌ عَلَی الْمُتَهَجِّدِيْنَ ، اَنَا حَرَامٌ عَلَی الْمُتَصَدِّقِيْنَ، اَنَا حَرَامٌ عَلَی الصَّائِمِيْنَ"۔

"میں شب زندہ دار عابدوں پر حرام ہوں، میں صدقہ دینے والوں پر حرام ہوں، میں روزہ داروں پر حرام ہوں"۔

- دوزخ کے ساتویں دروازے پر یہ تین جملے لکھے ہوئے تھے:

"حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا، وَ وَبِّخُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوَبَّخُوْا، وَادْعُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَبْلَ اَنْ تَرِدُوْا عَلَيْهِ وَلَا تَقْدِرُوْا عَلٰی ذٰلِكَ"۔

"اپنا محاسبہ کرو، اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ اپنے آپ کی سرزنش کرو، اس سے قبل کہ تمہاری سرزنش کی جائے۔ اللہ سے دُعا کرو، اللہ سے راز و نیاز کی بات کرو، قبل اس کے کہ تم دُعا کرنے کی قدرت سے محروم ہو جاؤ"۔

باب یازدھم

کچھ مزید بہشت کے بارے میں

بہشت کے بارے میں قرآن مجید میں سینکڑوں آیات موجود ہیں۔ان کو اگر اکٹھا کرلیا جائے تو کافی معلومات مل سکتی ہیں اور ہم عظمتِ بہشت سے واقف ہوسکتے ہیں۔ اس کے بارے میں کافی روایات بھی موجود ہیں۔ہم یہاں آپ کی توجہ صرف دو روایات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں۔

بہشت کیسی ہے، حضرت بلالؓ کی زبان سے

روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ بن علی کی راستے میں بلال حبشی سے ملاقات ہوگئی۔ وہ متواتر بلالِ حبشی سے احادیث بیان کرنے کی درخواست کرتے رہے۔حضرت بلالؓ نے اذان کی فضیلت جو پیغمبرؐ خدا سے سنی تھی، بیان کی۔عبداللہ نے موقع غنیمت جانا اور بلالِ حبشی سے بہشت کے بارے میں سوال کیا۔ہم اُن کے درمیان گفتگو کو قارئین کی دلچسپی کیلئے ذیل میں درج کررہے ہیں:

عبداللہ: آپ مجھے بہشت کے بارے میں بتائیں کہ یہ کیسی ہوگی جو آپ نے پیغمبرؐ خدا کی پاک زبان سے سنا۔

بلالؓ: ہاں لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

"اِنَّ سُوْرَالْجَنَّةِ لَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، وَ لَبِنَةٌ مِنْ يَاقُوْتٍ، وَمَلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ، وَ

شَرَفُهَا الْيَاقُوْتُ الْاَحْمَرُ وَالْاَخْضَرُ وَالْاَصْفَرُ''۔

''بہشت میں گھر کی چاردیواری کی اینٹیں سونے، چاندی اور یاقوت کی ہوں گی۔ اینٹوں کے درمیان مصالحہ سرخ یاقوت، سبز اور زرد رنگ کا ہوگا۔

عبداللہ: بہشت کے دروازے کیسے ہیں؟

بلالؓ: بہشت کے دروازے کئی ہیں، باب الرحمۃ سرخ یاقوت سے بنا ہے۔

عبداللہ: دروازے کی دستی کیسی ہے؟

بلالؓ: خدا تجھ پر رحمت کرے، تو نے مجھے بہت مشکل میں ڈال دیا۔

عبداللہ: میں اُس وقت تک خاموش نہیں ہوں گا، جب تک آپ سے بہشت کے بارے میں سب کچھ سن نہ لوں جو آپ نے رسولؐ خدا سے اس کے بارے میں سنا ہے۔

بلالؓ: پھر لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

''اَمَّابَابُ الصَّبْرِ، فَبَابٌ صَغِيْرٌمِصْرَاعٌ وَاحِدٌ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءِ لَاحَلَقَ لَهُ، وَاَمَّابَابُ الشُّكْرِ فَاِنَّهُ مِنْ يَاقُوْتَةٍ بَيْضَاءِ، لَهَامِصْرَاعَانِ، مَسِيْرَةُ مَابَيْنَهُمَا خَمْسَمِأَةَ عَامٍ، لَهُ ضَجِيْجٌ وَحَنِيْنٌ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ جِئْنِيْ بِاَهْلِيْ''۔

''صبر و استقامت والا دروازہ ایک چھوٹا دروازہ ہے اور یہ یاقوتِ سرخ سے بنا ہے اور اس میں دستہ نہیں۔ شکر کا دروازہ یاقوتِ سفید کا بنا ہوا ہے، اس کے دو پٹ ہیں۔ اُن کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ یہ دروازہ بہت پُر صدا اور نوحے والا ہے اور یہ کہتا ہے کہ پروردگار! میرے در کے اہالیان کو میرے نزدیک کردے''۔

عبداللہ: کیا دروازہ بولتا بھی ہے؟

بلالؓ: ہاں! پروردگار اُس کو بولنے کی طاقت عطا فرماتا ہے۔

عبداللہ: باب البلاء (مصیبت و بلا والا دروازہ) سے کیا مراد ہے؟

بلالؓ: اس سے مراد مصائب و بیماری اور درد و تکالیف ہے۔ یہ دروازہ یاقوتِ زرد سے بنا ہے اور اس کا ایک پٹ ہے۔ کم افراد اس دروازے سے گزریں گے۔

عبداللہ: اے بلالؓ! خدا آپ پر رحمت کرے۔ مجھے مزید احادیثِ پیغمبرؐ خدا سنائیے۔

بلالؓ: اے بیٹے! تو نے مجھے حد سے زیادہ تکلیف دے دی۔ اب سنو!

"اَمَّا الْبَابُ الْاَعْظَمِ فَيَدْخُلُ مِنْهُ الْعِبَادُ الصَّالِحُوْنَ وَهُمْ اَهْلُ الزُّهْدِ وَالْوَرَعِ ، وَالرَّاغِبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الْمُسْتَأنِسُوْنَ بِهٖ".

"باب الاعظم یعنی بڑا دروازہ جس میں سے نیک بندے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو متقی اور زاہد تھے، خدا کا عشق رکھتے تھے اور خدا کے ساتھ اُنس و محبت رکھتے تھے۔

عبداللہ: جب بہشتی بہشت میں داخل ہوں گے تو وہ وہاں کیا کریں گے؟

بلالؓ: وہ وہاں پر دو نہروں کے کنارے پر سیر کریں گے جہاں فرشتے، حوریں اور غلام صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ نہروں میں یاقوت سے بنی کشتیاں ہوں گی اور بہشتی اُن کشتیوں میں بیٹھیں گے۔ اُن کشتیوں میں فرشتے نورانی سبز لباس میں ہوں گے۔

عبداللہ: خدا آپ پر رحمت کرے، کیا سبز نور وہاں ہوگا؟

بلالؓ: اُن کا لباس سبز ہوگا مگر خدائی نور اُن میں درخشاں ہوگا۔ یہ بہشتی نہر کے دونوں طرف سیر کریں گے۔

عبداللہ: اس نہر کا کیا نام ہے؟

بلالؓ: اُس کا نام جَنّتُ الْمَاوٰی ہے۔

عبداللہ: کیا اس جنت کے علاوہ بھی کوئی جنت ہے؟

بلالؓ: ہاں! ان کے درمیان جنتِ عدن (ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی بہشت) ہے۔

عبداللہ: کیا اس جنتِ عدن کے درمیان بھی کوئی جنت ہے؟

بلالؓ: ہاں! ایک جنت ہے جس کو جنتِ فردوس کہتے ہیں۔

عبداللہ: جنتِ فردوس کی تعریف کیجئے اور مجھے بتائیے کہ اس کی بیرونی دیواریں کس کی بنی ہوئی ہیں؟

بلالؓ: جنتِ فردوس کی دیواریں نور کی بنی ہوئی ہیں۔

بہشت کی تعریف
پیغمبرؐ اکرم کی زبان سے

عبداللہ بن سلام ایک مشہور و معروف یہودی تھا جس کی باقی تمام یہود عزت کرتے تھے۔ پیغمبرؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر خیبر کے یہودیوں کے نام ایک خط لکھوایا اور اُس میں یہودیوں کو دین اسلام کی دعوت دی۔ جب یہ دعوت نامہ یہودیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے عبداللہ بن سلام کو بلا کر پیغمبرؐ اسلام سے مباحثہ کرنے کیلئے کہا۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں جب پیغمبرؐ اسلام کے پاس جاؤں گا تو میں بہت سے مسائل توریت سے پوچھوں گا۔ اگر انہوں نے صحیح جواب دیئے تو میں یہودی مذہب چھوڑ کر دین اسلام قبول کرلوں گا۔

عبداللہ بن سلام اُٹھا، اُس نے توریت سے بہت سے سوال چنے اور مدینہ روانہ ہوگیا۔ مدینہ پہنچ کر جنابِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں پہنچا، سلام عرض کیا۔ پیغمبرؐ خدا نے اُسے

پہچان کر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور جو سوالات چاہو، پوچھ لو۔

عبداللہ بن سلام نے آپؐ سے بہت سے سوالات پوچھے۔ آپؐ نے اُسے جواب دیئے۔ عبداللہ بن سلام نے جوابات کی تصدیق کی اور بالآخر دین اسلام قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا۔

اُس کے چند سوالات بہشت اور دوزخ کے بارے میں تھے۔ اُس کے چند سوالات اور پیغمبرؐ اسلام کے جوابات ذیل میں قارئین کی دلچسپی کیلئے درج کئے جاتے ہیں:

عبداللہ: مجھے اطلاع دیجئے کہ بہشتی لوگ کیا کھاتے ہیں اور کیا پیتے ہیں؟ کیا اُن کو کبھی حاجت نہیں ہوتی؟

پیغمبرؐ: اُن کی مثال جنین کی طرح ہے جو کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے لیکن اُس کو کوئی حاجت نہیں ہوتی۔

عبداللہ: آپؐ نے سچ کہا۔ اب آپؐ مجھے بتایئے کہ بہشت میں کون کونسی نہریں ہیں؟

پیغمبرؐ: ایک نہر دودھ کی ہے جس کا رنگ ناقابل تبدیل ہے۔ دُوسری نہر شراب طہورہ (پاک وپاکیزہ مشروب)، تیسری نہر شہد کی ہے اور ایک نہر آبِ شفاف کی ہے۔

عبداللہ: آپؐ نے سچ کہا۔ کیا یہ پینے والے مشروبات کی نہریں ساکن ہیں یا جاری؟

پیغمبرؐ: یہ بہشت کے درختوں کے نیچے جاری ہیں۔

عبداللہ: آپؐ مجھے بہشت میں جاری نہر کی اطلاع دیں۔

پیغمبرؐ: بہشت میں جاری نہر کا نام کوثر ہے۔ اُس کی خوشبو مشک، عنبر اور اُناب سے بھی زیادہ ہے۔

عبداللہ: مجھے جنت میں واقع درختوں کے بارے میں بتایئے۔

پیغمبرؐ: جنت میں ایک درخت جس کا نام طوبیٰ ہے، واقع ہے۔ اُس کی جڑ گوہرِ دُرسے

ہے، اُس کے میوے کو ہر درخشاں ہیں۔ جنت میں کوئی گھر، دروازہ یا کمرہ ایسا نہیں جس میں اس درخت کی شاک نہ پہنچی ہو۔

عبداللہ: آپؐ نے بالکل سچ کہا۔ کیا دُنیا میں اُس کی کوئی مثال ہے؟

پیغمبرؐ: ہاں! یہ سورج دیکھو، ساری زمین کو روشن کر دیتا ہے۔ اس کی کرنیں ہر جگہ پہنچتی ہیں اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں اس کا نور نہ پہنچا ہو۔

عبداللہ: کیا بہشت میں ہوائیں بھی چلتی ہیں؟

پیغمبرؐ: ہاں! وہاں بہشت میں ایک ہوا ہے جو نور سے پیدا کی گئی ہے اور اُس میں اللہ نے زندگی بڑھ و تازگی اور لذت رکھ دی ہے۔ ہر وقت بہشتی لوگ اللہ کی زیارت کرنا چاہیں گے تو یہ ہوا جو عرشِ الٰہی سے چلتی ہے اور جس میں نہ گرمی ہے، نہ سردی۔ جنتیوں کے چہروں کو لگے گی، اس ہوا کے لگنے کی برکت سے اُن کے چہروں پر رونق بڑھ جائے گی۔ اُن کے چہرے اور زیادہ پاک ہو جائیں گے۔ جنت کے دروازے خوشی سے جھوم اُٹھیں گے، نہریں جاری ہو جائیں گی، درخت پروردگار کی تسبیح کریں گے، پرندے خدا کی حمد میں گنگنائیں گے اور اگر آپ اُن کی آواز سن لیں تو جنت کے شوق ہی میں مر جائیں۔ فرشتے جنت میں جنتیوں کو آ کر سلام کریں گے اور اُن کو خوش آمدید کہیں گے اور کہیں گے کہ آئیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

عبداللہ: آپؐ نے بالکل سچ کہا۔ اب مجھے آپؐ جنت کی زمین کے بارے میں بتائیں۔

پیغمبرؐ: بہشت کی زمین سونے کی ہے۔ اس کی خاک مشک و عنبر سے بنی ہے۔ اس کے پتھر دُر و یاقوت کے ہیں۔ اس کی چھت عرشِ خداوندِ رحمٰن کی ہے۔

عبداللہ: آپؐ نے سچ کہا۔ آپؐ مجھے لوائے حمد کی اطلاع دیجیے اور بتائیے کہ اس کا طول و

عرض کتنا ہے؟

پیغمبرؐ: لوائے حمد کی لمبائی ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اس پرچم کا اُوپر والا حصہ یاقوتِ سرخ اور سبز سے بنا ہے۔ اس کا نچلا حصہ سفید چاندی کا بنا ہے۔

عبداللہ: آپؐ نے سچ کہا۔ یہ بتایئے کہ لوائے حمد پر کیا لکھا ہے؟

پیغمبرؐ: اس پرچم پر تین سطریں لکھی ہیں جو یہ ہیں:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه".

عبداللہ: آپؐ نے سچ کہا۔ مجھے بتایئے کہ پروردگار نے بہشت اور دوزخ میں سے کس کو پہلے خلق کیا؟

پیغمبرؐ: پروردگار نے پہلے بہشت کو خلق کیا۔

عبداللہ: آپؐ مجھے اطلاع دیجیے کہ بہشت اور دوزخ کہاں واقع ہیں؟

پیغمبرؐ: بہشت ساتویں آسمان پر واقع ہے اور دوزخ زمین کی نچلی ترین سطح پر واقع ہے۔

عبداللہ: مجھے اطلاع دیجیے کہ بہشت اور دوزخ کے کتنے دروازے ہیں؟

پیغمبرؐ: بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اور دوزخ کے سات دروازے ہیں۔

عبداللہ: مجھے بتایئے کہ دو دروازوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

پیغمبرؐ: تقریباً ایک ہزار سال کی راہ کے برابر۔

عبداللہ: اُن کی اونچائی کتنی ہے؟

پیغمبرؐ: تقریباً پانچ سو سال کی راہ کے برابر۔

عبداللہ: کون کون اور کس شکل میں جنت میں جائیں گے؟

پیغمبرؐ: بہشت میں جانے والوں میں عورت اور مرد دونوں ہوں گے۔ سب کے سب

تقریباً تیس سال کی عمر کے ہوں گے۔ اُن کے چہروں کی خوبصورتی حضرت یوسفؑ کی خوبصورتی کے مساوی ہوگی۔ اُن کے قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے برابر ہوں گے اور اُن کا اخلاق، خلقِ محمدیؐ کی طرح ہوگا۔

عبداللہ: آپؐ نے سچ فرمایا۔ جنت کی حوروں کی تعریف کیجئے۔

پیغمبرؐ: جنت کی حوریں سفید رنگ والی، بڑی آنکھوں والی اور نرم خو عورتیں ہوں گی جن کو کسی نے مَس نہیں کیا ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو فرمایا:

''جو کوئی نمازِ فجر کو اوّل وقت میں با جماعت ادا کرے اور تعقیبات میں مشغول ہو جائے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے تو اُس کے جنتِ فردوس میں ستر درجے بلند ہو جاتے ہیں اور دو درجوں کا فاصلہ تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال دوڑنے کے برابر ہے اور جو کوئی نمازِ ظہر با جماعت ادا کرے تو اُس کے جنتِ عدن میں پچاس درجے بلند ہو جاتے ہیں اور دو درجوں کا فاصلہ تیز رفتار گھوڑے کے پچاس سال دوڑنے کے برابر ہے''۔

پیغمبرؐ خدا نے مزید فرمایا: ''جو کوئی اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کا احترام کرے تو پروردگار کی طرف سے بہشت میں اُسے ہزار درجے دیئے جائیں گے جبکہ دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ ایک تیز رفتار گھوڑے کے سو سال تک دوڑنے کے برابر ہے۔

جو کوئی پیغمبرؐ خدا اور علی علیہ السلام کے قریبیوں کے حق کی رعایت کرے گا تو اُس کا درجہ سب سے بلند ہوگا''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں آیاتِ قرآن کی تلاوت مبارک ہو کیونکہ جنت میں درجات، آیات کی تلاوت پر منحصر ہیں۔ جب قیامت برپا ہوگی تو قاریٔ قرآن سے کہا جائے گا کہ ہر آیت کے بدلے ایک درجہ بہشت میں بلند ہو جاؤ''۔

جنابِ رسولِ خدا کے فرمان کے مطابق جب کافر کو قبر میں لٹایا جاتا ہے تو قبر میں دوزخ کے دروں میں سے ایک در کھل جاتا ہے۔ دوزخ کی بدبو اور آگ کے شعلے اُسی در سے قبر میں داخل ہوتے ہیں۔

جنت کی خوشبو

جنت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی خوشبو نہایت تیز، معطر اور تازگی بخش ہے، کئی کئی میل دُور تک سونگھی جائے گی اور انسانی مشام تک پہنچے گی لیکن بعض بدبخت ایسے ہوں گے کہ یہ خوشبو اُن کے مشام تک نہ پہنچ سکے گی۔ اسی ضمن میں چند ایک روایات درج کی جارہی ہیں:

1۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ، وَطَيَّبَهَا وَطَيَّبَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَلْفَى عَامٍ، وَلَايَجِدُ رِيْحَهَا عَاقٌّ وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ".

"اللہ نے جنت کو خلق کیا اور اُس کو پاک و پاکیزہ بنایا۔ اُس کی خوشبو کو بہترین طور پر سنوارا۔ وہ خوشبو دو ہزار سال کی مسافت تک بھی مشام تک پہنچے گی لیکن یہ خوشبو عاقِ والدین اور قاطع رحم تک نہیں پہنچے گی"۔

2۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی مجھ پر صلوات بھیجے اور میری آلؑ پر نہ بھیجے تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا، باوجود اس کے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت تک بھی مشام تک پہنچ سکتی ہے"۔

3۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی

کہ مجھے مسرور کریں تو آپؐ نے فرمایا:

"جنت کی خوشبو ہزار سال کی مسافت تک پہنچے گی۔ جنت میں جنتیوں کیلئے چھوٹی چھوٹی جگہ بھی اتنی وسیع ہوگی کہ اگر تمام جن وانس وہاں مہمان ہوں تو وہاں پر اُن کی آب وخوراک سے مکمل تواضع کی جا سکے گی اور کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی"

4۔ پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے:

اِنَّ رِیۡحَ الۡجَنَّةِ تُوجَدُ مِنۡ مَسِیۡرَةِ اَلۡفَ عَامٍ،مَا یَجِدُهَا عَاقٌّ وَلَاقَاطِعُ رَحِمٍ،وَلَا شَیۡخٌ زَانٍ،وَلَا جَارٌّاِزَارِهِ خُیَلَاءُ وَلَا فَتَّانٌ وَلَامَنَّانٌ وَلَا جَعۡظَرِیٌّ

"جنت کی خوشبو ہزار سال کی مسافت کے فاصلے کے برابر مشام تک پہنچے گی لیکن سات قسم کے لوگوں کے مشام تک نہیں پہنچے گی جو یہ ہیں:

1۔ عاقِ والدین۔

2۔ صلہ رحمی کو قطع کرنے والا۔

3۔ بوڑھا زنا کرنے والا۔

4۔ اچھے لباس پہن کر دوسروں پر فخر ومباہات کرنے والا۔

5۔ فتنہ پرور۔

6۔ چاپلوسی کرنے والا۔

7۔ دُنیاوی مال ودولت سے سیر نہ ہونے والا (بحار: ج 73، ص 103)

5۔ پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی میرے حسینؑ سے دُشمنی رکھے گا، اُس کے مشام تک جنت کی خوشبو نہ پہنچے گی"۔

دوزخ کیسی ہے؟ قرآن کی نظر میں

قرآنی آیات کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ ایک ہولناک بھڑکی ہوئی آگ والا مقام ہے جس کے چند درجے ہیں اور یہ مجرموں کیلئے تیار کی گئی ہے۔اس کی دیگر خصوصیات قرآن کی نظر میں یہ ہیں:

1۔ اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔(بقرہ:24)

2۔ وہ آگ جو جا پہنچے گی دِلوں تک۔(ھمزہ:7)

3۔ ہرگز نہیں! وہ ضرور اور بہر حال حطمہ میں پھینکا جائے گا۔(ھمزہ:4)

4۔ وہ آگ جو پکار پکار کر ہر اُس شخص کو بلائے گی جس نے (حق سے) منہ موڑا۔ (معارج:17)

5۔ اور یقیناً کافروں کو جہنم نے گھیر رکھا ہے۔(توبہ:49)

6۔ (وہ آگ) جب دیکھے گی اُنہیں دُور سے تو یہ اُس کا غیظ وغضب اور پُرجوش آواز سنیں گے۔(فرقان:12)

7۔ ہرگز نہیں! واقعہ یہ ہے کہ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو گوشت و پوست کو چاٹ جائے گی۔(معارج:15،16)

8۔ اور وہ شخص جس کے اعمال ہلکے ہوں گے، اُس کا ٹھکانا گہرا گڑھا ہوگا اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے؟ وہ ہے دہکتی ہوئی آگ۔(قارعہ:8 تا 11)

9۔ عنقریب ہم اُسے جہنم (سقر) میں جھونک دیں گے اور تم کیا جانو کہ جہنم کیا ہے؟ (وہ جو) نہ باقی رہنے دے اور نہ چھوڑے۔(مدثر:26 تا 28)

10۔ وہ آگ انسانی پوست کو جھلسا دینے والی ہوگی۔(مدثر:29)

11۔ عنقریب ہم اُنہیں آگ میں جھونکیں گے۔جب اُن کی کھالیں جل جائیں گی تو